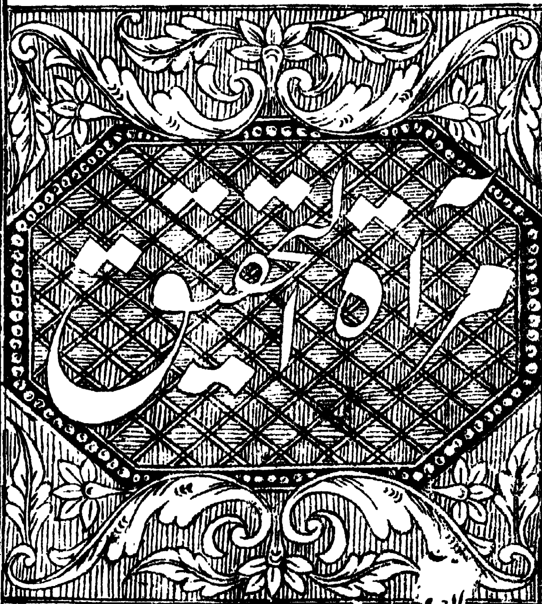
اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

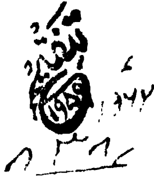
بتوفیق صانع عالم وخالق نوع بنی آدم مرتبہ ثانیہ حسب درخواست مومنین شائقین کتاب لاجواب مسمّٰے بہ

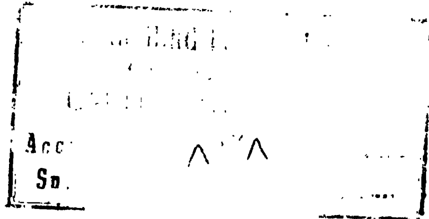


ازمصنفات حاوی ... مال الباہرہ مستجمع المحامد والصفات الطاہرہ جناب سید ... صاحب بلگرامی متخلص بہ شورش ... تاکہ وجہ نقص فہم و تمیز

در مطبع جعفری واقع نخاس جدید لکھنؤ بفرمائش میر ... محمد ... طبع شد

اول یا





بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد بیحد و سپاس لا تعد اُس علیم برحق اور حکیم مطلق کو سزاوار ہی کہ جسنے عقل کو عارف و
شناسا وجوب وجود کا اپنے پیدا کرکے دلیل اول بنایا اور بعد ازآن پیغمبرون کو عقل کل
بلکہ بہ از عقل کل بنا کر عقل کو مطیع و محکوم اُنکا فرمایا عظم علمہ و جل حکمتہ و نعت بنہایت
و درود بے نہایت اُس سرور رسل خاتم الانبیاء کو زیبا ہی کہ جسنے راہ نجات کو اپنے چراغ ہدایت سے
ایسا روشن و منور کیا کہ اگر اندھا بھی اُس راہ پر بصدق دل چلے تو منزل مقصود بلکہ مقام محمود مین
سیدھا پہونچے صلوا علیہ و آلہ وسلموا تسلیما اور منقبت فراوان و مدح بیپایان اُس
سردار اوصیا اور اُن ائمۂ ہدا کو لائق ہی کہ جنھون نے اُسی چراغ ہدایت کو تند باد کفر و نفاق سے
ایسا بچایا کہ باوجود ہزارہا جھونکون کے کبھی نہ جھلملایا [illegible] اللہ علیہ و علیہم اجمعین
[illegible] مقرر این تقریر حقیر سراپا تقصیر عاصی [illegible] ی ولد میر امامی بلگرامی
عفی اللہ عن جرائمہما عرض طراز ہی کہ جب اس ہیچمدان کو چند ماہ اتفاق بیکاری کا ہوا تو
چاہا کہ وہ بیکاری بھی خالی از نفع نرہے لہذا بعض تفکرات دینیہ کو اپنے کہ تعلق [illegible]

اصول دین سے (جنکا انضباط قبل اسکے آغاز کیا تھا مگر بسبب عدم فرصت انجام کو نہین پہونچا تھا) بیک مقدمہ و پنج مباحث و خاتمہ اندر اس رسالہ کے کہ اسکا از روی تاریخ آغاز مرآت التحقیق رکھا گیا ہی منضبط اور مجتمع کرکے خدمت مین برادران دینی کے ہدیہ کرتا ہی مصرعہ

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مقدمہ

بیان مین اُن امور کے جنکا اظہار قبل از آغاز مقصود مناسب اور ضرور معلوم ہوا اور سہ کلام

کلام اول اظہار حقیقت عقل مین اور جو کچھ اُس سے متعلق ہی

واضح ہو کہ عقل ایک قوت ہی قوای نفس ناطقہ یعنی روح نفسانی سے کہ مراد انسان بالکل اُسی روح سے ہی اور اُس قوت کو جس سے عقل مراد ہی قوت ناطقہ کہتے ہین کہ جسکے ذریعے ادراک کیئے جاتے ہین وہ امور جو قابل تعقل عقل ہون اور جسکے وسیلے سے تجویز اور تمیز کیے جاتے ہین حسن و قبح ہر اقوال و افعال و اشیاء وغیرہ اور نیز مدرکات حواس سے جبکہ قاعدہ تمیز سے خلاف نکیا جاوے اور حواس ہاے بیرونی و درونی نزدیک عقل کے ایسے ہین جیسے کارگزاران و آلات ہوتے ہین نزدیک صانع کے پس جسطرح صدور فعل صانع بغیر کارگزاران و آلات کے دشوار ہی اسیطرح صدور فعل عقل بغیر حواس بیرونی و درونی کے مشکل اور جسطرح نقص و انعدام کارگزاران و آلات باعث نقص و انعدام صنعت متصور ہی اسیطرح نقص و انعدام حواس باعث نقص و انعدام فہم و تمیز ممکن اسلیے مناسب یہ معلوم ہوا کہ پہلے تفصیل اور کار متعلقہ ہر ایک حواس کے اور اُنکی علل ضروری ظاہر کیے جائین تاکہ وجہ نقص فہم و تمیز بخوبی سمجھ مین آجائے آگاہ ہو کہ حواس بیرونی جو بمنزلہ کارگزاروں کے ہین پانچ ہین اول باصرہ یعنی دیکھنے والی قوت دوم یعنی سننے والی قوت سوم ذائقہ یعنی وہ قوت

جو ادراک مزے کا کرتی ہی چہارم شامہ یعنی وہ قوت جو ادراک بو کا کرتی ہی پنجم لامسہ یعنے
وہ قوت جو ادراک سختی و نرمی وغیرہ کا کرتی ہی اور حواس درونی جو بمنزلہ آلات کے ہین وہ بھی پانچ ہین
اول حس مشترک اور وہ محسوس کرنے والا اُن چیزون کا ہی جو حواس خمسہ بیرونی کو حاصل ہون
دوم متخیلہ اور وہ محفوظ و قائم رکھنے والا اُن صور اور کیفیات و کمیات کا ہی جو حس مشترک سے
محسوس اور بعض حواسون سے پیدا ہون سوم متصورہ اور وہ بضرورت تصور کرنے والا
اُن چیزون مین ہی جو حس مشترک سے محسوس یا اندر خیال کے محفوظ ہون اور قائم کرنا دلائل
و قیاسات کا تعلق اسی کے ہی چنانچہ اسی سبب سے بعضے اسی حواس سے عقل مراد لیتے ہین
اور نام اُسکا مدرکہ رکھتے ہین دہو خلاف چہارم واہمہ اور وہ بضرورت توہمات کا
پیدا کرنے والا ہی تصورات اور دلائل متصورہ مین بنا بر تمیز صحت و سقم اُنکے اور بعض
واہمہ کو بعد متخیلہ و قبل متصورہ کے جانتے ہین مگر یہ رائے غلط ہی حسب ترتیب فیصل حکما
پنجم حافظہ اور وہ نگاہ رکھنے والا اُن معانی و مطالب کا ہی جو بعض حواسون اور
تجویز و تمیز عقل سے حاصل ہون مگر تجویز و تمیز و ادراک اس امر کا کہ فلان تصور صحیح ہی
یا غلط قیاسی ہی یا یقینی بابت واہمہ متعلق بعقل ہی چنانچہ اکثر حکماے حالیہ متفق ہین
کہ عقل حواس خمسہ درونی سے علیحدہ ہی اور قوت مجوزہ و ممیزہ و مدرکہ اُسمین ہی نہ مدرکہ بجاے
خود کوئی حواس ہی اور علل حواس اوپر دو قسم کے ہین اول ضعف و دوم اختلال اور ضعف
و اختلال مین یہ فرق ہی کہ ضعف سے افعال حواسون کے بغیر تغیر بحالت خود قائم رہکر ضعیف
ہو جاتے ہین اور اختلال سے افعال اُنکے متغیر و غیر صحیح و غیر واقع ہو جاتے ہین اختلال
حواس بدتر ہی ضعف حواس سے اور اس ضعف و اختلال کے لیے درجے ہین تا بہ انعدام
و قبول تناقض و اسباب ضعف و اختلال کے بہت ہین یہ رسالہ اُنکی شرح کی گنجایش نہین رکھتا

اگر تردد و اضطراب و تعصب و اغراض و تکبر و غرور عقل و علم سے دو تین سبب ہیں اسکے
پس ضعف و اختلال حواس بہر صورت باعث ضعف و اختلال عقل ہے اور ضعف
اختلال حواس دردنی علی الخصوص ضعف و اختلال تصور ہوا ہمہ لینہ
اغوات مشکلات مین عاجز رہتا ہے و بحالت اختلال تقررات غیر صحیح کرتا ہے اور
ضعف پیدا کرنے مین توہمات واقعی کے مجبور رہتا ہے اور بحالت اختلال توہمات خلاف
غیر واقع و نامناسب پیدا کرتا ہے اس صورت مین عقل اوپر دو قسم کے منقسم ہوئی
اول سلیم جو سے اپنے کل حواسون کے صحیح و سالم ہو دوم غیر سلیم جو سے اپنے کل
حواسون کے صحیح و سالم نہو اور ظاہر ہے کہ حاصل ہونا ایسے عقل سلیم کا جو ہمیشہ اور ہر وقت
سلیم رہے محال ہے پس جہانتک عقل کی سلامتی مین فرق ہوگا وہین تک
ہوگی حتے کہ یقین کو وہم و قیاس سے اور وہم و قیاس کو یقین سے

اقسام مفہومات و ممیزات عقلی

واضح ہو کہ کوئی امر بغیر وسیلہ عقل کے فہم و تمیز مین آنہین سکتا ہے اور جتنے امر
عقل کے ہین اوپر دو قسم کے ہین۔ بدیہی و نظری۔ اور جو علاوہ انکے ہین خارج ہے ادراک
انکا عقل سے پس بدیہی اُسکو کہتے ہین جو محتاج بدلیل نہو لیتے وہ امر جسکو
واقع ہو اور بغیر دلیل فوراً قبول کرلے چنانچہ انھین مفہومات کو حکما یقینیات اولیات
وہبیات کہتے ہین اور نظری اُسکو کہتے ہین جو محتاج بدلیل ہو یعنی وہ امر جسکو قبول
واقع ہو اور بغیر کسی دلیل کے قبول نکرے پس مفہومات بدیہی سہل و آسان ہین
سمجھ سکتا ہے اور افضل ہین مفہومات نظری سے یقین کرنے کے لیے اور جن
دلیل قابل قبول قائم ہونا ممکن نہو وہ محال ہین عقل پر مگر امورات متعلقہ دین

اقوال محکم و مسلم خدا و رسول واسطے اہل دین و ملت کے داخل بدیہیات و یقینیات کے متصور ہین

اقسام دلائل نظری

جملہ دلائل نظری کہ کلمہ و کلام محبت و تکرار تعلق اُنسے ہی او ہر دو قسم کے ہین قطعی و غیر قطعی دلیل قطعی جسکو حتمی و یقینی بھی کہتے ہین وہ ہی کہ استدلال جسکا بدیہیات اور تجربات اور مسلمات وغیرہ یقینیات پر ہو اور امورات متعلقۂ دین مین واسطے اہل دین و ملت کے اقوال محکم و مسلم خدا و رسول و معصومین یقینی ہر اور اُنکے استدلال مین کسی وہم مناسب کی گنجائش نہو مگر چونکہ یقین اس امر کا کہ کسی وہم مناسب کی گنجائش ہی یا نہین یا یہ کہ جو وہم کیا جاتا ہی وہ مناسب ہی یا نہین بغیر عقل سلیم کے بہت دشوار ہی لہذا کوئی دلیل نظری خالی از محبت و تکرار نہین رہ سکتی مگر نزد صاحبانِ عقلِ سلیم و منصف مزاجان اور دلیل غیر قطعی وہ ہی کہ استدلال جسکا بدیہیات و تجربات و مسلمات وغیرہ یقینیات پر نہو یا ہو تو اُسکے استدلال مین کسی وہم مناسب کی گنجائش ہو اور اسیکو قیاس متعارف یعنی ظن غالب بھی کہتے ہین اور اس قیاس کے لیے درجے بہت ہین تا بقرب یقین مگر دلیل قطعی افضل ہے دلیل غیر قطعی سے اور فقط دلیل غیر قطعی یقین کے لئے کافی نہین ہو سکتی اور نہ رد یقین کا کر سکتی ہی مگر تائید اور وہم وہ ہی جو درجۂ قیاس یعنی ظن غالب تک بھی نہ پہونچے اسصورت مین ظاہر ہی کہ عقل کے دو راستے ہین ایک یقینی دوسرا قیاسی۔ راہ یقینی مثل راہ راست ایک سے زیادہ نہین ہو سکتی اور راہ قیاسی مثل راہ کج ہزار بلکہ قیاس مورث کلمہ و کلام غیر فیصل و ناتمام ہو لہذا بغیر تجربہ قیاس کا اعتبار نہین اور تجربہ اکثر امور دین مین محال اور جہان محال نہین وہان ناجائز اس سبب سے کہ تجربہ کے لئے اول اختیار کرنا امور باطل کا ممکن ہے اور دین مین ہر وقت امور باطل کا اختیار کرنا قبیح۔ لہذا امور دینی کا یقینی ہونا ضرور ہے

بخلاف امور دنیاوی یعنے مفید دنیا کی کہ انہین قیاس کو دخل دینا مضائقہ نہین کیونکہ امور دنیاوی زیادہ تر بذریعۂ تجربہ کے اخذ کیئے جاتے ہین اور تجربہ کیلیئے اول قیاس کرلینا ضرور ہی ورنہ بغیر قیاس کے تجربہ مین بہت دشواری متصور ہوتی ہی پس اگر تجربہ مطابق قیاس کے درست ہوا تو فبہا ورنہ بجز ضائع جانے محنت تجربہ کے کوئی اور ضرر متصور نہین اور امور دینی ہر وقت خلاف پڑنے کے صورت مین موجب عقاب و عذاب آخرت متصور ہین اس صورت مین امورات دین مین خصوص امورات اصلی دین مین (کہ ایمان اصلی متعلق انہنسے ہی) وہم و قیاس پر چلنا یا عمل کرنا بالکلیہ جائز نہین ہوسکتا بلکہ بغیر یقین کے نہ امور قابل اختیار کا اختیار کرنا روا ہی نہ امور قابل ترک کا ترک جائز کیونکہ ہرگاہ قیاس کی انتہا و اعتبار نہین تو بصورت جواز استخراج امور اصلی دین بقیاس دو حال سے خالی نہین یا جملہ مذاہب حق و باطل جو بذریعۂ قیاسات مستخرج ہون حق متصور ہین وھو خلاف عند العقل والنقل یا تکلیف مالایطاق اور ظلم متصور ہے جو خدا پر قبیح ہی اور ہرگز یقین نہین ہوسکتا ہی کہ پروردگار عادل جس امر کو یقیناً ثابت نہ رکھے اُسکے تصدیق کی تکلیف دے یا اُسکے تصدیق نکرنے کے سبب گناہ قائم فرمائے چنانچہ لکھا ہی کہ اول جسنے قیاس پر عمل کیا شیطان ہی پس قیاس راہ شیطان متصور ہی تا بہ وہم چہ رسد اس صورت مین ظاہر ہی کہ بمقابلہ دلائل بدیہی و یقینی دلائل وہمی و قیاسی قابل لحاظ و جواب نہین کیونکہ قیاس خود مقاومت یقین کی کر نہین سکتا پس جو لوگ یقین و قیاس و وہم مین فرق نہین کرسکتے یا اپنے اور دوسرے کے قیاس ہی کو یقین سے بڑھ کر سمجھتے ہین اُنکو راہ اصلی دین پر عبور حاصل کرنا دشوار ہی اسلیئے ہر شخص کو لازم ہی کہ اول یقین و وہم و قیاس مین تمیز حاصل کرے بعد ازان دین کو راہ یقین مین ڈھونڈھے

نہ راہ وہم وقیاس مین جب یہ معلوم کیا تو اب جاننا چاہیے کہ جملہ امور دین اور یہ دو قسم کے
ہین - اصولی و فروعی - اصولی عقلی و نقلی دونون ہین اور فروعی صرف نقلی - امور فروعی سے
اس رسالہ مین چندان بحث نہین ہی مگر امور اصولی سے جو عقلی و نقلی دونون ہین لیکن ظاہر ہے
کہ دلائل عقلی مفید عام ہین اور دلائل نقلی مفید خاص فرقہ پس امور عقلی کے لیئے ایسا ثبوت
ضرور ہی جو بدیہی ہو یا ایسا نظری ہو جو ہر طرح حتمی ہو تا کہ حد یقین کو پہونچے اور امور نقلی بھی
یقینی ہو سکتے ہین جو پیغمبر برحق یعنے صادق و معصوم یقینی سے ماخوذ ہون اور بذریعہ صادق
و معصوم یقینی کے پہونچین اور بصورت نہین پہونچنے کسی صادق و معصوم یقینی مسلم کے وہ امور
یقینی ہونگے جنکی صحت پر اتفاق و اجتماع ہو فرقہ ہاے مختلفہ کا جنسے اُسکی بحث متعلق ہو
اور بنا بر استدلال با خود ہا کسی خاص فرقہ یا خاص امت کی وہ امور جنپر اتفاق و اجتماع ہو
اُس خاص فرقہ یا خاص امت کا مگر اس اتفاق و اجتماع سے وہ اتفاق و اجتماع مراد نہین ہی
کہ کسی غیر پیغمبر یا غیر معصوم کی راے یا قول یا فعل پر بغیر استمداد دلیل عقلی یقینی کے کر لیا جاے
کیونکہ جب اصل ہی اُسکی یقینی نہین ہی تو نقل و فرع کسیطرح یقینی نہین ہو سکتی اور ایسا
اتفاق باطل پر فرقہ ہاے باطلہ مین صریحًا موجود ہی بلکہ اس اتفاق و اجتماع سے یہ مراد ہی
کہ جملہ اشخاص فرقہ اوپر صحت اُس امر کے جو کسی صادق و معصوم مسلم سے ماخوذ ہو حسب
قاعدۂ جائز تصحیح نقل متفق و مجتمع ہون یعنی اول حسب قاعدۂ تصحیح عقلی یعنی از روی تواتر جائز
اور تواتر جائز سے یہ مراد ہے کہ زیادہ لوگ کسی قول یا فعل کی نسبت کسی صادق و معصوم مسلم
سے متفق اللفظ روایت کرین اور کوئی شبہہ سازش کا اُن راویون کے پایا نجائے یا یہ کہ
کوئی امر مختلف طور کے زیادہ روایتون سے ثابت ہو اور اغراض اُن راویون کے [illegible]
اُس امر سے متعلق نہون - دوم مطابق حد مقررۂ شرع یعنی وہ قول یا فعل پیغمبر یا معصوم ۰۵

جو بسلسلۂ عادلین ثابت ہو اگرچہ یہ حد احکام فروعی کے واسطے ہی نہ واسطے احکام اصولی کے
تاہم اگر ایسی روایت نقیض نہو دوسری روایت صحیحہ متواترہ یا متفق الدوام یا عقل بدیہی سے
تو قابل قبول ہوسکتی ہی مگر اسصورت مین عدل عادلین مذکور کا یقینی یعنی خالی از شک و شبہ
ہونا ضرور ہی پس چونکہ اسوقت کوئی صادق و معصوم مسلم موجود نہین ہی اسلیے اسوقت
واسطے استخراج و قائم کرنے امور اصولی کے کہ ضرورت اُسکی کل فرقہای اسلام سے متفق اور
اور دین و ایمان اصلی اُسپر موقوف و منحصر ہے وہی معنی آیات الٰہی اور وہی متن و معنی احادیث
پیغمبر بغیر چون و چرا قابل یقین و تسلیم متصور ہین جو باتفاق و اجماع امت مسلم ہون یعنی جنپر
فرقہای مختلفۂ اسلام نے کہ از روی اختلاف اصل اصول کے دو فرقہ سنّی و شیعہ ہین
اتفاق و اجماع کیا ہو اور اسصورت اختلاف کل امور مختلفہ مین رجوع کرنا طرف دلائل
جو مفید عام ہین ضرور ہی لیکن دلائل استدلالیہ عقلی وہی قابل یقین متصور ہونگے جو حسی یا
و بدیہی ہون یا وہ نظری کہ استدلال جنکا بدیہیات و تجربات یا مسلمات یعنی آیات و احادیث
صحیحہ متفقہ پر بطور حتمی ہو اور بمقابلہ دلائل عقلیہ یقینیہ دلائل قیاسیہ و وہمیہ کسی قابل
لحاظ متصور نہونگے گو رد اُس وہم و قیاس کا ذہن مین آئے یا نہ کیونکہ اذہان و افہام
انسانی کل مفہومات کی فہم پر محیط نہین اور علاوہ اسکے ہر مسئلہ کے لیے ایک اصول ہی جب اصول
اُسکا غلط کر دیا جاتا ہی تو اُسکے متعلق کے توہمات کا جواب قابل یقین مشکل ہوجاتا ہی اسصورت
مین جب تک ہر مسئلہ کے اصول کو دلائل یقینیہ فیصل و قائم نکر لیا جاے اُسوقت تک ایک
مسئلہ کو دوسرے مسئلہ غیر منفصلہ کے توہمات سے رد کرنا ہرگز جائز نہین ہوسکتا جیسا اہل سنت
مسئلہ جبر و اختیار و قضا و قدر وغیرہ کے اصول کو غلط کرکے اُسکے متعلق کے توہمات کو ہر
مسئلہ کے دلائل یقینیہ مین پیش کیا کرتے ہین پس اُنکو لازم ہی کہ اول مسئلہ جبر و اختیار وغیرہ کے

اصول مین بحث کرکے اُسکو فیصل کرین اور جب تک اُنکے اصول کو بدلائل یقینی فیصل و قائم نکرلین اوسوقت تک اُنکے متعلق کے توہمات کو دوسرے مسئلہ کے دلائل یقینیہ مین پیش نفرمائین ورنہ اس صورت مین جواب اُسکا بجز اُسی قسم کے نظیر کے دوسرا نہین ہوسکتا۔ یا وہ جواب جو پروردگار عالم نے اُن لوگون کو دیا جن لوگون نے کہا تھا کہ خدا مکڑی کی مثال کیون دیگا۔ اور جب اصول مسئلہ بطور صحیح قائم ہوجائیگا تو وہ توہمات خودبخود رد و دفع ہوجائینگے اور کوئی احتیاج بحث و مباحثہ کی انمین باقی نہین رہیگی +

کلام دوم بیان معنی دین و اصول دین مین

چونکہ یہ رسالہ مشتمل ہی اوپر معرفت و طریق معرفت اصول دین کے لہذا ضرور ہی کہ پہلے معنی دین اور اصول دین کی ظاہر کیے جائین پس دین نیکخوئی کو کہتے ہین چنانچہ اخلاق جلالی مین لکھا ہی کہ ایک صحابی آنحضرت صلعم کے روبرو کھڑا ہوا اور سوال کیا کہ دین کیا ہی حضرت نے فرمایا کہ نیکخوئی پھر وہ داہنی طرف آیا اور یہی سوال کیا پھر حضرت نے وہی جواب دیا پھر وہ بائین طرف آیا اور وہی سوال کیا۔ پھر حضرت نے وہی جواب دیا پھر پیچھے جاکر وہی سوال کیا تب حضرت نے فرمایا کہ تو نہین سمجھ سکتا کہ دین غصہ کا روکنا ہی اور دوسری حدیث مین آیا ہی کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ دین نیکی کرنا ہی لوگون نے پوچھا کسکے لیے۔ فرمایا کہ خدا کے لیے اور رسول کے لیے اور سب مومنون کے لیے انتہی ترجمہ حدیث اور نیکخوئی تہذیب اخلاق کو کہتے ہین مگر یہان اُس تہذیب اخلاق سے مراد ہی جو مطابق شرع الٰہی کے ہو اسلیے پھر ضرور ہوا کہ پہلے ظاہر کیا جاے کہ تہذیب اخلاق کسکو کہتے ہین اور شرع الٰہی سے کیا مراد ہی تاکہ معنی دین کے بخوبی تمام سمجھ مین آجائین بعد ازان اصول دین کی تفصیل و تشریح کیجاے پس واضح ہو کہ تہذیب اخلاق اُن فضائل کا ملکہ حاصل کرنا اور عادت پکڑنا ہی جو نفس انسانی کو واسطے

حصول شرف اور کسب سعادت کے ضرور ہین اور وہ فضائل اصلا تین ہین بتعداد
قواے نفس انسانی یعنے ایک ایک متعلق ساتھ ہر قوت کے اول **فضیلت حکمت** متعلق
لقوت ناطقہ کہ یہ قوت عنایت ہوئی ہی نفس انسانی کو واسطے نظر کرنے کے حقائق امور مین
اور یہی قوت مبدا ہی فکر و تمیز کا چنانچہ خدا فرماتا ہی کہ جس شخص کو حکمت دیجاے پس تحقیق کہ
دیگئی اُسکو خیر کثیر **دوم فضیلت شجاعت** متعلق لقوت غضبی کہ یہ قوت مرحمت ہوئی ہی
نفس انسانی کو واسطے دفع اضرار اپنے کہ بغیر اس قوت کے ممکن نہ تھا اور انسان محتاج ہی
اُسکا ہی چنانچہ آنحضرت نے فرمایا ہی کہ اللہ دوست رکھتا ہی شجاعت کو اگرچہ ایک سانپ کے
مارنے **سوم فضیلت عفت** متعلق لقوت شہوی کہ یہ قوت دیگئی ہی نفس انسانی کو واسطے
جذب منافع اپنے کے کہ بغیر اس قوت کے دشوار تھا اور انسان ضرورت شدید رکھتا ہی
اُسکی۔ چنانچہ خدا فرماتا ہی کہ جو آدمی اپنے پروردگار کے عظمت سے ڈرا اور اپنے کو ہوا و حرص سے
بچایا پس بے شبہہ بہشت اُسکا مکان ہی لیکن اختلاط سے ان تینون فضیلتون کے ایک
فضیلت اور پیدا ہوتی ہی کہ اتمام اور اکمال ان فضیلتون کا اوپر اُسکے ہی اور وہ فضیلت
عدالت ہی مگر فضیلت عدالت افضل ہے ان تینون فضائل سے کیونکہ فضائل مذکورہ سے
غرض یہی ہے کہ قوت غضبی و قوت شہوی جو بضرورت انسان کو عنایت ہوئی ہین۔ قوت
ناطقہ کے مطیع اور منقاد رہکر اپنے انداز اور اپنے کار ضروری سے تجاوز نکرین اور حاصل
ہونا اس امر کا بغیر حصول فضیلت عدالت کے ممکن نہین تو بغیر حصول فضیلت عدالت
وہ فضائل ہرگز کامل ہو نہین سکتے اور جب فضیلت عدالت حاصل ہو جاے تو وہ
تینون فضائل معًا کامل ہو جا سکتے ہین لہذا فضیلت عدالت افضل ہوئی اُن تینون
فضائل سے چنانچہ خدا فرماتا ہی کہ اور ہمنے اُسکے ساتھ کتاب اور میزان اسلیے نازل کی کہ

سیاست کے عدل ضرور اسلیئے عدل اصل دوم ہی اصول دین سے اور چونکہ شرع نازل ہوتی ہی معرفت پیغمبرؐ کے تو اس صورت مین قبل قبول شرع پہچاننا پیغمبر کا ضرور ہی اسلیئے رسالت اصل سوم ہی اصول دین سے اور چونکہ زندگانی انسانی دامی نہین لہذا بعد از رسول مروج و شارح و محافظ شرع کا درکار و ضرور ہی اسلیئے امامت اصل چہارم ہی اصول دین سے اور چونکہ شرع کے لیئے سیاست درکار ہی اور سیاست کے لیئے عدل مطلوب جیسا ظاہر ہوا اور عدل کے لیئے ثواب و عقاب لازم اسلیئے معاد اصل پنجم ہی اصول دین سے پس یہ ہین اصول دین اسلام مطابق مذہب امامیہ اثنا عشریہ مگر اہل سنت عدل و امامت کو اصول دین سے تصور نہین کرتے۔

کلام سوم بہ ثبوت اس بات کے کہ طریقہ معرفت امور واجب المعرفت دین سہل و آسان ہونا چاہیے نہ دشوار و مشکل

چونکہ پروردگار عالم نے معرفت اپنی اور اپنے دین کے امور ضروریہ کی اوپر کل انسان کے یکسان اور ایک طرح پر ضرور و واجب کی ہی جیسا اہل ہر دین و ملت اس امر مین متفق ہین۔ تو ضرور ہی کہ جن امور کی معرفت اُسنے کل انسان پر یکسان واجب کی ہو وہ امور سہل ترین مفہومات کی ہون یعنی بدیہی نہ از قبیل مشکلات یعنی نظری نہون یا اور کوئی طریقہ اُنکی معرفت کا آسان تر رکھا ہو نہ دشوار کیونکہ ظاہر ہی کہ عقل و فہم انسانی یکسان اور ایکطرح پر نہین یعنی کل انسان برابر عقل نہین رکھتے ہزارہا درجہ کم و بیش ہین اقل درجہ کل انسان اندروے عقل و فہم کے ان تین تقسیمون سے کم نہین ہوسکتی اذکیا متوسط العقل کم عقل اور ظاہر ہی کہ جو امر متعلق و مطابق فہم اذکیا ہو اُسکو متوسط العقل و کم عقل ہرگز سمجھ نہین سکتے اور جو امر مطابق فہم کم عقل ہو اُسکو متوسط العقل و اذکیا بدرجہ اولی سمجھ سکتے ہین اس صورت مین اگر معرفت امور ضروریہ دین خدا متعلق و مطابق فہم اذکیا تصور کیجاوے تو کم عقل البتہ اُسکے

معرفت مین مجبور و معذور لقصور ہوتے ہین تو پھر تکلیف اُسکی انکے عقلون پر تکلیف مالا یطاق متصور ہی اور تکلیف مالا یطاق صریح ظلم ہی اور ظلم قبیح از قبائح ہے اور ارتکاب قبیح خدا پر قبیح جیسا بعد ازین ظاہر ہوگا انشاء اللہ تعالے اس صورت مین ضرور ہی کہ پروردگار عالم نے امور ضروری المعرفت دین کو سہل ترین مفہومات کا بنایا ہو یعنے بدیہی یا کوئی طریق اُنکی معرفت کا ایسا آسان رکھا ہو کہ کم سے کم عقل والے جلد اور بخوبی سمجھ لین جیسا کہ یقین کے لیئے کافی ہو تا کہ کسی کو کوئی جگہ حجت یا عذر کی اُسکے احکام واجبی مین باقی نہ رہے اور بھی خلاف نہو اُسکے عدل کے چنانچہ اسی سبب سے اُس عادل مطلق نے دیوانون اور لڑکون کو کہ وہ کسی مفہوم کے فہم کی طاقت نہین رکھتے ہین کوئی تکلیف نہ دے اور خود فرماتا ہی کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا یعنی نہین تکلیف دی اللہ نے کسی کو مگر بقدر وسعت اُسکے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ تم عمل کرو کیونکہ وہ چیز آسان ہی اُسپر جسکے لیئے وہ خلق ہوا ہے انتہٰی اسکا ثبوت عملی وہ خاتمہ مین لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالے۔ اس صورت مین جو لوگ فہم امور دینیہ کا صعب و مشکل جانکر بالکلیہ مہمل چھوڑ دیتے ہین اور کل امور مین چہ از اصول و چہ از فروع تقلید پر چلتے ہین صریح بیجا ہے کیونکہ تقلید اصول مین جائز نہین اور در صورت نادرست ہونے اصول تقلیدی کے مقلد معاف و معذور ہو نہین سکتا اور ظاہر ہی کہ ساری بخشش و بخشائش و رحم و عفو و ثواب اعمال موقوف ہی اوپر درستی ایمان کے اور درستی ایمان موقوف ہے اوپر یقین و تصدیق اصول دین کے پس درستی ایمان کی فکر نکرنا اور اسمین سہل انگاری کو راہ دینا حصول عقبیٰ سے بالکلیہ ہاتھ دھونا ہی کیونکہ پوشیدہ نہین کہ در صورت اختلافات کثیرہ و مذاہب متعددہ کوئی ایک ہی مذہب حق پر ہوگا کہ راہ راست و حق ایک سے زیادہ نہین ہو سکتی اور جیسا آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہی ستفترق امتی علی ثلثۃ و سبعین

فرقۃ کلھم فی النار الا واحدۃ یعنی ہفتاد و سہ فرقہائے دین اسلام مین سے ایک ناجی ہوگا باقی ناری ہونگے اور کوئی فرقہ ایسا نہین کہ جسمین عاقل و عالم نہون۔ پس عاقلون و عالمون سے بھی دانستہ ہو یا بہ نادانی راہِ خلاف اختیار کرنا عجب نہین اور ظاہر ہی کہ باعث ہونے ایمان اصلی متعلق بامور قلبیہ اوپر ایمان اور بے ایمانی کسی کے وقوف حاصل کرنا قدرت انسانی مین نہین بنا برین اعتبار و تقلید عالمانِ غیر معصوم اصول مین کہ ایمان موقوف اوپر اُسکے ہی کیونکر جائز ہو سکتی ہے ہر شخص کو چاہیے کہ دلائل اصول کو ایماناً اور انصافاً غور کرے و حقاً و یقیناً راست و درست سمجھے کہ بسبب غور بہ ایمان و انصاف خدا بھی مدد و ہدایت کرتا ہی مگر فروع مین کہ اجتہاد کا اختیار دیا گیا ہے و مجتہد خاطی بھی از روی حد مقررہ شرع خاطی نہین تقلید جائز متصور اس صورت مین ظاہر ہے کہ جسکا اصول درست اوسکا فروع بھی درست۔ و باللہ التوفیق

مبحث اول بہ معرفتِ خدا جسقدر عقل سے ممکن و ضرور ہے اور اسمین تین بحثین ہین

بحث اول ثبوت وجودِ واجب پروردگار مین

واضح ہو کہ انسان کو سب سے پہلے جس بات کا دریافت کرنا لازم ہی اور از روی دین اول جس امر کی معرفت واجب ہی وہ وجود ہی پروردگار عالم کا گویا یقین وجود خدا واسطے دین کے بمنزلہ تخم کے ہی واسطے درخت کے یعنی جیسے بغیر تخم کے درخت کا قائم ہونا دشوار ہی چہ بیخ چہ شاخ۔ اوسیطرح بغیر یقین وجودِ خدا کے دین کا قائم ہونا محال ہے چہ اصل چہ فرع کیونکہ جو شخص خدا کے وجود کا قایل نہو وہ امور متعلقہ دین سے کسی امر کا قابل ہو نہین سکتا یعنی صفات خدا کا نہ اُسکے پیغمبرون کا نہ اُسکے احکام کا نہ معاد کا کہ یہ سب امور بعد قبول کرنے وجود خدا کے

قائم و ثابت ہو سکتے ہین نہ قبل اور معرفت وجود خدا متعلق ہی صرف عقل و فہم سے اور سوائے اُسکی اور کوئی وسیلہ اسکے معرفت کا نہین اسی لیے عقل کو پیغمبر اول کہتے ہین چنانچہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے ان للہ علی الناس حجتین حجۃ ظاہرۃ وحجۃ باطنۃ اما الحجۃ الظاہرۃ فالرسل والانبیا والائمۃ علیہم السلام واما الحجۃ الباطنۃ فالعقول یعنی اللہ کی دو حجتین ہین اوپر انسان کے حجت ظاہر اور حجت باطن حجت ظاہر رسول و انبیا اور ائمہ ہین اور حجت باطن عقول پس معرفت خدا مین معرفت جسکی عقل سے ممکن و ضرور ہے وہ وجود ہی اُسکا اور مجموعی صفات کہ وہ بعد یقین وجود خود بخود متیقن ہو جاتے ہین جیسا بعد ازین ظاہر ہوتا ہی انشاء اللہ تعالےٰ لیکن وجود خدا خود بدیہہ و صریح و واضح تر ہے جملہ مفہومات عقلی سے بلکہ مجبول پیدا کیگئی ہی اوپر قبول کرنے وجوب وجود اُسکے کیونکہ جو شخص تھوڑی سی بھی عقل رکھتا ہی اس عالم ایجاد اور اُسکے درمیان کی صنعت ہای رنگارنگ کو دیکھکر بغیر بتلائی اور سکھلائے سمجھ لیتا ہے کہ یہ عالم کسی کا بنایا اور یہ جہان کسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور جب اور ون سے بھی ایسا ہی سنتا ہی تو فوراً قبول کرلیتا ہے کوئی حجت پیش نہین لاتا اور نہ کوئی تعجب اوسکو گذرتا ہی اور نہ کوئی شبہہ پیش آتا ہی اور نہ کوئی دلیل اس مدعا پر چاہتا ہے اور نہ کسی طرح کی تجسس مین پڑتا ہی گویا اپنے مدعا مفہومہ محتومہ کے موافق سنا اور اگر خلاف اسکے سنتا ہی تو ہرگز قبول نہین کرتا بلکہ تعجب کرتا ہے اس بات پر اور پوچھتا ہے کہ کیونکر یہ جہان آپ سے آپ بنا اور کوئی دلیل چاہتا ہے واسطے ثبوت اس مدعا کے اور تجسس مین پڑتا ہی اس بات کے کہ کوئی شی آپ سے آپ صورت پکڑ سکتی ہے یا نہین گویا کہ اپنی مدعا مفہومہ محتومہ کے خلاف سنا چنانچہ یہ مسئلہ حکمیہ بدیہیہ متفقہ ہی کہ وجود صنعت بی صانع محال ہے اور یہ مسئلہ ایسا بدیہی اور موافق ہے ساتھ ہر عقل کے کہ اگر کسی پانچ سات برس کے لڑکے سے بھی کہیے کہ ایک مکان آدمیون نے بنایا ہی تو کچھ تعجب نکریگا اور فوراً قبول کرلے گا اور اگر کہیے کہ ایک مکان آپ سے

باپ بن گیا ہی تو بیشک متعجب ہوگا اور اگر کچھ ہوش زیادہ رکھتا ہوگا تو ہرگز قبول نکریگا جبتک کہ
کہنے والا معتبر نہو مثل باپ اور دادا وغیرہ کے کیونکہ صورت پکڑنا یا شکل تبدیل کرنا کسی شی کا بغیر کسی صورت
پکڑانے والے یا شکل تبدیل کرانے والے کے محال عقلی ہے یعنی صدور کسی فعل کا بغیر فاعل کے ہرگز قبول
عقل نہین اور اسیطرح صدور فعل عقلی کا بغیر فاعل دانا کے جیسا بحث مابعد مین ظاہر ہوگا انشاءاللہ
تعالے پس جو شی کوئی صورت یا علت غائی رکھتی ہی صنعت ہی اور صنعت بے صانع محال جیسا ظاہر ہوا
اس صورت مین ظاہر ہے کہ معائنہ صنعت کا واسطے قائم کرنے وجود صانع کے ایک ایسی دلیل قوی و
برہان قاطع ہی کہ کوئی دلیل رد اسکا کر نہین سکتی چنانچہ پروردگار عالم خود بھی کلام شریف مین بہ ثبوت
وجود اپنے کے صرف صنعت ہاے عجیبہ و قدرت ہاے غریبہ اپنی دکھلاتا ہی باقی رہا ثبوت واجب الوجود
پس واضح ہو کہ ہرگاہ ثابت ہوا کہ ہر صنعت کے لیے کسی صانع کا اور ہر فعل کے لیے کسی فاعل کا ہونا
عقلاً ضرور و لازم ہے یعنی کوئی شی بغیر فعل کسی فاعل کے صورت نہین پکڑ سکتی یا شکل تبدیل نہین کر سکتی
تو اس صورت مین ہر شی اور ہر صنعت بنابر اثبات واجب الوجودی پروردگار دلیل کامل ہے یعنی
ہرگاہ ہر صنعت کے لیے وجود صانع ضرور ہی تو پس وہ صانع دو حال سے خالی نہین یا حادث ہو
یا قدیم اگر حادث ہو تو وہ بھی ایک صنعت متصور ہے اور پھر اسکے لیے بھی کسی دوسرے صانع کا ہونا
ضرور و لازم ہی اسیطرح جبتک کہ ایک صانع قدیم فرض نکیا جاے سکوت حاصل ہو نہین سکتا
اور دور و تسلسل قائم ہو جاتا ہی جو باتفاق محال و ممتنع ہے لہذا بموجب مسئلہ حکمیہ بدیہیہ متفقہ
کہ ہر شے کے لیے ایک حد اور ہر سلسلہ کے لیے ایک انتہا لازم ہی ضرور ہی کہ سلسلۂ خالقیت بھی آخر
کسی ایک خالق پر منتہی ہو پس ظاہر ہے کہ جو اس سلسلۂ خالقیت کا نہایت ہی وہی صانع قدیم
و واجب الوجود متصور ہے اور جو صانع قدیم و واجب الوجود ہی وہی خداے برحق متصور ہے نہ کہ
دوسرا چنانچہ جامع الحکایات مین لکھا ہی کہ لوگون نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے

پوچھا کہ دلیل اوپر ہستی صانع کے کیا ہی آپ نے فرمایا کہ بزرگ ترین دلیلے بر ہستی او ہستی
من است۔ زیرا کہ ہستی من اگر از من است از دو حال بیرون نباشد یا من خود را آنگاہ ہست
کردم کہ ہست بودم و این محال است کہ ہست کردن ہست محال بود و اگر گویم کہ آنگاہ ہست
کردم کہ نیست بودم انہم محال بود زیرا کہ از نیست ہست کردن محال بود چون ہر دو شق باطل
شد معلوم شد کہ من ہست کردہ ہستی ام کہ نیستی ہر دو محال بود و اضح ہو کہ قول لفظ من مین
جملہ محدثات موجودہ داخل ہین جنکی ہستی از خود محال متصور ہے اور جب کسی موجود کی ہستی از خود
ممکن تصور نہین ہوتی تو وجود ایک صانع قدیم واجب الوجود کا بہر حال لازم و واجب ہی اور
چونکہ ضرور ہی کہ ابتدا ہر سلسلہ کی کسی ایک ہی موجد سے ہو اسلیے ضرور ہی کہ وہ واجب الوجود
واحد ہو چنانچہ یہ دعوی انتظام عالم کیطرف نگاہ کرنے سے کہ ایک ہی اوسپر قائم و جاری ہے
اور بھی احوال انبیا ان کیطرف خیال کرنے سے کہ سب کے سب اپنے کو ایک ہی خدا کا فرستادہ
ظاہر کرتے رہے ہین بدیہہ تر لیئے حسب فہم خاص و عام خلائق ثابت ہو جاتا ہی اب غور
کرنے سے ظاہر ہوتا ہی کہ پروردگار عالم نے اپنے وجود کی معرفت کی نسبت کیسا اہتمام بلیغ فرمایا ہی
یعنی اول پیدا کرنا ان سب صنعتہای رنگا رنگ کا اور ظاہر کرنا ان سب قوتہائے گوناگون
کا صرف اسی غرض سے ہی ورنہ دلائل عقلی و نقلی سے ثابت ہی کہ انسان افضل مخلوقات اور حاصل موجودات
ہی بسبب رہنی جامع جمیع قدرت و رکھنے قوت کمال معرفت کے پس اگر معرفت (جو حاصل خلقت جہان
و باعث فضیلت انسان ہے) انسان کو بغیر معائنہ دیگر موجودات کے ممکن ہوتی تو خلقت دیگر موجودات کی
ضرور نہوتی کیونکہ افضل کے آگے کمتر بیکار و عبث متصور ہی چنانچہ توریت مین آیا ہی کہ اے ابن آدم مین نے
تجکو اپنے لیے پیدا کیا اور تمام اشیا کو تیرے لیے اسکے مطلب یہی ہین کہ مین نے تجکو اپنے معرفت کے لیے پیدا کیا
اور تمام اشیا کو اسلیے کہ تو انکو دیکھکر معرفت حاصل کرے تا باعث تیرے شرف کا ہو

ورنہ ظاہر ہے کہ تمام اشیا سے انسان کو کوئی غرض خاص متعلق نہین ہے دوئم یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ الغرض معرفت اس وجود کے ایسا ہادی بھیجا جو تادم مرگ ہر وقت و ہر مقام مین ساتھ رہے
اور کسی وقت اور کسی مقام مین جدا نہو کہ وہ عقل و فہم ہے جو عنایت ہوئے ہین انسان کو
چنانچہ اسی سبب سے کوئی فرقہ از فرقہاے دنیا منکر وجود نہین و نہ اختلاف کرتا ہے بلکہ جملہ فرقے
وجود صانع عالم مین متفق ہین حتے کہ فلاسفہ اور دہریے وغیرہ بھی کیونکہ اہل ملت ظاہر ہے
کہ خود وجود خدا کے قائل ہین صرف مشرک غیر از خدا کو خدا کہتے ہین پس وہ منکر وجود نہین
باقی رہے فلاسفہ و دہریے وغیرہ وہ بھی وجود کے منکر نہین بلکہ تشخیص مین ڈانواڈول ہین
اسلیے کہ معنی وجود کے یہی ہین کہ کوئی صانع واجب الوجود یعنی قدیم ہے خواہ وہ کوئی یا کیسا ہی ہو
مگر بعض فلاسفہ آسمان خواہ ستارگان کو قدیم و باعث وجود جملہ موجودات جانتے ہین اور
دہریے دہر کو اور مادی مادہ کو اور عنصری عناصر کو علی ہذا پس ان سب مین کوئی منکر
وجود نہین بلکہ تشخیص مین اختلاف رکھتے ہین اس صورت مین ظاہر ہے کہ کسی کا منکر وجود ہونا
ایسا گناہ ہو سکتا ہے کہ کوئی گناہ اسکے مقابلہ مین برابری نکرے اور بیشک وہ کافر مطلق ہے

بحث دوم در تشخیص ماہیت و حقیقت پروردگار عالم کی

بعد قائل ہونے وجود خدا کے جس امر کی فکر انسان کو دامنگیر ہوتی ہے اور انسان کو ضلالت
مین ڈالتی ہے وہ تشخیص ہے قادر مطلق کی اور معنی تشخیص کے یہ ہین کہ صانع جہان اور خالق
کون و مکان جسکا وجود واجب عقلاً ثابت و قلباً مقبول ہے وہ کون ہے اور کیسا ہی پس
جاننا چاہیے کہ تشخیص یقینی صانع بمعاینہ صنعت محال عقل ہے یعنی عقل سے ممکن نہین اور کوئی
راستہ عقل کو اس تشخیص کے واسطے دیا نہین گیا اور جو کچھ تشخیص کیا جاے بجز قیاسات و
توہمات ناقص کے کچھ اور ہاتھ نہین آسکتا کیونکہ بدیہیات مین دیکھا جاتا ہے کہ ہر صنعت

دنیا دی کو دیکھکر وجود اُسکے صانع کا فوراً ذہن مین آجاتا ہی یعنے یہ سمجھ لیا جاتا ہی کہ یہ چیز کسی کی بنائی
ہوئی ہے آپ سے آپ نہین بنی مگر تشخیص صانع معاینہ اُس صنعت کے ممکن نہین ہوتی یعنی کوئی
یہ نہین سمجھ سکتا کہ وہ صانع کون ہو اور کیسا ہی یعنے اُسکا نام ونشان کیا ہی گورا ہی یا کالا جوان ہی یا
بڈھا علی ہذا اس تشخص مین عقل محض عاجز رہ جاتی ہے گو وہ صانع سامنے کیون نہ موجود ہو مگر یہ کہ وہ
صانع خود لپنے کو ظاہر کرکے ثابت کرے یا کسی عارف یقینی سے دریافت مین آوے لیکن اقسام اور حسن
وقبح سے صنعت کی اندازہ قدرت اور دانائی کا صانع کے البتہ کیا جا سکتا ہی وبس پس جای غور ہے
کہ ہرگاہ ایک ادنی صنعت دنیا کے صانع کی تشخیص مین عقل عاجز ہے تو صانع عالم کی تشخیص کیونکر عقل
ممکن ہو سکتی ہے مگر یہ کہ وہ خود ظاہر و ثابت کرے یا کسی مقرب صادق درگاہ احدیت سے معلوم ہو
جن لوگون کو اس تشخیص کا سودا ہوا اُنکو لازم ہے کہ پہلے کسی صنعت دنیا ہی کے صانع کی تشخیص مین
فکر کرین اگر اس سے عہدہ برآ ہون تو آگے بڑھین ورنہ آگے بڑھنا اپنی حد سے پاؤن نکالنا ہی اور مفت
اپنے کو خرابی مین ڈالنا اور دیوانہ بنانا ہی تو ہرگاہ ظاہر ہوا کہ تشخیص یقینی ماہیت خدا از قبیل محالات
عقلی ہے اور عقل کو اس تشخیص مین کوئی بہرہ یا کوئی راستہ دیا نہین گیا ہی تو اسی سے ثابت ہی کہ یہ
تشخیص ہم پر واجب نہین کی گئی ہے ورنہ ضرور تھا کہ کوئی قوت تشخیصی عنایت ہوتی اس صورت مین فکر
تشخیص ماہیت ایک فعل عبث ہی بلکہ خالی بے عقلی و دیوانگی سے نہین کیونکہ جب تشخیص محال عقلی ہے
تو حقیقت پر پہونچنا اور اصلیت کا معلوم کرنا معلوم جو کچھ فکر سے قرار دیا جائیگا مثل از تصورات باطل
و توہمات لاطائل نہوگا۔ اسی جگہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ پروردگار عالم نے اُن لوگون کے حق مین جنہون نے
اپنی اپنی تشخیص بیہودہ سے اپنی معبود ٹھہرائے ہین اور اُسپر ہٹ رکھتے ہین لا یعلمون اور لا
یعقلون جو فرمایا ہے راست وحق ہے انسان کو چاہیے کہ جس امر مین فکر کرنا چاہے پہلے غور کرے
کہ یہ امر قابل فہم وتصور ہے یا نہین اور یہ کہ اس امر کی فکر سے کوئی فائدہ متصور ہے یا نہین اگر ہو

فکر کرے ورنہ اُسکی فکر سے کوسون بھاگے کیونکہ جس امر مین فکر کیجائیگی اگرچہ محال عقل ہو۔ لیکن واہمہ
اپنی توہمات سے باز رہیگا بقدر قوت اپنے کچھ نہ کچھ وہم ضرور کریگا اگرچہ وہم کا اعتبار نہین جبتک
دلیل قطعی یقینی قائم نہو قابل قبول و یقین نہین لیکن چونکہ اپنی بات کیسی ہی ہو شل اسکے
لوگون کے پسند زیادہ ہوتی ہے لہذا ممکن ہے کہ وہ توہمات پسند ہوکر یقین کو خلجان مین ڈالدے
اور بھی قبل از فکر ہر امر کے یہ غور کرنا مناسب ہی کہ راہ معقول فکر و فہم کی اس امر کی کیا ہی کیونکہ
بیراہ سے امور قابل الفہم بھی دور از فہم ہوکر تصورات باطل سامنے آجاتے ہین خلاصہ یہ ہی کہ رستہ
یقینی کو کسی حال مین ہاتھ سے دینا اور غیر از استدلال یقینی کسی امر کو اختیار کرنا نہین چاہیے
اب واضح ہو کہ جو کچھ اختلاف اہل دنیا مین پڑا ہوا ہی وہ تشخیص مین ہے پروردگار عالم کے یہان
کہ کل فرقے اس تشخیص مین مختلف ہین جیسا کہ ظاہر ہے اور اُسکی وجہ یہی ہے کہ یا وجود محال
ہونے تشخیص یقینی کے تشخیص سے فکر نہین چھوڑتے چونکہ اصلیت و حقیقت پر پہونچنا ممکن نہین اس
سبب سے ہر بشر ایک علیحدہ علیحدہ رستہ پر چلا گیا ہی اور ہر شخص نے ایک جدا جدا توہم بقدر قوت اپنے
اپنے وہمون کے قائم کر لیا ہے اور بسبب عزیز معلوم ہونے اپنی راے کے اُن توہمات پر مصر ہوکر
اُن معتقدون کو جو دوسرے کی عقل و راے پر چلتے ہین مفت بگاڑ دیا ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ امر عقلی
وہی ہوگا جو اصل و حق ہو اور وہ ایک سے زیادہ ہو نہین سکتا اور امور خلاف اور وہمی ہزارون
ہو سکتے پس اس کثرت اختلاف ہی سے صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ لوگون نے تشخیص کیا ہی بیشتر از
توہمات باطل و تصورات لاطائل نہین اور بھی ظاہر ہے کہ کل اہل اختلاف مین فلاسفہ قوت عقلی
زیادہ رکھتے ہین اور وہ قائل ہین قدامت آسمان خواہ ستارگان یا دہر وغیرہ کے باین سبب کہ
اُنکے تاثیرات سے وجود دیگر موجودات کی تکمیل ہوتی ہین یا یہ کہ کوئی صورت خلق مادہ کے ذہن مین
نہین آتی ہے پس یہ دلیل قطعی قابل یقین نہین کیونکہ غیر مخلوق ہونا آسمان خواہ ستارگان

یا جوہر وغیرہ کا حتماً لازم نہین آتا جیسا غیر مخلوق ہونا ایک واجب الوجود غیر شخص کا حتماً و یقیناً لازم آتا ہے اس صورت مین ممکن ہے کہ یہ تاثیرات انہین اُسنے بخشین ہون جسنے انکو خلق کیا ہو یا یہ کہ کوئی صورت خلق مادہ کی اُسکی قدرت مین ہو جو ہمارے اذہان ناقص کی سمجھ مین نہین آسکتی ہو جیسے اکثر قدرتین اوسکی بدیہیات مین موجود ہین جنکی تکوین یا خلق کی صورت و ترکیب ذہن مین نہین آتی ہے مثل نور چشم و ارواح و عقول وغیرہ کے پس یہ بات ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک کل کے ذریعہ سے کسی چیز کو بنتے دیکھکر اوسی کل کو صانع اصل اُس چیز کا سمجھ لے یا یہ کہ روح وغیرہ کے تکوین و خلق کی صورت ذہن مین نہ آنے کے سبب وجود سے روح وغیرہ کے جنکا وجود بدیہیاً و صریحاً ظاہر ہے انکار کرلے اور علاوہ اسکے فلاسفہ بھی اپنے رای مین متفق نہین بہت اختلاف رکھتے ہین چنانچہ دہریے و مادی و عنصری سب داخل فلاسفہ ہین اسلیئے رائے فلاسفہ بھی خالی از وہم و قابل اعتبار نہین تا بدیگران چہ رسد اس صورت مین انسان کو لازم یہی ہے کہ صانع عالم کے وجوب وجود کا بلا تشخیص حقیقت و ماہیت قایل رہے کیونکہ اس اجمال مین جو کوئی صانع عالم ہو داخل ہے اور تشخیص مین اگر تشخیص غلط پڑی تو کوئی صورت نجات کی نہین

بحث سوم یہ ثبوت اس بات کے کہ یقین صفات خدا ساتھ یقین وجود خدا کے لازم و ملزوم ہے و بذیل آن ثبوت عدل عادل مطلق

ہرگاہ یقین کرلیا جاے کہ اس عالم ایجاد کا کوئی صانع اور اس دار کون و فساد کا کوئی خالق ہے تو ساتھی اُسکے خود بخود یقین ہو جاتا ہے کہ وہ داناتر ہے داناؤن کا اور قادر تر ہے قادرون کا اور غنی تر ہے اغنیا کا اور پھر ساتھی اسکے اجمالاً یہ بھی یقین ہو جاتا ہے کہ وہ موصوف ہے جمیع صفات کاملہ سے اور پاک و منزہ ہے جملہ اوصاف مذمومہ سے اور ہر قبیح او بر اُسکے قبیح ہے اگرچہ یہ بات بدیہی ہے محتاج بدلیل نہین اور قلب و عقل خلاف اسکے ہرگز قبول نہین کرتی تو بھی ظاہر و بیان ہے

کہ پیدا کرنا ایسے عالم کا جسکی ماہیت کے سمجھنے مین عقل دنگ و عقلا عاجز ہین بغیر دانائی اور قدرت کامل کے ممکن نہین اور ایسا قادر جسنے کل مایحتاج خلائق کو بدرجہ کافی و وافی صرف اپنی قدرت کاملہ سے موجود فرمایا ضرور ہے کہ غنی تر ہو اور یہی ظاہر ہے کہ کسی مصنوع مین مناسب علت غائی بغیر ہونے صانع دانا کے ممکن نہین جیسے اکثر خاک ہوا کی سبب یا ریگ آب دریا کی سبب ایک جگہ جمع ہوکر ایک صورت پکڑ لیتی ہے یا حباب باران کے سبب مصور ہوجاتے ہین یا دیوانے لڑکے اینٹ پتھر خاک ایک جگہ جمع کر دیتے ہین جس سے ایک صورت مصنوعی پیدا ہوجاتی ہے مگر کوئی علت غائی مناسب اسمین ظاہر اور ثابت نہین ہوسکتی خلاف اسکے مصنوعات عالم کیطرف نگاہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہی کہ ہر مصنوع بلکہ اُسکے ہر جزو کی علت غائی حسب مناسب اور قابل جواز عقل قائم اور ثابت ہی یہان تک کہ کوئی گھانس بھی خالی از تاثیر و خاصیت نہین اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ صانع ان سب مصنوعات کا دانا ہی چنانچہ اسی نظر سے وہ تعالے اپنے کلام شریف مین علت غائی اپنے مصنوعات کی دکھلاتا ہی مثلاً فرماتا ہی کہ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت یعنی نہین دیکھتے ہو طرف اونٹ کے کیسی ہے خلقت اُسکی یعنی جس مقام مین وہ پیدا کیا گیا ہی اوس مقام کے لیئے جو کچھ مناسب اور ضرور ہی سب اسمین موجود ہی یعنی بسبب اسکے کہ ریگستان و کوہستان کے لیئے وہ پیدا کیا گیا ہی اسلیے پاؤن اُسکے نرم رکھے گئے ہین تاکہ ریگ مین اور پہاڑون مین بخوبی چل سکے اور اعضا اوسکے لمبے لمبے بنائے گئے ہین اور باوجود اسقدر دراز ہونے کے جسیم نہین کیا گیا تا پہاڑون پر بخوبی چڑھ سکے اور پانچ سات روز کا پانی ایکبار پی لیتا ہے تاکہ ریگستان مین پانی میسر نہ آنے کے سبب کام سے معطل و ضائع نہوجائے اور پتیان نیم اور ببول وغیرہ کے درختون کی کھاتا ہی تاکہ ریگستان و کوہستان مین غلہ پیدا نہونے کے سبب رکھنا اُسکا دشوار نہو اسکے رو سے

صاف ظاہر اور ثابت ہی کہ یہ جانور اُن مقامات کے لیئے کسی صانع دانا کا بنایا ہوا ہے
علی ہذا القیاس بیان اِس مقام کا جسقدر طول کیا جائے کم ہے پس جب ثابت ہوا کہ صانع
ان سب مصنوعات کا دانا ہے تو ضرور ہے کہ وہ قادر و مختار بھی ہو کیونکہ فعل مجبورانہ یعنی جو
عادتاً صادر ہو دانائی کا فعل تصور نہیں ہو سکتا اور یہی ظاہر ہے کہ وجود ان سب محدثات عالم
کا محول ہے ساتھ کسی سبب کے شلاً وجود نباتات بسبب تخم و قلم وغیرہ کے اور وجود حیوانات بسبب توالد
و تناسل وغیرہ کے لیکن ظاہر ہے کہ وجود انکی اصل اول کا بغیر سببے از اسباب مذکور لازم و
ضرور ہی ورنہ یا قدامت اُس اصل اول کے لازم آتی ہے یا دور و تسلسل مگر قدامت بسبب
فنا ہو جانے اوس اصل اول کے اور تغیر اور فنا ہونے انکے فرع کی صریحی وجہ یہی خلاف
و باطل ہے اور دور و تسلسل باتفاق محال اور ممتنع اُس صورت مین بھی دو حال سے خالی
تصور نہیں ہوتا یا وجود اُس اصل اول کا بقوت و عادت دہر وغیرہ مجبوروں کے تصور ہو
جیسا دہریوں کا قول ہے یا بقدرت و دانائی کسی صاحب ارادہ یعنی مختار کے لیکن اگر بقوت
و عادت دہر وغیرہ مجبوروں کے تصور ہو تو سطابق قوت و عادت مذکور کے پھر بھی بلکہ ہمیشہ
ظہور مین آنا ضرور ہے حالانکہ ایسا ثابت نہیں ہوتا لہذا بنا بر وجود مخلوقات مرقوم کے
وجود خالق دانا و قادر و مختار کا لازم ہے تاکہ اُس اصل اول کو بقدرت کاملہ اپنے
خلق فرما کر بعد ازان باختیار اپنے اُس عادت سے انحراف اختیار کرکے اُنکے فرع کے لیئے
بدانائی اپنے کوئی سبب مناسب تعین فرمائے پس اس دلیل سے بھی وجود صانع دانا
و قادر و مختار کا حتماً لازم آتا ہے کیونکہ خلق ہونا اصل اول کا بغیر قدرت کے اور انحراف اُس
سبب کے طرف بغیر اختیار کے اور تعین سبب مناسب کا بغیر دانائی کے ممکن نہیں اور بھی ظاہر ہے
کہ منتظم ہونا تمامی عالم کا سطابق انتظامات ضروری و لازمی کے ذکر تشریح جسکی مطول ہے

اور ہر شخص بقدر فہم اپنے غور کر کے سمجھ سکتا ہی بغیر دانا و قادر و مختار ہونے صانع عالم کے ہرگز
ممکن متصور نہین بلکہ دشوار و محال ہے اور یہی وجود نفوس و عقول و قویٰ و تاثیر وغیرہ اشیاء
غیر مادی کا جو باصلہ باعث امکان خلق عالم دوار و مادہ خلق خلقت عبارت ہین اور بجز امر
پروردگار کے کوئی دوسری چیز متصور نہین ہو سکتی ہین زیادہ تر دانائی و قدرت و مختاری کا
صانع عالم کی ثبت ہین چنانچہ یہ دعوی ظہور اعجاز پیغمبران سے کہ ظنی ہوتے ہین اور خرق
عادات کے بدیہتاً و یقیناً و حتماً تر یعنی حسب فہم ہر خاص و عام خلائق ثابت ہوجاتا ہے کیونکہ
ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خرق عادات برطبق حکم خارق بغیر ہونے کسی قادر و مختار کے ممکن نہین اور
ہر قادر و مختار کے لیے بقدر قدرت و اختیار اپنے دانا ہونا لازم ہے تو چونکہ خرق عادات پیغمبران
بحکم پروردگار ظہور مین آتے ہین لہذا ہر طرح ثابت ہی کہ صانع عالم دانا و قادر و مختار ہے اور جب
یہ ثابت ہوا کہ صانع عالم دانا و قادر و مختار و غنی مطلق ہے تو ضرور ہے کہ یہ جمیع صفات کمال
موصوف ہو اور ہر قبیح اوپر اُسکے قبیح ہو کیونکہ بُرے کام انھین تین وجہون سے کیے جاتے ہین
یا جہل و نادانی سے یعنی یہ کہ قبح و بدی سے اُس فعل کے آگاہ اور عالم نہو یا مجبوری سے یعنی یہ کہ
باوجود علم بدی اُس فعل کے ترک پر قدرت نرکھتا ہو یا احتیاج سے یعنی یہ کہ باوجود علم بدی و
قدرت ترک محتاج ہو اُس فعل کا یعنی بغیر اُس فعل کے احتیاج اپنی رفع نکر سکتا ہو اس صورت مین
ظاہر ہے کہ جو دانا و قادر و غنی مطلق ہوگا وہ ہرگز افعال مذمومہ اختیار نکریگا اور جو پاک و مبرا
ہوگا قبائح سے وہ ضرور موصوف ہوگا صفات مین کیونکہ فضائل درصورت نہین رہنے رذائل
کے لازم ہین جیسا کلام دوئم مین مقدمہ کے ظاہر ہوا پس چونکہ ثابت ہوچکا کہ خدا دانا و قادر
و غنی تر ہے تو ضرور ہے کہ موصوف ہو جمیع صفات حمیدہ مین اور ہر قبیح اوپر اُسکے قبیح ہو
اس صورت مین جمیع صفات لازم و ملزوم ہوئی خدا کے لیے یعنی جو صانع عالم ہو ضرور ہی کہ دانا

وقادر تر وغنی تر ہو اور جو دانا وقادر وغنی مطلق ہو ضرور ہے کہ ہر قبح اور برائی سے پاک ہو اور جس میں ہر قبیح قبیح ہو ضرور ہے کہ وہ موصوف ہو جمیع صفات حمیدہ مین اور جو موصوف نہو جمیع صفات مین ہر قبح اور برائی سے قبیح نہین اور جس پر ہر قبح قبیح نہین وہ دانا وقادر وغنی مطلق نہین اور جو دانا وقادر وغنی مطلق نہین وہ صانع عالم وخالق جہان نہین ہو سکتا چنانچہ یہ بھی تجربہ معائنہ سے خصائل پیغمبران و احکام الٰہی کے بدیہہ تر یعنے حسب فہم ہر خاص و عام خلائق کے ثابت ہو جاتا ہی یعنے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہرگاہ بندے اُسکے یعنے پیغمبران ایسے موصوف بصفات ہین تو ضرور ہے وہ خالق ہمہ صفات موصوف ہو اور ہرگاہ ہم بندون کو واسطے حاصل کرنے صفات و ترک کرنے قبیحات کے حکم و تاکید فرماتا ہے تو وہ حکم کنندہ ضرور ہے کہ خود ہمہ صفات و پاک از جملہ قبیحات ہو اور چونکہ کلام دوم مین مقدمہ کے ثابت ہو چکا کہ صفت عدل اکمل صفات وجامع صفات ہی اور بغیر حصول صفت عدل کوئی صفت کامل ہو نہین سکتی اور اس بحث مین ثابت ہوا کہ پروردگار عالم بجمیع صفات کمال موصوف ہی لہذا ضرور ہے کہ سب سے پہلے عادل ہو جیسا وہ خود فرماتا ہے قولہ تعالے شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملئکۃ

واولوالعلم قائما بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم

قائم بالقسط سے مراد قائم بالعدل ہے اور بھی فرماتا ہی ان اللہ لیس بظلام للعبید یعنی تحقیق کہ اللہ نہین ظلم کرنے والا ہے واسطے بندون کے علی ہذا دیگر احادیث وآیات متعدد بہ ثبوت اس مدعا کے موجود اور کتب مبسوطہ مین مندرج ہین پس ہرگاہ اس بحث کی رو سے ثابت ہوا کہ پروردگار عالم دانا وقادر ومختار بلکہ بجمیع صفات کمال موصوف ہی تو ظاہر ہے کہ جملہ مذاہب شخصان عقلی یعنے دہری وغیرہ جو قدیم غیر دانا وقادر ومختار وغیر موصوف وغیرہ کے قایل ہین باطل متصور اور چونکہ ظاہر ہے کہ اس عالم مین دو قسم کے اشیاء پائے جاتے ہین

مادی یا غیر مادی اور وجود اشیاء مادی جو محسوس بحواس ظاہری و خیال ہین بالجسم والصورت وغیرہ یعنی بکم و کیف ہی اور وجود اشیاء غیر مادی جو محسوس بحواس ظاہری و خیال نہین بالقوی و الصفات یعنی بافعال ہے یعنی جسکے روسے وجود اُنکا ذہناً قبول کیا جاتا ہی پس جسطرح وجود غیر مادیات بالقوی والصفات یعنی بافعال ظاہر ہُنکے ذہناً قبول کیا جاتا ہی اُسیطرح وجود واجب پروردگار بھی بقدرت وصفات ظاہر اُسکے یعنی جوہر یکتا و بدیہاً ظاہر و ثابت ہین واجب القبول ہے چنانچہ اسی جگہ سے ہی جو کہا ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اب واضح ہو کہ اہل سنت پروردگار کے لیئے لزوم صفات و عدل ضرور نہین جانتے اور کہتے ہین کہ اس صورت مین مجبوری خدا کی ثابت ہوتی ہے اور پر خواہی نخواہی کرنے کار لازمی کے حالانکہ پروردگار بصورت موصوف بصفات نہونے کے مجبور قرار پاتا ہی نہ بصورت موصوف بصفات ہونے کے جیسا اوپر ثابت ہوا کہ جو موصوف بہمہ صفات نہو ہر قبیح اور پر اُس کے قبیح نہین اور جسپر ہر قبیح قبیح وہ دانا وقادر و مختار اصلی نہین ہو سکتا پس اور بھی ظاہر ہے کہ جو موصوف بصفات نہین وہ دانا نہین اور جو دانا نہین وہ قادر و مختار بھی نہین ہو سکتا اور جو دانا وقادر و مختار نہو وہ معبود بھی نہین ہو سکتا کیونکہ واسطے معبود ہونے کے صفات مذکور کا ہونا لازم ہے کمالاً یعنی تو جبکہ پروردگار عالم حسب اعتقاد اہل سنت معبود قرار نہین پاتا تو ظاہر کہ اس اعتقاد کی رو سے جملہ مذاہب و عقائد اہل ملت باطل تصور ہو مذہب دہریان وغیرہ حق و مذہب اہل سنت یقیناً بمذہب دہریان وغیرہ داخل حالانکہ یہ امر برخلاف اُس ثبوت کے ہوتا ہی جو ہم اوپر لکھ آئے اوپر ثابت کیا گیا لہذا بخوبی ثابت ہوا کہ پروردگار عالم دانا وقادر و مختار و موصوف بہمہ صفات و معبود و عادل ہی اور مذہب اہل سنت مثل مذہب دہریان وغیرہ باطل چنانچہ اوس کتاب فرماتا ہی کہ الحمد للہ رب العالمین یعنی سب تعریف اللہ کو ہی جو پروردگار ہے سارے عالم کا پس ظاہر ہے

کہ تعریف واسطے صفات کے ہے نہ واسطے قبیحات کی فاعتبروا یا اولی الابصار

مبحث دوم بیان مین اُن امورات کے جنکا دریافت کرنا بعد یقین وجود خدا و قبل از اقرار رسالت ضرور ہے اور اُسمین چار بحثین ہین*

بحث اول مسئلۂ جبر و اختیار مین

چونکہ مسئلۂ جبر و اختیار و قضا و قدر بسبب نہ رجوع رہنے کل اہل دین کے طرف شارحان معتبر و معتمد یعنی صادق و معصوم کے ایسا پریشان و مشکل ہو گیا ہے کہ جسکی فکر و غور انسان کو ہزارون توہمات مین مبتلا کر دیتی ہے اور توہمات جسکے اثبات مین ہر مدعا اور ہر مقصود اصلی و تحقیقی کے رخنہ زن و خلل انداز ہوتے ہین اسلئے خلاف اصول مقررہ اس رسالہ کے بیان اُسکا ضرور ہوا مسئلہ قضا و قدر بحث مابعد مین بیان کیا جائیگا انشاء اللہ تعالی لیکن جبر و اختیار تحقیق کرنا اس امر کا ہے کہ آیا انسان اپنے افعال مین مختار خلق کیا گیا یا مجبور پس واضح ہو کہ واسطے دریافت اصلیت اس مسئلہ کے اور بنا بر انسداد توہمات ابتدائی کے پہلے معلوم کرنا اس تمہید کا ضرور ہے کہ خداوند تعالی کل شئی پر قادر ہے یعنی اُن کل قدرتون اور اُسکی جملہ شقوقون پر قادر ہے جنکو اذہان انسانی احاطہ کر سکین یا نہ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے کہ واللہ علی کل شئ قدیر اور بجمیع صفات کمال موصوف ہے اور کوئی قبح اسمین نہین جیسا بحث سوم مبحث اول مین عقلاً ہے ثابت ہو چکا تو چونکہ ظاہر ہے کہ وجود شئی بہتر ہے عدم سے اُسکی اور بھی ظاہر ہے کہ وجود مین نہ لانا ان سب قدرتون کا جسمین اُسکو کوئی محنت درکار نہین ثبت بخل عظیم ہے بلکہ مخل اختیار و اظہار و اثبات جملہ محامد و صفات لہذا اُسکو ضرور متصور ہوا کہ اپنی کل قدرتون کو جو اُسکی ذات مستجمع الصفات مین موجود ہین بطوریکہ مثبت صفتی از صفات ہون نہ منافی عرصۂ وجود اور ظہور مین لائے نہ کہ عدم مین رکھے ورنہ بسبب پسند کرنے عدم و ترک محامد کی کہ بدہے

لزوم ثابت ہوتا ہے لہذا وہ خالق برحق وقادر مطلق اس عالم ایجاد اور اس دار کون وفساد کو عرصۂ وجود او رظہور مین لایا اور دار آخرت کو لائیگا مگر یہان یہ شبہہ نگذرے کہ بہت سی قدرتین جنکو اذہان احاطہ کرسکتے ہین وجود اونکا اس دنیا مین ظاہر نہین ہوتا پس وہ سب قدرتین متعلق اظہار دار آخرت کی متصور ہین اور دار آخرت مین ضرور ظاہر ہونگے بلکہ اسی روسے وجود دار آخرت کا ثابت ہوتا ہے جیسا بحث معاد مین ظاہر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالی پس چونکہ ثابت ہوا کہ پروردگار کو بتقاضائے صفات ذاتی اپنے کل قدرت ہای رنگارنگ وصنعتہائے گوناگون کا باختیار ومرضی وجود وظہور مین لانا ضرور تھا۔ اور یہی ظاہر ہے کہ ظہور صناعت متعدد اور مختلف کا دلیل ہے او پر از دیاد اور کمال قدرت صانع کے نظر بران اُس خالق برحق وقادر مطلق نے کہ علی کل شئ قدیر ہی اپنی مخلوقات ... وشمار ... نظر اثبات ہر قدرت واظہار ہر شق ہر خلق کو ایک قاعدہ جدا اور ایک اصول علیحدہ پر حسب مشیت ومقصود ضروری اپنے خلق فرمایا اور بعد اُسکے ہر خلق کے ساتھ حسب قاعدہ و اصول مقررہ اُسکی خالقت کے پیش آتا ہے اور معاملہ کرتا ہے تاکہ اصول غلط ہوکر خلاف مشیت ومقصود اور یہی خلاف عدل و انصاف کے واقع نہو چونکہ ... ہر نوع اور طرح اور صور اور قاعدہ اور اصول خلقت مین خالق وصانع مختار ہے مخلوق ... استحقاق تکرار نہین کہ باوجود قدرت ہمکو فلان اصول پر کیون نہین بنایا ... مطابق فلان قاعدہ کے کیون نہین پیش آتا لہذا انسان کو واسطے دریافت ... مسئلہ کے اتنی ہی فکر وغور درکار ہے کہ آیا ہمکو پروردگار نے ہمارے کس اصول پر خلق فرمایا ہے یعنی مختار یا مجبور نہ یہ کہ مختار کیون پیدا کیا اور مجبور کیون نہین پیدا کیا ... بالعکس یا علاوہ اسکے اور اسقدر کا دریافت کرنا بذریعہ اپنے افعال ... ہین اور یہی بغور اقوال واحکام عادل مطلق کے (کہ مطابق اصول مقررہ ہونگے نہ خلاف)

مشکل نہین یعنی ہم اپنے افعال کیطرف نگاہ کرنے سے معلوم کرتے ہین کہ بعض افعال و حرکات
ہمارے مختارانہ ہین اور بعض مجبورانہ اور جو مجبورانہ ہین اُنہین بعض مشق و محنت علومی و فنونی
وغیرہ سے اختیار مین آجاتے ہین اور بعض کسیطرح نہین اور فرق بینہم بخوبی بہیر ظاہر ہے مثل
حرکت کتابت کے کہ اختیاری ہے جبتک چاہتے ہین لکھتے ہین اور جب چاہتے نہین لکھتے بخلاف
حرکت رعشہ کے کہ ہزار تعب پر بھی موقوف نہین کرسکتے اور مثلاً چلنا پھرنا کہ جب چاہتے ہین چلتے ہین
اور جب چاہتے ہین کھڑے ہوجاتے ہین یا بیٹھ رہتے ہین اور اوچکنا چھوٹی چھوٹی دیوارون کا کہ
باوجود مجبوری مشق و محنت سے حاصل کرلیتے ہین بخلاف اوڑنے کے کہ ہزارہا تعب و مشق
و محنت پر بھی ممکن نہین ہوتا علیٰ ہذا اس سبب سے ہم بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ ہم مختار و مجبور دونون
پیدا کئے گئے ہین اور بھی سمجھ سکتے ہین کہ کون کون افعال مین مختار ہین اور کون افعال مین
مجبور ہین چنانچہ ایک شخص نے جناب امیر علیہ السلام سے سوال کیا کہ ہم مختار پیدا ہین یا
مجبور آپ نے فرمایا کہ ایک پاؤن اپنا اوٹھا آپنے اوٹھایا پھر فرمایا کہ دوسرا پاؤن بھی
اوٹھا آپنے عرض کیا کہ دونون پاؤن ساتھ نہین اوٹھ سکتے فرمایا کہ ایسے ہی ایک تک تو مختار
پیدا کیا گیا ہے اور ہی ایک تک مجبور اور بھی بطرف اقوال و احکام الٰہی کے غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے
کہ پروردگار عالم نے انسان کو بہت سے دین کی تکلیف دیکر اُسپر ثواب و عقاب کا وعدہ فرمایا ہے
اور ہزارون مقام پر نیکوکارون کی تعریف اور بدکارون کی مذمت فرماتا ہے جیسا کتب مبسوطہ
مین تفصیلاً درج ہے پس اگر افعال تکلیفی اختیاری نہوتے تو پھر وعدہ ثواب و وعید عقاب یا
مدحت و مذمت جائز نہوتی بلکہ نعوذ باللہ پروردگار سے افعال لغو اُس سے ممکن نہین علی الخصوص
عقاب کرنا فعل غیر اختیاری پر ظلم عظیم ہے صریحاً و بدیہیاً اس سے صاف یقین ہوتا ہے کہ
افعال تکلیفیہ کہ اصل غرض و بعثت انبیا سے ہے نیک ہون یا بد اختیاری ہین یعنی انسان

مختار پیدا کیا گیا ہے انکی کرنے اور نہ کرنے پر نہ مجبور لیکن چونکہ مدد مناسب کرنا کارخانہ مین
برحمت خاص یا بوجہے من الوجوہ عیب نہین بلکہ نوعی از شفقت و لطف متصور ہے لہذا پروردگار
عالم کارخانہ مین جب چاہتا ہی بقدر مناسب اور بمقام جائز حسب لیاقت و استعداد مدد فرماتا ہی
جیسا کہ خود ہدایت فرماتا ہے کہ کہو وایاک نستعین نہ کہ شرکت و اعانت بکارہاے بد
جو باعث عقاب و عذاب ہین ہر آئینہ ظلم عظیم متصور ہے اور ایسا ظلم ہرگز اُس عادل مطلق سے
ممکن نہین کہ جس فعل کو خود کرے یا خود کراوے اُسپر بندگان ضعیف بیچارہ کو مبتلاے عقاب و
عذاب فرمائے حالانکہ خود فرماتا ہے کہ ان اللہ لیس بظلام للعبید اور یہی ہے اعتقاد مذہب
امامیہ اثنا عشریہ کا نسبت اس مسئلہ کے حسب کلام معصومین علیہم السلام جیسا کہ لکھا ہے
کہ ایک مرتبہ ابو حنیفہ امام اعظم سنیان نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے اس مسئلہ
دقیقہ مین سوال کیا کہ یا غلام ممن المعصیۃ یعنی اے پسر معصیت از کیست آنحضرت نے جواب
دیا کہ تین حال سے باہر نہین ہے یا یہ کہ معصیت از جانب خدا کے ہے اور بندہ کو اسمین کچھ
دخل نہین مگر اس صورت مین سزاوار نہین ہے خدای کریم کو کہ عذاب کرے اوپر بندون کے
بسبب اُس فعل کے کہ اُنسے صادر نہین ہوا یا یہ کہ بشراکت بندہ و خدا کے صادر ہوتی ہے
تو اس صورت مین بھی سزاوار نہین ہے شریک قوی کو کہ ظلم کرے شریک ضعیف پر لہذا
ضرور ہی کہ معصیت فعل مخصوصیہ بندگان ہو اور یہی حق ہے پس حق تعالے کو اختیار ہی کہ چاہے
عذاب کرے اُسپر یا عین کرم سے اپنے عفو فرمائے اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول
ہی کہ نزدیک آنحضرت کے مذکور ہوا مذہب جبر و تفویض کا پس فرمایا کہ ہم اس بات مین تم
لوگون کو ایک اصل و قاعدہ کلیہ تبلا دیتے ہین کہ اگر کوئی مخاصمہ کرے تمسے اس مسئلہ مین
تو غالب آؤ اُسپر لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ اللہ تعالے اطاعت نہین کیا جاتا ہی

باکراہ کہ اُسپر جبر کرے اور معصیت نہین کیا جاتا ہی ساتھہ غلبہ کے کہ باز نہین رکھہ سکتا ہی بندونکو اُس معصیت سی اور نہ مہمل چھوڑا ہی بندون کو اپنے ملک مین بلکہ وہ مالک ہی اُس چیز پر جسپر بندونکو مالک کیا ہی اور قادر ہے اُس چیز پر جسپر بندون کو قادر کیا ہے اگر اطاعت کرین تو نہین ہے خدا صرف کنندہ اُنسے اور اگر معصیت کرین تو اگر چاہے تو حائل ہو درمیان اُس معصیت کے اور اگر حائل نہو تو اُسنے اُنکو اُس کام مین داخل نہین کیا پس فرمایا کہ اگر کوئی ضبط کرے حدود کو اس کلام کے تو بیشک غالب آوے ہر مخاصمہ کنندہ پر مگر اہل سنت اس مسئلہ مین مختلف ہین بعضے فرقے اُنکے مثل اشاعرہ کے کہ کل اہل سنت اس زمانہ کے محسوب اُنہین ہین کل افعال نیک و بد کو طرف خدا کے منسوب کرتے ہین اور بندہ کو محض مجبور جانتے ہین مگر اُن مین سے حنفی خالق ہر نیک و بد کا خدا کو کہتے ہین اور کاسب بندہ کو اور معنی مین اس خالق اور کاسب کے بہت اختلاف رکھتے ہین آپسمین الغرض ان اعتقادون کی علت اصلی گو کوئی ہو مگر جو وجوہ ظاہر کئے جاتے ہین وہ یہ ہین کہ گروہ اول کہتے ہین کہ بصورت مختاری بندگان مجبوری خدا ثابت ہوتی ہے اور بھی تعدد خالق معیوب ہی اور ثانی صرف تعدد خالق معیوب جانتے ہین اور ہزارون آیات و احادیث اور بھی معاینہ بدیہیات سی آنکھین بند کرکے بعض آیت و حدیث متشابہ کو بہ ثبوت اس مدعا کے دلیل گردانتے ہین حالانکہ یہ رای اُن لوگون کی صریح خلاف اور باعث فسادہاے کثیرہ کے ہی کیونکہ اول مجبوری خدا آپس ظاہر ہے کہ یہ اختیار جو بندونکو حاصل ہے بقدرت ذاتی مستقل نہین بلکہ عطا کیا ہوا اُسی پروردگار کا ہی اگر وہ نچاہتا تو نہ حاصل ہوتا اور جب چاہے سلب کرسکتا ہی اس صورت مین ظاہر ہے کہ بسبب اس اختیار بندگان کے کوئی مجبوری خدا کی ثابت نہین ہوتی ہے بلکہ خلاف اسکے بصورت نہین پیدا کرنے ایسی خلقت یعنی خلقت مختار کی نقص قدرت و مجبوری خدا کی ثابت ہوتی تھی کیونکہ شایان قدرت

کاملہ یہی ہے کہ ایک امر کی جتنی شقین ہون اُن کل شقون پر قادر ہو ورنہ جس شق پر قادر نہ کہا جائے
اُس شق پر مجبور تصور ہوگا پس خلقت کی دو شقین ہین۔ مجبور و مختار اور ثابت ہو چکا کہ پروردگار
کل قدرتون اور اُنکے جملہ شقون پر قادر ہے اور یہی ظاہر ہے کہ انکار اس امر کی قدرت کا بسبب انکار
آیۂ وافی ہدایہ کہ واللہ علی کل شیءٍ قدیر داخل کفر ہے لہذا ضرور متصور ہوا کہ پروردگار
ان دونون شقون پر قادر ہو اور حسب بیان مندرجہ تمہید بحث ہذا اسکو ضرور متصور ہے کہ بنظر اظہار
جملہ شقوق ان دونون قسم کے قدرتون کو وجود و ظہور مین لائے مگر بدیہیات مین دیکھا جاتا ہے
کہ پروردگار عالم نے خلقت ہائے مجبورہ بہت خلق فرمائی ہین مثل ستارگان و زمین و آسمان
و نباتات و جمادات وغیرہ کے اور جو خلقتین متعلق دار آخرت کی از روی آیات و احادیث ثابت
ہوتی ہین وہ بھی مجبور متصور ہوتی ہین اسصورت مین وجود کسی خلقت مختار کا بھی ضرور لازم
ہے ورنہ نقص قدرت ذات مین اُس قادر مطلق کے باقی رہ جاتا ہے اور یہی خلاف ہوتا ہے
اُس اصول کے جو تمہید بحث ہذا مین بدلائل یقینی ثابت ہو چکا اور علاوہ اسکے قدرت صناعت
مجبورہ انسان یعنی بندگان کو بھی عنایت ہوئی ہے مخصوص بخدا نہین رکھی گئی ہے۔ خلاف
صناعت مختار کے کہ انسان کے قدرت مین نہین پس اگر اس صناعت یعنی صناعت مختار پر
خدا بھی قادر نہ پایا جائے اور اُس سے بھی اُس صناعت کا صادر ہونا ثابت نہو تو انسان
بجمیع وجوہ خالقیت مین شریک خدا متصور ہوتا ہے اور ایسا شرک خدا کے لئے ناجائز اور اسکو
پسند نہین ہو سکتا تو ہر گاہ پروردگار نے قدرت صناعت مجبورہ انسان کو عطا فرمائی تو ضرور ہے
کہ وہ خلق خلقت مختار پر بھی قادر ہو اور بنابر اظہار قدرت کاملہ و خالقیت غیر مشترکہ اپنے کوئی
خلقت مختار بھی (کہ افضل و عمدہ ہے کل خلقتون مین اور جامع ہے کل قدرتون کے) خلق
فرمائی تا معنی علی کل شیءٍ قدیر کے ذات پر اُس قادر مطلق کے بخوبی صادق آئین۔ اور

شرکت خالقیت ذات مین اُس خالق برحق کے شریک نہ سمجھی جائے اور علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ وجود موجودات سے غرض اصلی پروردگار یہی متصور ہے کہ صفات ذاتی اُسکی جو قلباً مقبول اور عقلاً ثابت ہین عملاً بھی بدرجۂ اثبات کے پہونچین لیکن یہ امر بطور مناسب وجائز وبدرجۂ اتم واکمل بغیر خلق خلقت مختار ناممکن ودشوار ہے یعنی بغیر خلق خلقت مختار بسیاری صفات الٰہی عملاً ثابت نہین ہوسکتی جیسا تھوڑی غور سے ظاہر ہوسکتا ہے یہ رسالہ ان تفصیلی مطالب کی گنجائش نہین رکھتا پس اس صورت مین ظاہر ہے کہ اگر کوئی خلقت مختار خلق نہ ہوتی تو خلقت شانی وجود موجودات مین نقص لازم آتا ہے چنانچہ انھین وجہون سے پروردگار نے جنات کو کم مختار وزیادہ مجبور اور انسان کو برابر مختار اور برابر مجبور پیدا کیا کہ بوجہ شرافت وفضیلت و انسان کے مختاری متوسط حسب قاعدہ فضائل ضرور متصور ہے جیسا کہ از روی بدیہیات دلائل یقینی مندرجہ بالا کے ثابت ہوچکا اور جنات کو زیادہ مختار وکم مجبور خلق فرمایا وانبیا وائمہ علیہم السلام کو بہت چیزون کی قدرت دی ہے جو اورون کو نہین دی اور زیادہ تر مختار خلق فرمایا نہ مختار کامل کہ یہ صفت مخصوص ذات پروردگار کے لیے ہی دوسرے کے واسطے روا نہین کما لا یخفی علی الماہرین چنانچہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام نے ایک جماعت پر اہل کوفہ کے گذر کیا کہ وہ لوگ خصوصیت مین اس مسئلہ کے مخاصمہ کرتے تھے پس پوچھا متکلم سے کہ باللہ یستطیع ام مع اللہ ام من دون اللہ وہ کچھ جواب نہ دے سکا پس فرمایا کہ اگر گمان ہے تجکو کہ بسبب اللہ کے استطاعت وقدرت رکھتا ہے تو پس نہین ہے کوئی قدرت تجکو باستقلال اور اگر گمان ہے کہ ساتھ خدا کے استطاعت رکھتا ہے تو گمان کرتا ہے کہ تو ساتھ خدا کے اُسکے ملک مین شریک ہے اور اگر گمان ہے کہ بغیر خدا کے استطاعت رکھتا ہے تو تونے دعواے الوہیت کیا پس اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین ایسا نہین ہے

کہتے ہین کہ بسبب اللہ کے مستطیع وقادر ہین بواسطہ آنکہ اوتعالے نے ہمکو توانائی بخشی اور اسباب و
آلات عطا فرمائے پس جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تو سواے اس کلام کے کہتا تو مستوجب قتل
ہوتا پس اس بیان سے بخوبی ثابت ہو کہ خلق کرنا ملقت مختار کا کچھ باعث مجبوری خدا نہین سکتا ہو
بلکہ امر بالعکس سے مجبوری اُسکی ثابت ہوتی ہے بلکہ اوتعالے بنظر اختیار و اظہار محامد و صفات
باختیار و رضی اپنے مجبوری ظاہری کو اختیار کر سکتا ہے یعنی جسکو ظاہرین لقبیر مجبوری کرتے ہین
مثلاً جیسے صبر کرنا ظلم بندگان پر یا جیسے واجب کرنا لطف یعنی تعلیم تکلیفات کو اپنے اوپر تکلیف
دہی واجبی بنظر اظہار و اثبات عدل یا واجب کرنا ایفاے وعدہ کو اپنے اوپر بوعدہ نمائی لازمی
بنظر اظہار و اثبات صدق مگر ظاہر ہے کہ یہ مجبوری باصلہ مجبوری تصور نہین ہوسکتی کیونکہ مجبوری
فک قدرت کو کہتے ہین اور اسمین فک قدرت لازم نہین آتا لہذا یہ مجبوری باصلہ مجبوری نہین ہے
بلکہ اختیار بمصالح ومحامد متصور ہے دوم تعدد خالق پس ظاہر ہے کہ افعال یا مصنوعات عباد
نسبت دنیا شاید لفظ خلق کی صریح بیجا ہے کیونکہ افعال یا مصنوعات بندگان کسیطرح قابل الخلق
متصور نہین ہین بلکہ صرف قابل الاختراع والابداع ہین اور اگر یہان لفظ خالق سے اختراع
و اغاز کنندہ مراد ہے تو ظاہر ہے کہ لفظ خالق ایک صفت ہی صفات آلہی سے اور اکثر صفات آلہی
متعدد ہین یعنی بندون کو بھی بقدر مناسب عنایت فرمائے گئے ہین مثل رحم و عدل و عفو و حلم
و سخا وغیرہم کہ انسان مین بھی ظاہر و ثابت ہین تو اس صورت مین تعدد اس صفت کا یا بنظر
بدیہیات معلوم ہوسکتا ہے یا باظہار خدا پس اگر بدیہیات کیطرف نگاہ کیجاوے تو انسان بھی
موجد و صانع صناعت متعددہ اور کثیرہ کے پائے جاتے ہین اور اگر کلام خدا کیطرف رجوع کیاجاے
تو اوتعالے فرماتا ہے کہ فتبارك الله احسن الخالقين یعنی پس پاک ہو اللہ کہ نیک
خلق کرنے والا ہے خالقون مین سے تو ظاہر ہے کہ اس ایک آیت سے دونون مقصود ثابت

ہوتے ہین اول لفظ خالقین سے کہ جمع خالق کی ہے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اس معنی مین صفت
خالق خصائص پروردگار سے نہین رکھی گئی بلکہ دوسرون کو بھی عنایت ہوئی ہے بندون ہی دوسرے
لفظ احسن سے بھی اشارہ ہو سکتا ہی کہ خدا نیک و باکار چیزون کا خالق ہے نہ بد اور عبث چیزونکا خالق ہے
اور علاوہ اسکے ظاہر ہو چکا کہ ذات پروردگار مین بجز صفات حسنہ قبح و قبیحہ نہین اسلیئے صادر ہونا
افعال بد کا اُس سے غیر امکان اور ظاہر ہے کہ کوئی فعل جبتک خود ایجاد کنندہ فاعل یا معلم اُسکا
نہو ایجاد نہین ہو سکتا اسصورت مین جو فعل جس سے ایجاد و آغاز ہو وہ اُسکا موجد و فاعل
یا معلم دونون متصور ہوگا نہ صرف موجد پس ہرگاہ خدا فاعل یا معلم افعال بد کا نہین ہو سکتا
تو خالق بھی افعال بد کا نہین ہو سکتا مگر عالم و قادر بلکہ اُس معنی مین خالق افعال بد کے
وہی لوگ متصور ہونگے جنہون نے فعل بد کا اول ایجاد یا اول ارتکاب کیا شیاطین سے ہون
یا انسان سے اور ہرگز قلب و عقل کو گوارا نہین ہوتا بلکہ قلب و عقل بھی کہتے ہین کہ مصلحت
سمجھ مین آئے یا نہ او تعالے نے کوئی چیز عبث و بیفائدہ خلق نہین فرمائی مثلاً خلق آتش کہ
صفت سوختگی رکھتی ہے پس ظاہر ہے کہ ہزارہا منافع اس صفت سے متعلق ہین اور جو کچھ ضرر
متصور ہے وہ بے احتیاطی و عصیان بندگان مختار سے ہی نہ حتمی و بذاتہ حتی کہ اسیطرح خلق
شیطان تک خالی از مصلحت نہین اگر اس اصول کو قائم رکھکر غور کیا جائے کہ اظہار ان سب
قدرتون کا صرف لغرض اثبات کمال جملہ صفات کے ہی مثل صفت قدرت و عدل و رحم
و عفو و بخشش و حلم و صبر و کبر و قہر وغیرہا کے تو منافع و مصالح بہت سے امور کے سمجھ مین
آجا سکتے ہین یہ رسالہ اس تشریح کی گنجائش نہین رکھتا اور نہ تشریح اسکی ضرور ہے بلکہ اس
مسئلہ مین زیادہ فکر کرنا ناجائز و ممتنع ہی کیونکہ منافع و مصالح جملہ امور کے عقل ناقص انسانی سے
نکل نہین سکتے ہین اور جو کچھ نکالا جاے اُسکی بھی حسب واقع ہونے کا یقین نہین ہو سکتا مگر

دربارۂ بدی شیطان اسقدر سمجھنا کافی ہے کہ وہ بُرائیاں مثل انسان باختیار خود کرتا ہے نہ بجبر خدا
صرف اسقدر ہے کہ اوتعالے نے شیاطین کو بہ نسبت انسان کے زیادہ تر ذی اختیار خلق کیا ہے
سو یہ قبیح نہیں بلکہ ثبت کمال قدرت ہے جیسا ظاہر ہوا الغرض خدا خالق فعل بد نہیں ہو سکتا
مگر خالق اسباب اصلی فعل یعنے خالق قوت اور سامان جنسے فعل ممکن الایجاد والارتکاب ہو یعنی قدرت
ایجاد و اصدار ہر فعل عطا کردۂ پروردگار ہے کہ یہ امر بصورت خلق خلقت مختار ضرور متصور ہے یعنی
مخلوق مختار کے لیئے ضرور ہے کہ اُنکو ایک ایسی قوت محرک اور فعال عطا کیجاے اور اُنکے لیئے ایسے
سامان خلق کردیئے جائیں کہ جنکی روسے صادر کرنا ہم افعال نیک وہم افعال بد کا ممکن ہو
نہ ضرور اور اگر وہ فعل خطا قرار دیا جاے تو ضرور ہے کہ ایک ایسی فہم عنایت کیجاے کہ جس سے
تمیز ہر نیک و بد کی آسان ہو یا کوئی صورت آسان اُس تمیز کی قائم کردی جاے مثل ہدایت رسولان
وغیرہ کے اور بعد اسکے چھوڑ دیا جاے اختیار پر اور باوجود قدرت دخل اور انسداد کے نہ دخل
دیا جائے نہ انسداد کیا جائے مگر بقدر مناسب تا باختیار خود جا ہین نیک کرین جاہین بد جاہین
دونون کے مرتکب ہون دو وقت مین یا نیک و بد دونون کو ترک کرین دو وقت مین اور یہی
ظاہر ہوتا ہے بدیہیات اور غور احکام الٰہی سے جیسا اوپر ظاہر ہوا تو اس صورت مین ظاہر ہے
کہ پروردگار خالق افعال بد کا قرار دیا جا نہیں سکتا گو خالق اور معطی قدرت اور قدرت رکھنا فعل
بد پر مذموم نہیں خدا بھی ہر شئی پر قادر ہے بلکہ پروردگار نے کوئی قوت اور کوئی سامان ایسا خلق
نہیں فرمایا کہ جس سے مخصوص صدور افعال بد ضرور ہون بلکہ متمم و مشترک القوی الغرض
افعال نیک و بکار اور امکان افعال بد و عبث جیسے مارنا و تھپکارنا کہ دونون ایک ہی قوت
محرکہ فعالہ دستی کے متعلق ہے اور مارنا بد ہے اور تھپکارنا نیک ہے پس اگر وہ قوت عنایت نہوتی
تو تھپکارنا یعنی فعل نیک بھی ممکن نہوتا اور جس طرح خلق آہن کہ تیغ عدل و شمشیر ظلم دونون اس سے

بنتے ہین پس اگر آہن خلق نہوتا تو تیغ عدل بھی معدوم ہوجاتی۔ سوم آیات واحادیث متشابہ
پس ظاہر ہے کہ باوجود ثبوت اختیار انسان از بدیہیات وادلہ قطعیہ اور بھی از روے لیاقی
آیات واحادیث احکامیہ وتکلیفیہ وصفاتیہ وذمیہ سب سے آنکھین بند کرکے اور ترک صفت عدل
(کہ جامع اور عمدہ ترین صفات سے ہے) اوتعالے پر جائز جانکر اور ارتکاب قبیح ظلم کہ بدترین
قبوحات سے ہے اوتعالے سے روا رکھکر بعض آیات واحادیث متشابہ المعنی یا دقیق المعنی یہ
(یعنی جنکے معنی کی تشریح نہین کی گئی) دل دنیا اور خلاف مدعا محکم معنی لگالینا کسی طرح قابل پسند
و پذیرائی نہین بلکہ لازم یہی ہے کہ ایسے آیات واحادیث کے معنی مین دخل نہ کرکر علم خدا ورسول
پر چھوڑ دین جیسا کہ اوتعالے فرماتا ہے وما یعلم تاویلہ الا اللہ یعنی نہین جانتا ہے کوئی
تاویل قرآن کی مگر اللہ پس اس سے ظاہر ہے کہ کلام الٰہی خالی از تاویل نہین اور یہی ظاہر ہے
کہ تاویل اُسکی سوائے خدا کے کوئی نہین جان سکتا یا وہ لوگ جان سکتے ہین جنکو اُسنے علم عطا
فرمایا ہو (کہ وہ سوائے رسول صلعم وائمۂ اطہار علیہم السلام کے کوئی دوسرا یقینًا ثابت نہین
جیسا بحث خلافت مین ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ تعالے) اور جیسا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو لگاوے
معنی قرآن کے اپنے راے سے تو اگرچہ حق پر پہونچے تو بھی گنہگار ہوگا چہ جائے کہ ناحق پر پہونچے
اس صورت مین کل کلام الٰہی کو ظاہر معنی مین سمجھنا یا خلاف مدعاے محکم برای خود کوئی معنی لگادینا
کسیطرح جائز نہین ہوسکتا چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ عمل کرو محکمات پر اور چھوڑدو متشابہات
کو کہ وہ تمکو فائدہ دے نہین سکتے ہین یعنی اُنکے معنی سمجھنے مین کچھ فائدہ اور نہ سمجھنے مین کچھ نقصان
نہین ہے باقی بحث اس مقام کی کتب مبسوطہ مین درج ہے یہ رسالہ تشریح کی اُسکے گنجایش نہین
رکھتا۔ اب جاننا چاہیے کہ اکثر لوگ ایسے توہمات قائم کیا کرتے ہین کہ پروردگار عالم نے کہ
کل شی پر قادر ہے کوئی ایسی قوت کیون نہ عطا فرمائی کہ جسکے ذریعہ سے انسان کل امور واحکام

غیبیہ پر اُسکے بلا واسطہ پیغمبران و علما خود بخود واقف و آگاہ ہوکر بلا شبہہ و شک مطابق اُسکی تعمیل
کیا کرتے یا یہ کہ ہمارے دلون کو ایسا کیون نہین بنایا یا کیون نہین بنا دیا کہ ہم برخلاف مرضی اُسکے
خواہش و عمل نکر سکین (یعنے باوجود قدرت ہمارے مادہ کو ایسی قابلیت و استعداد کیون نہین عطا کی کہ ہم
خواہی نخواہی کارہاے نیک یعنی اُسکی مرضی کے موافق کام کرتے رہین) یا یہ کہ جو لوگ انکار پیغمبران
یا امام کا کرتے ہین یا اُنکو ایذا پہونچاتے ہین یا اُنکے ساتھ جنگ و جدل کرتے ہین اُنکو یکبارگی
استاصل کیون نہین کر دیتا یا یہ کہ پیغمبرون کو شکست وغیرہ امور مغلوبانہ کیون واقع ہوتے ہین
علی ہذا ایسے ایسے توہمات سی یقین کو اپنے متزلزل کیا کرتے ہین پس واضح ہو کہ اوپر ظاہر ہو چکا ہے
کہ پروردگار عالم نے ہر خلق کو اپنے مخلوقات کثیرہ سے ایک ایک اصول علحدہ اور مختلفہ پر پیدا کیا ہی
اور اندر اسی اصول کے اُنمین عمل درآمد کرتا ہے اور یہی عقلاً بھی مناسب متصور ہی کسی کو
اسمین جاے چون وچرا نہین یعنی کوئی یہ کہ نہین سکتا کہ کل مخلوقات کو ایک ہی اصول پر یا ہمارے
خلقت کو فلان اصول پر کیون نہین خلق فرمایا (کیونکہ علاوہ اسکے کہ اس امر مین خالق مختار
و مخلوق کو استحقاق تکرار نہین ہے) ظاہر ہے کہ خلق مخلوقات سے مقصود اصلی اظہار قدرت ہی
اور اظہار انواع قدرت بغیر خلق انواع خلقت ممکن نہین لہذا خلق انواع خلقتا و پر انواع
اصول کے ضرور متصور ہوا اور یہی ضرور ٹھہرتا ہے کہ اوتعالے مطابق اصول مقررہ اُسکے خلقت کی
معاملہ کرے جیسا تمہید بحث ہذا مین ثابت ہو چکا ہے اور یہی ثابت ہو چکا کہ انسان از روے اصول
خلقت اپنے افعال تکلیفی مین مختار پیدا کیا گیا ہے نہ مجبور ایسے حالت مین مسلط کرنا پروردگار
کا ایسے عقل و فہم کو کہ کل احکام آلہی خود بخود معلوم کر لے یا نیک بنا دینا قلب کا جس سے
سواے از افعال نیک کے افعال بد صادر نہو سکین خلاف اصول خلقت و خلاف مقصود متصور ہے
کیونکہ اس حالت مین انسان مجبور ہوا جاتا ہے خواہی نخواہی صادر کرنے پر افعال نیک کے

ممکن نہین کیونکہ بنابر اختتام حجت پروردگار بشارت وانذار یعنی خوشخبری دینا اور خوف دلانا
خلائق کا اُنکو ضرور ہے اور انسان حسب اصول خلقت اپنی اطاعت کرنی یا ایذا پہونچانی
دونون پر مختار مگر بصورت ایذا رسانی بغیر حصول قوت ظاہری بزور قدرتی یا اعجازی انسداد
یا تبادلہ اس ایذا کا باعث مجبور کرنے اُنکو فعل اختیاری اُنکے سے خلاف اصول خلقت
انسانی و خلاف عدل ہے لہذا باوجود قدرت رد و بدل صبر برایذای مذکور ضرور و لازم ہے
اور ظاہر ہے کہ صبر اصلی وہی ہے کہ باوجود قدرت رد و بدل کے کیا جائے نہ کہ وہ جو بحالت مجبوری
کے کیا جاے لیکن بعوض اُس ایذا و مصیبت کے جو باوجود قدرت رد و بدل سہی جاتی ہی
اور بعوض اُس صبر و شکیبائی کے جو صرف بنظر قائم رکھنے اصول مقررہ پروردگار کے کیجاتی ہے
صلہ تام اور مدارج عالی اُنکو عنایت فرمائے جاتے ہین۔ واللہ اعلم بالصواب

بحث دوم مسئلہ قضا و قدر مین

واضح ہو کہ معنی قضا و قدر کے بہت ہین خصوص لفظ قضا بمعنی متعدد کلام شریف مین آیا ہی
مثل علم و حکم و قول و ختم و فراغ وغیرہ مگر مشہور قضا بمعنے تقدیر ہے اور تقدیر اُن کل احوال
بندگان سے مراد ہی جو خدا کو معلوم ہین یا حسب علم اُسکے لوح محفوظ اور لوح محو و اثبات پر
لکھ رکھے گئے ہین اسصورت مین تقدیر علم پروردگار متصور ہے خصوص نسبت افعال بندگان
کے کہ افعال تکلیفی اُسمین داخل ہین اور یہی اعتقاد ہے مذہب امامیہ اثنا عشریہ کا نسبت
تقدیر کے حسب اقوال معصومین علیہم السلام مگر اہل سنت خلاف اسکے کل تقدیرات کے
تعینی ہونے کا اعتقاد رکھتے ہین پس اگرچہ نسبت امور علاوہ افعال تکلیفی مثل رزق و اولاد
و موت و دیگر حادثات و واقعات اتفاقی جسمین افعال تکلیفی شامل نہون ممکن ہے کہ تقدیر
تعینی ہو لیکن اسصورت مین ضرور ہے کہ تعین بقاعدہ عدل و انصاف کیا گیا ہو کیونکہ

اگر بقاعدہ عدل و انصاف تصور نکیا جائے تو بقاعدہ ظلم و جور تصور ہوتا ہے اور ظلم و جور خدا سے
ناممکن مگر چونکہ ضرور ہے کہ وہ عالم مطلق علم اس تعین کا بھی قبل سے رکھتا ہو لہذا نسبت امور
مذکور بھی وہی علم تقدیر اول متصور ہے اور تعین و تحریر تقدیر ثانی اور یہی مراد ہے علمای امامیہ
کے کل تقدیر علمی سے لیکن تقدیر ان سب امور کے بھی تعینی ہونے مین بہت کلام ہے کیونکہ ایک
قسم کی خلقت کی نسبت بلاوجہ تعین مختلف جو صریحاً و بداہتاً ظاہر ہے اور جسمین کافر و دیندار
و صالح و زناکار و باغی و فرمانبردار یعنی کسی قسم کے استحقاق کے بھی تفریق دیکھے نہین جاتے
خلاف عدل تصور ہوتا ہے اور خلاف عدل قبیح ہے خدا سے ناممکن الوقوع ہے اگر اس تعین
کو مثل تعین قرعی کے تصور کیا جای تو اگرچہ ایسی تعین مین کوئی ظلم ثابت نہین ہوتا مگر ایسا تعین
بسبب نہین رہنے تعین بالاختیار کے داخل تعین تصور نہین ہو سکتا اس سبب ضرور ہے کہ
پروردگار نے باوجود قدرت تعین کے کل تقدیرات کو غیر تعینی رکھا ہو لیکن اسکا اختیار رہے
کہ اس تقدیر غیر تعینی مین حسب مناسب و استحقاق یا مرضی خاص اسوقت یا بعد ازان تغیر و
تبدل فرمایا ہو یا فرماے جسکا کچھ حال ہم بعد ازین مثال تقدیر دیگر مخلوقات ارضی کے لکھتے ہین
انشاء اللہ تعالے مگر تقدیر افعال تکلیفی انسان کہ یہان پر اصل غرض و بحث اس سے ہے کسیطرح تعینی
نہین ہو سکتی کیونکہ تقدیر تعینی مین مجبوری انسان کی ثابت ہوتی ہے اور پر خواہی نخواہی صادر کر
افعال معینہ کے اور مجبوری انسان کی خلاف ہوتی ہے اس اصول و اختیار کے جو بحث مسئلہ
جبر و اختیار مین بدلائل قطعیہ ثابت ہو چکا اور وہی قباحت درپیش ہوتی ہے لہذا ضرور ہے
کہ نسبت افعال مذکور الصدر تقدیر علمی ہو اور ظاہر ہے کہ ہرگاہ پروردگار نے انسان کو فعال
بالاختیار پیدا کیا ہے تو ضرور ہے کہ اُسنے باختیار خود کچھ نہ کچھ افعال صادر ہوان اور جو افعال
اُسنے باختیار خود صادر ہونے والے ہون ضرور ہے کہ پروردگار ان [illegible] و مقدمات کیفیت خود

پس او تعالیٰ نے نسبت علم محیط اپنے دریافت فرما کر درج فرمائی اور چونکہ علم خدا خلاف واقع نہیں ہو سکتا اسلیئے جو کچھ آئندہ اپنے علم سے دریافت کرکے لکھدیا ہی وہی ہوگا نہ خلاف اس صورت مین تقدیر سے مراد وہی مخفیات و مقدرات ہین جو بندگان فعال بالاختیار سے باختیار خود صادر ہونے والی ہون جنکو علم پروردگار محیط متصور سے تحریر کیئے جائین یا نہ پس ظاہر ہے کہ انسان بوجہ اس تقدیر کے اپنے افعال مین مجبور تصور نہین ہو سکتا بلکہ افعال اختیاری اُسکے مندرج کیے گئے ہین لیکن یہ عدم تعین تقدیر بغیر ضرورت خلق خلقت مختار باختیار و مرضی و مشیت پروردگار متصور ہے اور اسیکو قضائے الٰہی کہتے ہین ورنہ اگر خدا تعین فرمانا چاہتا تو قادر و مختار تھا اور اُس حالت مین مطابق تعین واقع ہوتا نہ خلاف تعین اور اب بھی قادر و مختار ہے کہ جس تقدیر غیر تعینی کو چاہے منسوخ کرکے تقدیر تعینی قرار دے یا تقدیر غیر تعینی خواہ تقدیر تعینی مین حسب خواہش و مرضی اپنے تبدیل و تغیر کرے گو بوجہ عدم ضرورت یا ہونے خلاف مقصود یا بوجہ دیگر قباحت کے ایسا عمل وقوع مین نہ لاوے مگر قادر و مختار ہونے مین اُسکے کسی طرحکا شک نہین ہے بلکہ نسبت تقدیر مندرجہ لوح محو و اثبات بدعا و الحاح بندگان یا بوجہی من الوجوہ تغیر و تبدل ہونے کی خبر ہے پس اسیطرح تقدیرات دیگر واقعات انسانی یا واقعات دیگر محدثات ارضی بھی تعینی نہین ہو سکتے کیونکہ ہرگاہ اس ارض پر خلقت ہای مختار مثل جن و انس وغیرہ خلق کیے گئی ہین اور دخل اُنکے اختیار کا جملہ اشیاء ارضی مین تا حد اختیار و قدرت عطا شدہ ممکن و ظاہر ہے تو اس صورت مین جس شی کی تقدیر تعینی تصور ہو اُسکے نسبت بے اختیاری مختارین کی لازم آتی ہے جو خلاف اصول خلقت و خلاف مقصود و خلاف عدل متصور ہے لہذا ضرور ہے کہ تقدیر واقعات جملہ محدثات ارضی غیر تعینی ہو اور ظاہر ہے کہ جو چیز خلق کیجاتی ہے اگر تقدیر اُسکی خالق و صانع تعین نہ کر سکتا ہو یا خالق و صانع قادر تعین نہ کردے تو ساتھ ہی اُسکے ایک شئی اُسکی بھی خلق ہو جاتی ہے

مصنوعات انسانی کے طرف نگاہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ باوجود عدم تعین یا تقدیر اشیا
اُنکو شدنی خلق ہوجاتی ہے مگر یہ شدنی بسبب آنکہ تعین کردہ قادر نہین محتوم نہین ہو
اسباب مقصودہ پس اگر اسباب اُسکے متغیر ہوجائین یا کوئی عالم قادر متغیر کرے تو متغیر
کیونکہ ظاہر ہے کہ اس دنیا مین یا خلقت مختار عاقل خلق ہے یا مختار غیر عاقل یا مجبور پس شدنی
مختاران متعلق بفعل اختیاری انکے ہو یا متعلق بفعل اختیاری دیگر مختاران یا متعلق بحادثات
وتاثیرات عالم اور شدنی مجبوران متعلق بفعل اختیاری مختاران ہے یا متعلق بحادثات وتاثیرات
عالم تو اگر ایسے اسباب جبریہ مختاران باختیار خود فعل اختیاری سے اپنے متغیر جاسکین یا
حادثات رک جاسکین موجود ہوجائین یا موجود کردیے جائین تو البتہ شدنی اول متغیر ہوجاسکتی ہو
شدنی انسان مین بحالت جہالت جو شدنی ہو وہ بحالت حاصل کرنے علم کے کہ فعل اختیاری
متغیر ہو جاسکتی ہے اور ظاہر ہے کہ ہر گاہ دنیا از روی اصول خلقت اپنے فانی اور مقام …
حوادث مقام راحت ورنج وعالم اسباب ہے تو حادثات وواقعات متعلق راحت ورنج وغیرہ
اسکے حادثات کے لیئے لازم ہی اور تغیر اسکی حادثات وواقعات وحالتہا محدثات کا بتغیر اسباب
ضرور جیسا کہ اسی تغیر اسباب کو تدبیر کہتے ہین گویا بر تغیر واقعات وحادثات کے تدبیر کا
معقول ہونا ضرور ہے جو تغیر رہنے علم بسبب … اور … قدرت تغیر سبب کے ممکن ہو …
مین ظاہر ہے کہ انسان اپنے افعال اختیاری پر تاحد قدرت اپنی مختار متصور ہے اور افعال پر دو
یا حادثات وتاثیرات پر عالم کے بہ سبب نہین رکھنے اسکی علم کے قبل سے اور نہین جانتے اُسکی تدبیر
مناسب دفع کی مجبور ہے لیکن جو تقدیر نوشتہ پروردگار ہے وہ ہر طرح محتوم متصور ہے کیونکہ پروردگار
نے بدریافت جملہ اسباب پیش آمدنی جو فی الحقیقت باختیار خود یا باختیار دیگران یا بحادثات عالم
واقع شدنی ہے … فرمایا ہے مگر جن واقعات کی نسبت اُسنے دریافت فرمایا ہے کہ دعا ویا علاج

بندگان واقع ہوگا یا برحمت خاص تغیر فرمانا اُسکا مناسب جاناہے اُسکو لوح محو واثبات پر
درج فرمایاہے اور جن واقعات وحادثات کی نسبت اُسنے دریافت فرمایاہے کہ دعا رو الحاح
بندگان واقع ہوگا یا تغیر فرمانا اُنکا مناسب نہین جاناہے اُنکو لوح محفوظ پر درج فرمایاہے
اسصورت مین ظاہر ہے کہ ایسی تقدیر وتحریر کی سبب کسی امر مین کوئی الزام اوپر خدا کے عائد
نہین ہوسکتا اور نہ کسی فعل اختیاری کے نسبت اختیار مین مختاران کے فرق تصور ہوسکتاہے
باقی رہی تشریح واقعات مندرجۂ بالا کی۔ مثلاً رزق وروزی پس ظاہر ہے کہ جملہ اشیا ضروریہ
موجودۂ عالم یعنے جو جسکا محتاج ہے خلق کردہ پروردگار ہے اور بھی اُسکی تحصیل کے قوائے بیا
موجود فرمودہ پروردگار اور بھی دست وپا وقوت تلاش وتحصیل عطا ساختہ پروردگار مگر ممکن ہے
کہ تعداد تحصیل تعین فرمودہ پروردگار نہو پس انسان کو اختیار ہے کہ تلاش کرے یا نہ یا جس وسیلہ
بیاہے تلاش کرے اگر وسائل اُسکے بہتر ہین اور تدبیر اُسکی مناسب ومعقول کیگئی ہے اور اختیار
دیگر مختاران یا حادثات وتاثیرات عالم اُسکی تحصیل قرار واقعی مین موافق رہے اور حائل نہین
ہوئی تو زیادہ تحصیل ہوسکتی ہے ورنہ کم لیکن پروردگار نے جسکو جن جن وسائل سے جسقدر
روزی بلحاظ جملہ واقعات وموانعات بیش آمدنی لعلم صادق لینے دریافت فرماکر درج فرمادیاہے
اُسکو اُسیقدر اور اُسیطرح حاصل ہوگی نہ بیش وکم یا بطور دیگر مگر اُسکو اختیار ہے کہ بدعا
یا الحاح یا برحمت خاص بیش وکم فرمائے اور مثلاً اولاد پس ظاہر ہے کہ سبب اولاد یعنی توالد
وتناسل مقرر کردۂ پروردگار ہے اور قوت وخواہش جماع واستعداد رحم نسبت قرار نطفہ بصورت
پہونچنے نطفہ کے عطافرمودۂ پروردگار مگر ممکن ہے کہ تعداد اولاد تعین فرمودۂ پروردگار نہو پس
انسان کو اختیار ہے کہ توالد وتناسل عمل لاوے یا نہ اور بصورت عمل مین لانے کے اگر نطفہ رحم مین
پہونچے اور حادثات وتاثیرات عالم یا عوارضات جو بہ بے احتیاطی اختیاری یا بحادثات عالم

عارض ہوسکنے مین مانع نہوات تو زیادہ اولاد ہوسکتی ہے ورنہ کم لیکن پروردگار نے بلحاظ جملہ اسباب بیش شدنی جسکو جسقدر اولاد بعلم صادق اپنے دریافت فرماکر لکھدی ہے اُسیقدر ہوگی نہ بیش وکم مگر اُسکو اختیار ہے کہ بوجہے من الوجوہ یا بمرضی خاص بیش وکم فرمائے اور مثلاً موت [illegible] عالم ثانی مین بھیجا گیا ہے تو آخر فنا اُسکے لیے لازم ہے اور از اصول [illegible] ہے کہ مدت فنا التعین فرمودہ پروردگار نہو بلکہ اُسنے ہر شخص کو سعقدر عمر [illegible] عطا فرمائی ہو پس اگر اختیار دیگر مختاران عاقل یا غیر عاقل یا حادثات عالم یا عوارضات جو بے اختیار الٰہی انتیاری یا حادثات عالم سے عارض ہوسکتی ہیں درمیان مین باعث فنا نہوں تو ہر شخص عمر طبعی تک پہونچ سکتا ہے اور اگر امور مذکور باعث فنا ہوجائین اور اُسکی تدبیر دفع مناسب و معقول نہوسکے یا یہ کہ اسباب فنا ایسے لاحق ہوجاوین جو تدبیر پذیر نہوں تو درمیان مین بھی موت آسکتی ہے لیکن پروردگار نے بلحاظ جملہ اسباب وجوہات بیش آمدنی جسکی جسقدر مدت عمر بعلم صادق اپنے دریافت فرماکر درج فرمادی ہے اُسیقدر ہوگی نہ بیش اور نہ کم مگر اُسکو اختیار ہے کہ بوجہے من الوجوہ یا بمرضی خاص بیش وکم فرمائے علی ہذا دیگر واقعات لیکن چونکہ اصول خلقت عالم وجملہ اشیای عالم باختیار ومرضی ومشیت پروردگار ہے جسکو قضاے الٰہی کہتے ہین اور بھی کل واقعات کا اُسکو علم حاصل اور اُسکے تغیر و تبدّل پر وہ قادر لہذا جملہ امور کو طرف قضا وقدر الٰہی کے نسبت دینا جائز متصور ہے اور بھی ممکن ہے کہ کوئی تقدیر تعینی ہو یا غیر تعیّنی بغیر حکم اُسکے اجراے پاتی ہو چنانچہ روایت ہی کہ جب جناب امیر علیہ السلام نے جنگ صفین سے مراجعت فرمائی تو ایک پیرمرد نے پوچھا کہ جانا ہملوگون کا طرف شام کے بقضا وقدر الٰہی تھا یا نہ آپ نے فرمایا کہ قسم اُس خدا کی جسنے دانون کو شگافتہ اور بندون کو پیدا فرمایا ہے کہ کوئی قدم نہین اُٹھایا ہمنے اور کسی جگہ نہین گئے ہم مگر

قضا و قدر الٰہی پس اُس پیر مرد نے کہا کہ پس تعب و مشقت ہماری عبث ہوئی اور کوئی مزد ہمارے لیے نہیں ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ وائے تجھ پر گمان کیا تو نے قضا کو کہ لازم ہے اور قدر کو کہ محتوم ہے اگر ایسا ہوتا تو کل ثواب و عقاب افعال بندگان باطل اور وعدہ ثواب و عقاب لغو ہوتا بلکہ قضا و قدر سے مراد حکم پروردگار ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی قولہ تعالےٰ وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ پس وہ مرد خوشحال اٹھا اس صورت میں انسان کو اوپر تکلیفات اس عالم کے جو باختیار خود لاحق ہوں اور اوپر مذمومات کے جو باختیار خود صادر ہوں انفعال اور جو باختیار دیگر مختاران عاقل کے لاحق ہوں مخاصمہ و انتقام یا عفو اور جو باختیار مختاران غیر عاقل کے جیسے کوئی گناہ نہیں یا حادثات و تاثیرات عالم کے جنکا اصول خلقت مقرر کردہ پروردگار ہے اور جسمیں ہم بندگان بتقصیر حد اعلیٰ اپنے لائے گئے ہیں لاحق ہوں صبر لازم ہے اور اوپر نعمات و حسنات اس عالم کے جو خلق کردہ پروردگار ہے اور جسکے تحصیل کے وسائل نوع بنوع مقرر کردہ پروردگار اور قوت و عقل تحصیل عطا کردہ پروردگار شکر واجب۔ اب باقی رہی تقدیر اجرام سماوی وہ بیشک تعیینی ہے اور کسی طرح غیر تعیینی متصور نہیں ہوتی کیونکہ انکے اوضاع ہمیشہ ایک روش پر قائم ہیں اور نہ انمیں اختیار مختاران کو دخل اور نہ حادثات عالم سے خلل۔ واللہ اعلم بالصواب

فصل سوم اثبات وجود پیغمبری میں اور جو کچھ اُس سے متعلق ہے

واضح ہو کہ ہرگاہ ثابت ہوا کہ پروردگار عالم موصوف بجمیع صفات کمال ہے تو ضرور ہے کہ مصلح ہو یعنی اصلاح کنندہ خلائق حسب صلاح خلائق مگر ظاہر ہے کہ اصلاح انسان جسمیں صلاح انکی متصور ہے منحصر ہے اوپر تہذیب اخلاق یعنی اختیار دین کے اور دین موقوف اوپر شرع کے ہے جیسا کلام دوم میں مقدمہ کے ظاہر ہوا لہذا ضرور متصور ہوا کہ پروردگار عالم کوئی شرع

موافق صلاح قائم کیے اور احکام اُسکی ہم انسانون پر واجب فرمائے [illegible]
[illegible] اجرا ے و رواج دین مین کوشش فرمائی آیا کبھی [illegible]
خیال کرسکتا ہے کہ آیا ہمکو پروردگار نے بیکار پیدا کیا ہے [illegible]
کے رد مین بہت دلائل قطعی قائم مین اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بیکار پیدا [illegible]
جو قبیح ہے اور خدا ایسے [illegible] نہان مطلا [illegible]
[illegible] بیکار پیدا کیا [illegible] پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ کام جو اُسکی
خوشنودی کے موافق ہوا اور جسکی تعمیل [illegible] اُسکی ہم پر [illegible]
واجب ہے لیکن ظاہر ہے کہ دریافت کرنا اس امر کا [illegible]
کون امور مخالف مرضی اسکے ہین اور ترک اُنکا ضرور ہے [illegible]
اور دریافت یقینی کی قوت عقل انسانی کو حاصل نہین [illegible]
صورت مین ضرور ہے کہ پروردگار جن کامون یا جن [illegible]
کرے یعنی اُن کامون یا اُن احکام شرع کا اظہار و تعلیم بطور [illegible]
اور نہ ہر تکلیف مالایطاق متصور ہوگی اور تکلیف مالایطاق [illegible]
جس سے خداے تعالیٰ مبرا و پاک ہے جیسا کہ بحث سوم مین مبحث [illegible]
اسی جگہ سے [illegible] کہ علماے مذہب امامیہ اثنا عشریہ نے لطف او پر خدا کے واجب جانا [illegible]
اہل سنت لفظِ وجوب مین کلام رکھتے ہین اور کہتے ہین کہ لفظ [illegible] مجبوری خدا کی
ثابت ہوتی ہے اور پر خواہی نخواہی کرنے کا روا جبی ہے اور [illegible]
حالانکہ یہ اعتراض اُنکا صریح بیجا ہے کیونکہ بحث مسئلہ جبر و اختیار مین ظاہر ہو چکا [illegible]
فک قدرت کو کہتے ہین نہ بحالت قدرت باختیار و مرضی خود اختیار محامد و ترک [illegible] اگر

اسی کا نام مجبوری رکھا جائے تو ہم کہہ سکتے ہین کہ کیا خدا قادر و مختار رہنے پر مجبور ہی جو ایسی
حالت مین مجبوری اختیار نہین سکتا یعنی برین تقدیر لزوم قدرت و مختاری بھی واسطے
خدا کے ضرور نہین ہوتا اور ظاہر ہے کہ یہ لطف پروردگار پر بوجہ عائد کرنے تکلیف واجبی اوپر
بندون کے تقاضاے عدل ذاتی باختیار و مرضی و خواہش اُسکے واجب سمجھا گیا ہے
ورنہ مختار تھا کہ اگر نچاہتا واجب کرتا بعدم تعین تکلیف و عقاب یا باختیار ظلم جو شاید
اہل سنت کے نزدیک [illegible] قبیح نہین اور اب بھی مختار ہے کہ جب چاہے تغیر وجوب فرمائے
باوجود تکلیف و عقاب یا باختیار تھا مگر باختیار اپنے ہرگز خلاف مصلحت و ظلم و فعل قبیح کا
مرتکب نہین ہوگا۔ پس شیعون کا اعتقاد یہی ہے کہ ہرگاہ تعین تکلیف عام ثابت ہی اور
ادائے عادل تو باوجود قدرت خلاف عمل ہرگز خلاف لطف یعنی خلاف عدل عمل مین نہ لاویگا اس سبب سے
ظاہر ہے کہ ایسا وجوب باعث مجبوری خداوند جائز متصور ہو نہین سکتا بلکہ انتہائی عدل
ثابت کرتا ہے اور انتہائے عدل ایک بڑی التعریف کی بات ہی پس اگر وجوب لطف نسبت خدا کے
گوارا نکیا جاوے تو حسب دلیل مندرجہ بالا قبح ظلم ضرور گوارا کرنا ہوگا۔ جو قبیح و ناجائز ہے بسبب
اُسکی ذات مستجمع الصفات کے عقلاً و نقلاً اب اہل سنت ان دو باتون مین جسکو چاہین گوارا
فرمائین۔ پس ہرگاہ ضرورت تعلیم ثابت ہوئی تو اب جاننا چاہیئے کہ تعلیم دو طریق سے باہر نہین
بیواسطہ یا بالواسطہ۔ اگرچہ تعلیم بیواسطہ کی رد مین بہت دلائل نظری ایسے قائم ہین جنکے
رو سے تعلیم بیواسطہ اکثر اصول ضروریہ لازمی کی خلاف تصور ہوئی ہی اور یہی ظاہر ہے کہ تعلیم بیواسطہ دو صورت سے باہر نہین
یا بطور تعلیم خاص انبیاء کے مثل الہام وغیرہ کیجائے یا بطور تعلیم عام خلائق کے بصورت اول ہر شخص کو نبی
ہونا ضرور ہوتا ہی مگر بسبب مختلف خلقت یہ لیاقت ہر شخص کو حاصل نہین اور بصورت ثانی محال اسواسطے
کہ محسوسات الٰہی غیر از جسم وعرض نہین اور ذات مقدس خلاق عالم برتر و بالاتر جسمیت و مشابہت

اجسام سے ہی اور عامہ خلق کی تعلیم بجز تعلیم جسمی ظاہری کے کوئی مفید مطلب نہین اور خدای تعالی
کا ادراک بحس ممکن متصور نہین چنانچہ انہین سب وجوہات و دیگر وجوہات بسیار کے سبب تعلیم بیواسطہ
غیر ممکن و قبیح تصور ہو کر مبعوث ہونا پیغمبرون کا لازم و ضرور سمجھا گیا ہے لیکن ہم عام فہم طور پر یہی
کہتے ہین کہ ان دونون صورتون کی حالت در انجام و مفاد ایک ہی ہے پس یہ اختیار ہے کہ ان دونون
صورتون مین سے جس شکل کو چاہے اختیار کرے کسیکو شمہ بھی استحقاق لم اور و کلام نہین اگر ان
دو شکلون مین سے کسی شکل سے تعلیم کرنا ظاہر و ثابت نہو تو البتہ بطور فہم عام سمجھ سکتے ہین کہ ہم بیکار
پیدا کئے گئے ہین بوجہ عدم لازم ہونے تعلیم کے اور اگر ان دو شکلون مین سے کسی شکل سے بھی
تعلیم کرنا ظاہر ہو تو بیشک و بلا عذر سمجھنا چاہیے کہ ہم بیکار و عبث نہین پیدا کئے گئے ہین مگر چونکہ
بمرور ایام یعنی بتجربہ ظاہر ہوتا گیا ہے کہ پروردگار عالم نے طریقہ تعلیم کے شق دوم کو اختیار کیا
یعنی بواسطہ پیغمبران جیسا باتفاق و اجماع جملہ اہل ملت کے ظاہر و ثابت ہی اور عقلا بھی یہی ثابت
و ضرور جیسا کہ اوپر ظاہر ہو چکا لہذا ان دو امرون کو یعنی عبث پیدا کرنے اور بیواسطہ تعلیم فرمانے
کو مردود سمجھنا ضرور ہے مگر یہ سمجھنا کہ بیکار پیدا نہین کیا جیسا خود فرماتا ہے افحسبتم انما
خلقناکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون یعنی آیا گمان کرتے ہو کہ ہمنے
تمکو عبث پیدا کیا ہے اور وہ کہ بروز قیامت طرف ہمارے رجوع نکروگے اور فرماتا ہے کہ و ما
خلقنا الجن و الانس الا لیعبدون اور بھی یہ سمجھنا کہ تعلیم ضروری بندگان بواسطہ پیغمبران
اختیار فرمائی ہے مگر چونکہ تعلیم مذکور ہر زمانے کے لوگون کو بطریق قابل یقین و اختتام حجت ضرور
لہذا ضرور ہی کہ پیغمبران و ہادیان معجزہ و مقررہ خدا ہر زمانہ مین قائم و موجود رہین تاکہ حجت خدا
ہر زمانہ کے لوگون پر ختم تصور ہو اور کوئی عذر کسیکو باقی نہ رہی جب نبوت منفصل اسکا مبحث خلافت
مین ظاہر کیا جائیگا انشاء اللہ تعالی چنانچہ اسیوجہ سے علماے مذہب امامیہ اثنا عشریہ نے ہر زمانہ مین

حجت خدا کا قائم رہنا ضرور جانتا ہے اور قائم رہنے کے قائل ہین اور کوئی زمانہ خالی از حجت نہین
سمجھتے جیسا کوئی زمانہ پیغمبر یا نبی یا امام سے خالی نہین رہا چنانچہ ظاہر ہے کہ اس آٹھ ہزار
برس کے زمانہ مین از پیدائش حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر
مبعوث ہوئے جنمین اکثرون کی عمر ہزار برس و قریب ہزار برس و بیش از ہزار برس ہوئی
باقی رہا تو ہم اس زمانہ غیبت کا وہ اپنے مقام پر رفع کیا جائیگا انشاء اللہ تعالی مگر اہل سنت سبب
وجوہ انکار وجوب لطف ضرور نہین جانتے پس معصومیت میں بھی وہی قباحت بوجہ عدم وجوب
لطف مین لاحق ہوتی ہے لازم آتی ہے یعنی جملہ تکلیف شرعی تکلیف مالا یطاق و ظلم تصور
ہوتے ہین لہذا واسطے اس انکار کے بھی وہی جواب کافی و وافی ہے پس اس صورت مین
ظاہر ہے کہ اگر کوئی منادی ایسی ندا کرے کہ ہمکو پروردگار عالم نے پیغمبر مقرر کرکے بھیجا ہے واسطے
تعلیم بندگان کے تو بصورت عدم یقین اختتام رسالت اسکی طرف توجہ کرنا ضرور اور واجب
ہے یعنی سننا اسکی باتون کا اور غور کرنا کہ وہ اپنے کلام مین سچا ہے یا جھوٹا جنہون نے ایسا
نہین کیا وہ البتہ گنہگار ہین پس اگر ظاہر ہو کہ وہ اپنے کلام مین سچا یعنی پیغمبر برحق ہے تو
اسکی اطاعت اختیار کرنا بجمیع وجوہ اور بجملہ امور لازم جنہون نے ایسا نہین کیا وہ مشابہ نافرمان کافر مین

بحث چہارم بہ ثبوت اس بات کی کہ پیغمبرون کے لئے کوئی نشان پیغمبری کا واضح و مستحکم ہونا ضرور ہے

جب یہ معلوم ہوا کہ پروردگار عالم نے بنا بر تعلیم احکام واجبی اپنے پیغمبرون کو واسطہ گردانا ہے
اور ظاہر ہے کہ ماموری پیغمبران جو صرف انکے بیان سے ظاہر ہوتی ہے ایک امور غیبیہ سے ہے
جسکی واقفیت یقینی کی قدرت انسان کو حاصل نہین اور اختیار تعلیم کہ تعمیل تکلیف اسپر
موقوف ہے بغیر معرفت یقینی پیغمبر غیر گوارا بلکہ ناجائز و ناروا کیونکہ اسصورت مین رجوع کرنا

بطرف غیر پیغمبر کے بھی ممکن تصور ہوتا ہے لہذا ضرور ہے کہ پروردگار عالم جسکو مامور بہ پیغمبری کرے اُسکو کوئی نشان ماموری ایسا عطا فرمائے کہ جسکے رُو سے معرفت یقینی اُسکی خاص و عام انسان پر آسان ہو اور کسیکو مجال انکار کی باقی نرہے اور جو انکار کرے وہ مستوجب سزا قرار دیا جائے۔ اسطرح کہ بے سزا حق قرار دینا اُسکا ظلم نہو ایسی شکل میں انسان جت [illegible] تکلیف ما لا یطاق متصور ہوگی جو ظلم ہے اور خدا اُس سے منزہ ہے۔

بحث سوم معرفت مین پیغمبرون کے اور جو کچھ اُن سے متعلق ہے اوسمین پانچ بحثین ہین

بحث اول معرفت مین عام پیغمبرون کے

واضح ہو کہ اگرچہ معرفت پیغمبرون کی بیانہ صفات [illegible] اور اخلاق [illegible]
افضل [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] نشانی [illegible]
خصوص [illegible] انسان اُسکے علی الخصوص جاننے کیلئے کافی [illegible] سکتی
کیونکہ اول [illegible] صفات کے ظاہر و باطن یکسان اور [illegible] ثابت
اور ظاہر ہے کہ انسان کو امور باطن و امور غیب کے دریافت یقینی [illegible]
اسلیے [illegible] صفات کے یقین کامل حاصل کر نہین سکتا ہے دوسرے بنا بر صفات خود [illegible]
بنا بر تمیز افضلیت صفات فہم صحیح و عقل سلیم کا ہونا ضرور ہے اور ظاہر ہے کہ [illegible] عقل
کل انسان کو میسر نہین سوم قاعدہ ہے کہ جبتک انسان اپنے کو دوسرے سے کسی امر مین
عاجز نہین سمجھتا ہے افضلیت دوسرے کی دل سے قبول نہین کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ
انسان کو اپنی صفات اور اپنے اعمال زیادہ تر بہتر اور عزیز معلوم ہوتے ہین [illegible]

ں صورت میں یہ جبلت صفات پیغمبر کے فہم و تمیز کے لیے بیشک مخل ہو سکتی ہے اور
ے کلمہ و کلام پیش آسکتے ہیں جنکا فیصل ہونا اور تصفیہ پانا کبھی ممکن نہیں چہارم بنا بر تمیز
ات عرصہ دراز درکار ہے تا کل صفات دریافت میں آجائیں اور یہ امر باعث ہوتا ہی اوپر
ل رسالت کے اور تعطیل رسالت صریح قبیح ہے پس صورت میں پیغمبروں کے لیے بنا بر ثبوت پیغمبری
یسے نشان کا ہونا ضرور ہے جو عام فہم و بدیہی و صاف و صریح و واضح و فیصل و مستحکم اور جلد
ن لینے کے واسطے کافی ہو جیسا کہ بحث چہارم بحث دوم میں ثابت ہوا جسکے ذریعہ سے
بروں کو جلد پیغمبر برحق جانکر انکے کل صفات کا موجود ہونا خود بخود بلا بغیر دیکھے اور تمیز کے
ں منظور ہو جائے پس وہ نشان معجزہ ہی جو پیغمبروں کو منجانب اللہ بہ ثبوت پیغمبری
وری انکے عطا فرمایا گیا ہے اس سے بدیہی اور واضح اور فیصل و مستحکم تر جیسا الیقین کے لیکر
ہو کوئی دوسرا نشان نہیں ہو سکتا چنانچہ اوسنے خود فرماتا ہے کہ کیا ہمنے نہیں بھیجے پیغمبران
بحث کے علما متفق ہیں کہ حجت سے مراد معجزہ ہے اگرچہ شرح معجزہ کے بعد ازین بحث
میں کیجائیگی۔ انشاء اللہ تعالے لیکن یہاں معجزہ کی تعریف اسیقدر لکھی جاتی ہے کہ معجزہ
ہونا اس امر عجیب کا اور صادر کرنا اس فعل غریب کا ہی جو قوت انسانی سے باہر ہو
ں ہو ساتھ قدرت پروردگار کے یعنی کل اہل دنیا متفق ہوں کہ وہ فعل بجز قدرت
گار کے کسی کے اختیار میں نہیں نہ بذریعہ قدرت و قوت خاص نہ بذریعہ علوم و فنون
ن مثل طلسم و سحر و شعبدہ وغیرہ اور از ابتداے قیام دنیا تا حال ویسا فعل کسی سے
لیا ہو مگر پیغمبران و مقربان درگاہ الٰہی سے مثل حیات موتی وغیرہ کے پس اس
ہی سے خود روشن و مبرہن ہے کہ معجزہ ایک دلیل مستحکم اور برہان قاطع ہے واسطے ثبوت
ی کے اور بدیہی اور موافق ہے ساتھ فہم ہر شخص کے چہ خاص و چہ عام اور کسیکو اسمین

مجال انکار وحجت کی نہین کیونکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہی اور یقین کر سکتا ہے کہ جو امر صرف پروردگار کے
اختیار مین ہے وہ سوای پیغمبر یعنی فرستادہ خدا و مقرب درگاہ حدیث کے کسی دوسرے کو حاصل ہو
نہین سکتا جیسا بحث اعجاز مین ظاہر ہوتا ہی انشاء اللہ تعالی پس معجزہ ایک آیت محکم اور قطعی
اور یہی ہے آیات الہی سے اور ایک نص قاطع وصریح و عام فہم ہے نصوص خدا سے بذریعہ جسکے
نور الیقین پیغمبری ہو کر پیغمبر مین کل صفات کا موجود رہنا خود بخود یقین ہو جاتا ہے کیونکہ جسکا
فعل معجزہ تقرب ثابت کرتا ہے صاحب اعجاز کا خدا سے اور چونکہ تقرب خدا بغیر موجودگی صفات
ممکن نہین لہذا ضرور ہے کہ صاحب اعجاز بجمیع صفات مامور ہو چنانچہ کتاب معارج النبوت مین
آغاز باب معجزات لکھا ہے کہ معجزات آنحضرت کہ دلائل و آیات صحت و ثبوت اصدق رسالت
اوست صلعم اسصورت مین جو شخص باوجود معائنہ خواہ اقبال و یقین ایسے معجزہ کا انکار کرے
پیغمبری سے پیغمبرون کے اور اختیار نکرے اطاعت انکی وہ بیشک گنہگار و کافر ہے مگر یہان
یہ شبہہ نہ گذرے کہ ہنود وغیرہ بھی اپنے دیوتاؤن سے افعال اعجازی یعنی احیاء
موتی وغیرہ کا صادر ہونا ظاہر کرتے ہین اس سے اتفاق اہل دنیا اس بات پر ثابت نہین
ہوتا کہ افعال مذکور غیر از اختیار خدا و رسول نہین واضح ہو کہ یہ توہم صریح غلط و بیجا ہے
کیونکہ خود ہنود جن لوگون کے ساتھ افعال مذکور کے نسبت کرتے ہین انکو یا خدا یا مقرب درگاہ
خدا کہتے و سمجھتے ہین غیر مقرب اور کسی کے پاس ایسا ثبوت نہین کہ ہنود خواہی نخواہی سچ کہتے ہین
یا یہ کہ وہ دیوتا مقرب درگاہ خدا نہ تھے ضلالت ہنود بنا بر رد تقرب انکی کافی نہین کیونکہ ممکن
ہے کہ وہ مقرب خدا ہون اور ہدایت راست کی ہو مگر ہنود بعد مرور ایام خود ضلالت مین پڑ گئے
ہون اسصورت مین اتفاق اہل دنیا باطل نہین ہوتا بلکہ زیادہ تر ثابت ہوتا ہے کہ ان افعال
کی نسبت غیر از خدا یا مقربان درگاہ الہی دوسرے کے ساتھ نہین دیکاتی اور اہل دنیا ان افعال کا

صادر ہونا غیر از خدا یا مقربان خدا دوسرے سے ممکن نہین سمجھتے باقی دیگر شکوکات معجزہ بحث اعجاز
مین صاف کیجائیگی انشاء اللہ تعالے باقی رہا یہ اعتراض کہ ہرگاہ معرفت و تصدیق رسالت پیغمبران
منحصر ہے اوپر معجزات اُنکے تو پیغمبرون کو اپنی معرفت اور اپنی رسالت کی تصدیق اور احکام الٰہی
کی دریافت یقینی ہونیکے لیے کیا چاہیے اگر بالواسطہ فرض کیجائے تو اُسکے لیے کوئی دوسرا پیغمبر صاحب
اعجاز درکار ہے مگر اس صورت مین دور و تسلسل لازم آجائیگا جو قطعاً ممتنع العقل ہے اور اگر بیواسطہ
تصور کیا جاوے تو تصدیق و دریافت بیواسطہ کیونکر قابل یقین ہو سکتی ہے پس واضح ہو کہ
از روی اخبارات دینی ظاہر ہے کہ پیغمبرون کو احکام الٰہی اور اخبار اُنکی رسالت کی بجانب پروردگا[ر]
بواسطہ فرشتگان وحی الٰہی کے پہونچتی ہین اور ظاہر ہے کہ فرشتگان معرفت الٰہی اور دریافت یقینی
و تعمیل لوازمی مین احکام الٰہی کے خود مجبور خلق کیے گئے ہین اور یہی تمام قدرتہای پروردگار جو اُنکے
معرفت بدیہی و یقینی پر حاوی ہین اُنکے پیش نظر ہین جنکے سبب سے اُنکو کوئی ضرورت و احتیاج
دوسرے پیغمبر کی متصور نہین لہذا شبہہ دور و تسلسل باطل ہوا باقی رہی صورت یقین پیغمبران اوپر
اُن اخبارات و احکامات الٰہی کے جو بواسطہ فرشتگان وحی اُنکے پاس پہونچتے ہین اور صورت
تصدیق یقینی اپنے رسالت کی جو بذریعہ اُن اخبارات و احکامات کے اُنکو دریافت مین آتی ہے سو
واسطے اس تصدیق و دریافت یقینی کے اُنکو خود اپنے معجزات کافی متصور ہین کیونکہ ظاہر ہے کہ
وہ لوگ اپنی قدرت ذاتی و علمی وغیرہ سے زیادہ تر آگاہ ہو سکتے ہین نسبت دیگر خلائق کے لہذا اُنکو
معجزات اُنکے واسطے دریافت یقینی احکام الٰہی و تصدیق رسالت اپنے زیادہ تر کافی متصور ہین نسبت
دیگر خلائق کے اور یہی ممکن ہے کہ پیغمبران واسطے اس تصدیق و دریافت یقینی کے کوئی معجزہ خاص
[illegible] پروردگار وقت مبعوث فرمانی اُنکے کوئی آیت خاص واسطے اس
تصدیق و دریافت یقینی کے ظاہر فرما دیتا ہو جیسا کہ آنحضرت صلعم کو قبل وقت مبعوث ہونے کے ٩٠

انتجار واحجار وغیرہ باتب رسالت سلام کرتے تھے اس صورت مین بخوبی ظاہر و ثابت ہی کہ
کے لئے تصدیق اپنے رسالت و دریافت یقینی احکام آلہی کے ناممکن متصور نہین۔ وباللہ التوفیق

بحث دوم صفات ضروریہ پیغمبران مین

پیغمبر کے لئے ضرور ہی کہ افضل الناس ہو جمیع صفات حمیدہ مین اور پاک ہو جمیع مذمومات
ناپسندیدہ سے اور یہ امر واسطے پیغمبری کے ایسا لازم و ملزوم ہی کہ جبتک یقین صفات
ہوتا پیغمبری قبول نہین کیجاتی اور جب یقین پیغمبری ہوجاتا ہے تو کل صفات خود
ہوجاتے ہین اور کوئی شک یا شبہہ اسمین باقی نہین رہتا اور کیون نہو کہ اول
قبول نہین کر سکتے کہ جسکو خدا انتخاب و برگزیدہ کرے واسطے نیابت اپنے اور
اُس سے دوسرے افضل ہون اور جب کوئی اُس سے افضل ہوا تو یہ وہ افضل ہوا
دوسرے ظاہر ہی کہ پیغمبر مامور ہوتا ہے واسطے سرداری عالم کے ازجانب خدا تو اسصورت مین
اگر دوسرے اُس سے افضل ہون تو ترجیح بلا مرجح یعنے تفضیل مفضول لازم آتی ہے کہ وہ
ناجائز اور قبیح ہے صریحی پس ارتکاب ناجائز و قبیح کا خدا سے ممکن نہین اسلئے ضرور ہے کہ پیغمبر
افضل ہو جمیع اہل دنیا سے تیسرے موصوف ہونا پیغمبر کا کل صفات حمیدہ مین تو واسطے
انجام خدمت پیغمبری کے ضرور اور درکار ہے یعنی بغیر اجتماع صفات حمیدہ انجام خدمت پیغمبری
دشوار و محال ہے جیسا عنقریب ظاہر ہوتا ہے انشاء اللہ تعالے تو اس صورت مین خدا سے
ممکن نہین کہ جسکو کسی خدمت کے لئے انتخاب کرے وہ لیاقت انجام کی نرکھتا ہو یا اسباب انجام کا
اُسکو عطا نفرمائے اسلئے ضرور ہے کہ پیغمبر موصوف بجمیع صفات حمیدہ ہو اب چند صفات جو پیغمبر
کے لیے ضرورتر ہین تفصیلاً و اجمالاً لکھی جاتی ہین **اوّل** پیغمبر کے لئے ضرور ہی کہ صادق کامل ہو
ہر کلام مین کیونکہ پیغمبر ظاہر کرنے والا ہے احوال و احکام غیب کا تو جبتک صادق کامل نہوگا

سننے پر اعتماد و اعتبار ہو نہین سکتا اور جب اعتبار نہین ہوا تو رسالت اُسکی بیکار ہوئی
دوم پیغمبر کو ضرور ہے کہ معصوم ہو کل مذمومات سے کیونکہ پیغمبر منع کرنیوالا ہے اور روکنے والا
مذمومات سے تو جبتک خود مذمومات سے پاک نہو دوسرے پر منع اوسکا اثر پذیر ہو نہین سکتا اور
جب اثر پذیر نہین ہوا تو کوئی فائدہ نہین ہوا اُسکی رسالت سے سوم پیغمبر کو ضرور ہے کہ دانا تر
و عالم تر ہو جمیع خلائق سے کیونکہ پیغمبر الزام دینے والا ہے خلاف رو براہ چلنے والون کو تو اگر
دانا تر و عالم تر نہوگا تو عاجز رہجائیگا کلام مین اُن لوگون سے جو اُس سے افضل ہین علم و
دانائی مین اور جب عاجز رہ گیا تو ترک نہین ہو سکتی وہ راہ اور جب ترک نہین ہوئی وہ راہ
تو فائدہ نہوا اوسکی رسالت سے چہارم پیغمبر کو ضرور ہے کہ عادل تر ہو جملہ خلائق سے کیونکہ
پیغمبر آتا ہے واسطے خلافت دنیا کی منجانب خدا تو اگر عادل تر نہو تو کچھ خصوصیت نہین ہوئی خلافت
مین بادشاہت بادشاہان دنیا سے تو خلافت اُسکی قلباً قبول نہین ہو سکتی بمقابلہ اُنکی جو اُس سے
اعدل زیادہ ہون اور جب خلافت اُسکی قلباً قبول نہوئی تو کچھ فائدہ نہوا اُسکی رسالت سے
پنجم پیغمبر کو ضرور ہے کہ جامع ہو کل اخلاق پسندیدہ کا کیونکہ کلام دوم مین مقدمہ کی ظاہر ہوا
کہ دین تہذیب اخلاق کو کہتے ہین اور پیغمبر تعلیم کرنیوالا ہے امور دین یعنی اخلاق نیک کا
تو جبتک خود اخلاق پسندیدہ نرکھتا ہو دوسرے کو تعلیم کر نہین سکتا اور جب تعلیم کر نہ سکا
تو پیغمبری اُسکی بیفائدہ ہوئی ششم پیغمبر کو ضرور ہے کہ پاک ہو جمیع عیوب ظاہری و باطنی
سے کیونکہ پیغمبر مرجع ہے کل خاص و عام خلائق کا اور عیوب باعث ہین نفرتِ خلائق کی
اور جب نفرت ہوئی خلائق کو تو انجام کار رسالت کا اُس سے دشوار و محال ہے +

بحث سوم حقیقت اعجاز مین

واضح ہو کہ جو عجائبات پیغمبرون خواہ نبیون وغیرہ سے صادر ہوتی ہین اُنکو اعجاز کہتے ہین

مگر چونکہ اکثر عجائبات مثل سحر و طلسم و شعبدہ وغیرہ کے علوم و فنون کے ذریعہ سے بھی صادر ہو سکتے ہین اسواسطے تعریف معجزہ مین یہ قید لگائی گئی ہے کہ جو عجائبات ساتھ دعوی پیغمبری خواہ نبوت وغیرہ کے صادر ہون اعجاز ہین والا فلا اور وجہین اس قید کی تین ہین اول یہ کہ پیغمبر کو صادق کامل ہونا ضرور ہے اور تصدیق بے دعوی مین بصورت صدق تصدیق کذب مصدق لازم آتا ہے اور بصورت صدق مصدق کذب تصدیق چنانچہ نقل ہے کہ ہارون رشید نے بہلول دانا سے واسطے قبول کرنے خدمت قضا کے استدعا کی اونھون نے فرمایا کہ مین لیاقت اس خدمت کی نہین رکھتا خلیفہ نے کہا کہ آپ بخوبی اس خدمت کی لیاقت رکھتے ہین فرمایا کہ اگر مین نے سچ کہا تو ظاہر ہے کہ لیاقت نہین رکھتا ہون اور اگر جھوٹ کہا تو بس جھوٹا لایق خدمت قضا کے نہین مگر خلیفہ نے نہ مانا آخر صبح کو اونھون نے بطور دیوانون کے اپنے کو ظاہر کیا جب خلیفہ کو خبر ہوئی کہا کہ بہلول دیوانہ نہین ہے بلکہ دانا ہے اسی روز سے بہلول دانا مشہور ہوے دوسرے ظاہر ہے کہ پروردگار عالم ہر شخص و ہر علم و ہر فن پر قادر ہے پس ہرگاہ اوسنے معجزات عجائبات کو ثبوت و نشان رسالت و نبوت وغیرہ کا قرار دیا ہے تو جو شخص ساتھ دعوی دروغ پیغمبری وغیرہ بذریعہ سحر وغیرہ عجائبات کا اظہار چاہیگا تو ہرگز خدا اوسکو پورا ہونے نہ دیگا اور ضرور ہے کہ اوسکو جھوٹا کردے اور اکثر ایسا دیکھا بھی گیا ہے چنانچہ نقل ہے کہ ایک جو ایک نقاش تھا ملک چین مین اوسنے بغیر پرکار کے ہاتھ سے دائرہ کھینچنے کی ایسی مشق پہونچائی تھی کہ جو دائرہ کھینچتا تھا وہ از روے قاعدہ علم ہندسہ درست اور ٹھیک اترتا تھا اور کبھی خطا نہین ہوتی تھی اوسپر اوسنے دعواے پیغمبری کرکے واسطے دینے امتحان کے ایک مجلس آراستہ کی اوس مجلس مین جو دائرہ کھینچا وہ نادرست برآیا آخر پشیمان ہوا ایسے ہی مسیلمہ کذاب نے آنحضرت صلعم کے وقت مین دعواے پیغمبری کیا تھا بسبب نقلین اعجاز تعلو

کی کتب اہل اسلام میں مندرج ہین آخر کذاب مشہور ہوا اگر ساحر اور شعبدہ باز وغیرہ دعوائے
پیغمبری کر کے اپنا کام انجام کر سکتے تو سب دعوائے پیغمبری کر لیا کرتے۔ سوم ہرگاہ بذریعۂ
اعجاز تقرب خدا ثابت ہوتا ہے اور اثبات تقرب سے صدق تو ظاہر ہے کہ دعویٰ یعنی کلام
صادق سے بڑھکر کوئی دلیل یقینی نہین اسلئے پہلے اُسکو ظاہر کرنا چاہیے کہ وہ پیغمبر ہے یا
نبی یا امام اور بعد ازان دوسرون کو حسب قول اُسکے تصدیق کرنا لازم ہے نہ خلاف قول
اُسکے چنانچہ اسی دعوی کے سبب جناب امیر علیہ السلام اکثر منبرون پر فرمایا کرتے تھے سلونی
عمّا دون العرش یعنے سوال کرو مجھسے ماورائے عرش کے کہ تحقیق کہ اس سینہ مین میرے
علوم بسیار ہین جسپر ناقصان ایمان بتصور غرور معترض ہوا کرتے تھے اور ہوتے ہین اور یہ نہین
سمجھتے کہ جسکے لئے دعوی کرنا ضرور ہے اُسکو فخر کسیطرح جائز نہین اب جاننا چاہیے
کہ اگرچہ اعجاز و سحر وغیرہ مین فرق بین ہے چنانچہ علمانے اکثر تشریح اسکی کی ہے لیکن عوام ناواقف
اُنکے تفریق کو سمجھ نہین سکتے۔ اسلئے چند دلائل جو بنا بر رفع ان اشتباہ کے کافی ہین درج
کیے جاتے ہین اول ظاہر ہے کہ انسان کو کوئی چیز بغیر سیکھے نہین آتی تو سحر وغیرہ علمون کے
لئے اُستاد کا ہونا ضرور ہے اور جب سلسلہ بسلسلہ اُستاد ہونگے تو وہ چیز عام اور مشہور ہو جائیگی
دنیا مین اور اکثر لوگ اُسکے جاننے والے نکلینگے مخصوص بہ پیغمبر نہ رہین گے اور جو چیز اُسوقت
مخصوص بہ پیغمبر نہین وہ اعجاز نہین دوم سحر و طلسم وغیرہ دکھانے کے لیے اُنکے لوازمات
مقررہ و معینہ کا ہونا ضرور ہے کہ بغیر اُسکے چل نہین سکتے اور معجزہ کے لئے صرف دعا بدرگاہ باریتعالے
کافی ہے سوم سحر وغیرہ علمون کی ایک حد ہے پس وہ اپنے حد کے اندر انجام ہو سکتے ہین اسلئے
ہمیشہ تیار رہنا ساحر وغیرہ کا ممکن نہین اور قدرت پروردگار کی کوئی حد و انتہا نہین اسلیے پیغمبر
کبھی جھوٹھا نہین ہو سکتا اور جو کسیوقت بھی جھوٹھا ہو جاوے وہ پیغمبر نہین چہارم سحر برے

کاموں مین چلتا ہی اور شعبدہ کھیل اور تماشا ہی اوسکو قیام نہین اور معجزہ ان سب سے بری ہے پنجشم پیغمبر وغیرہ کو موصوف بجمیع صفات حمیدہ اور طمع وغیرہ نفسانیات سے بری ہونا ضرور ہے اور ساحر وغیرہ مین اجتماع کل صفات کا ممکن نہین اور نہ وہ طمع وغیرہ نفسانیات سے بری ہو سکتے ہین پس بدانست میرے ظہور معجزات باجتماع صفات دلیل کامل ہے اوپر صدق معجزہ اور صدق دعوے دعوی کنندہ کے اگرچہ دلائل مندرجہ بالا تغیر تفریق و امتیاز معجزہ از سحر وغیرہ لکھی گئی ہین لیکن معجزہ اصلی جو واسطے ثبوت یقینی پیغمبری کے کافی ہے اور جسکے ذریعہ سے پیغمبر کی حجت ختم سمجھی جا سکتی ہے وہی ہے کہ تعریف جسکی بحث اول مین اس بحث کے لکھی گئی ہے یعنی اوس عجیب کا جو باتفاق اہل دنیا سواے قدرت پروردگار کے دوسرے کی قوت مین نہ ہو یا نہ پایا جاوے اور غیر مشتبہ ہو سحر وغیرہ علمون سے جیسے حضرت نوحؑ کا ایک چھوٹی سی کشتی کا وقت طوفان عظیم مین قائم و ثابت رہجانا اور حضرت ابراہیمؑ کا ویسے انبار آتش سے سلامت نکلنا اور بذریعہ افواج پشہ اوس افواج کثیر نمرود کا برباد کر دینا اور حضرت موسیؑ کا شق نیل کر کے سلامت عبور کر جانا اور ایک عصا سے صدہا عجائبات دکھلانا اور حضرت عیسیٰ کا احیاے موتی کرنا اور آنحضرت صلعم کا سایہ نہونا اور شق قمر و رجعت آفتاب فرمانا اور سوسمار وغیرہ جانورون سے نسبت رسالت اپنی گواہی دلوانا اور مثل اوسکے ایسا معجزہ جو ایک ہی ہو تو بھی ثبوت پیغمبری کے دلیل کافی و حجت وافی ہے کل خلائق پر چہ خاص و چہ عام اور باقی معجزہ بھی ساتھ ایسے معجزات کے صحیح و صادق ہین کما لا یخفی۔

بحث چہارم عقیدت و سلوک لازمی اہل دین نسبت بہ پیغمبران

واضح ہو کہ امورات دین مین ادراک جن امور کا محض عقل سے ضرور ہے اور تمیز جن باتون کی صرف عقل سے متعلق ہے وہ معرفت وجود خدا ہے اور بعد ازان پہچاننا اوسکے پیغمبرون کا

کہ وہ خود بدیہی و سہل و آسان تر ہے جملہ مفہومات سے جیسا ظاہر ہو چکا اور بعد اقبال یقین
وجود خدا و تصدیق بالیقین نبوت پیغمبر کوئی ضرورت ضروری عقل سے باقی نہین رہتی بلکہ بحالت
موجودگی پیغمبر یا جانشین موصوف بصفات پیغمبر عقل محض بیکار و محکوم و فرمانبردار اونکی
متصور ہے عقلاً و نقلاً کیونکہ بعد ازین جو امور قابل دریافت و آگہی ہین چہ متعلقہ اصول و
چہ از فروع کل بوجوہ و غیر وجہ جیسی ضرورت ہو خود پیغمبر سے بوجہ احسن دریافت و معلوم
ہو سکتے ہین غور عقلی درکار نہین بلکہ بمقابلہ قول پیغمبر نظریات عقل کا اعتبار نہین کیونکہ پیغمبر
وجوہ عقل سے افضل و معتمد زیادہ ہے کیونکہ بحث دوم مبحث ہذا مین ثابت ہو چکا ہے کہ
اول پیغمبر کو افضل الناس ہونا ضرور ہے علم و دانش مین اس صورت مین کوئی کیسا ہی عاقل
و عالم ہوگا عقل و علم اوسکا علم و دانش پیغمبر تک ہرگز نہین پہونچیگا اور علاوہ اسکے خود حکیم
مطلق و علیم برحق ہر وقت معین و مددگار پیغمبرون کا رہتا ہے لہذا جو حقائق امور پیغمبر سے
دریافت و معلوم ہو سکینگے عقل سے ہرگز ممکن نہین **دوسرے** پیغمبر صادق کامل ہوتا ہے اور
عقل اہل دنیا بسبب لاحق رہنے علل و شامل ہوجانے قیاسات کے صادق نہین
کیونکہ صادق وہی تصور کیا جاسکتا ہے جس سے نقیض و متضاد اقوال ظاہر و صادر
ہون پس ظاہر ہے کہ پیغمبران از سلف تا خلف اپنے اقوال اصولی مین متفق ہین مختلف
بھی نہین تا بتقیض و متضاد چہ رسد اور یہ بھی معلوم ہے کہ جملہ اہل دنیا مین عاقل تر حکما یعنی
فلسفہ مشہور ہین حالانکہ ہزارون اقوال و مسائل عقلیہ حکمیہ نقیض و متضاد ہین مثلاً ایک حکیم
کہتا ہے کہ زمین ساکن ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ زمین کو گردش ہے پس ان دو اقوال ضدین
مین ضرور ہے کہ کوئی ایک ہی راست ہو اور دوسرا ناراست یہ کسیطرح ممکن نہین کہ دونون
راست ہون حالانکہ دونون حکیم اپنے اپنے مدعا پر دلائل عقلی قائم کرتے ہین اور دونون ہی اہل

اقوال کو راست سمجھتے ہین خلاصہ یہ کہ کل ریاضی اور فلسفہ حکمای متقدمین کا اس زمانہ تک
پہونچتے پہونچتے بدل گیا اور وہ بھی اپنے فہم و دانش پر مغرور تھے اور یہ بھی مغرور ہین اس صورت
مین صاف ظاہر ہے کہ عقل اہل دنیا سلیم و صادق و قابل اعتبار نہین مگر امورات بدیہی و
یقینی مین سوم پیغمبر معصوم مطلق ہوتا ہے اور عقل بسبب شامل ہوجانے اغراض
نفسانیہ کے اور غیر معصوم ہونے اپنے باتون کی معصوم نہین جیسا کہ ظاہر و ہویدا ہے کہ
[illegible] و معتقدات [illegible] پر بھی جنگ و جدل یعنی ہٹ دھرمی سے باز نہین رہتے اور [illegible]
[illegible] و تصورات قیاسیہ [illegible] کر کے اوسپر ناز کرتے ہین اور بدانست اپنے اوسکو دلائل قطعیہ
سمجھکر جانتے ہین غرض کہ ہر حال مین پیغمبر بنسبت عقل کے افضل تر اور معتمد زیادہ ہے
چنانچہ اللہ تعالے بھی فرماتا ہے کہ النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم یعنی نبی بہتر
و افضل ہے مومنون کو انکی جانون سے انکے پس لفظ انفس مین نفس ناطقہ یعنی عقل داخل
متصور ہے اس صورت مین قول پیغمبر بنسبت نظریات عقلی زیادہ تر یقین کے قابل ہے اور
نظریات عقلی بمقابلہ قول پیغمبر بیشک خلاف و باطل بلکہ نظریات عقلی بغیر ثبوت از قول
پیغمبر غیر قابل یقین کامل لہذا اہل دین کو یہی لازم ہے کہ جو کچھ پیغمبر کہے اوسکو بصدق دل
اور بالیقین راست اور حق سمجھین اور نظر عقلی اوسپر نکرین کہ بسبب فضیلت پیغمبر از عقل نظر عقلی
عبث اور غیر ضروری ہے بلکہ شایان عقل و ایمان یہی ہے کہ پیغمبر کو عقل کل بلکہ بالا ز عقل کل
جانین اور اوسکی قول پر بغیر نظر عقلی نظریات عقلی سے بڑھکر یقین و اعتماد کرین اور جو نظریات
عقلی اوسکے قول و فعل سے ثابت نہوا وسی حتما اعتبار و یقین نظر ہا ہین اور یہی معنی یقین کے
ہین۔ اس صورت مین ضرور ہے کہ بعد تصدیق یقینی پیغمبر کے تفصیل جملہ صفات ثبوتیہ و سلبیہ
اللہ تعالے کی اور جملہ احکام فرائض و واجبات و جملہ امور قابل الاختیار و الترک کو کلام خدا [illegible]

جو بذریعہ پیغمبرون کے پہونچتا ہے اور بیان و اخبار صادق پیغمبران سے دریافت کرین نہ
از عقل کیونکہ اکثر امور خود عقلی نہین اور جو عقلی ہین اونمین اکثر حتمی نہین اور جو حتمی
ہین اونمین اکثر بدیہی و سریع الفہم نہین اور جو بدیہی و سریع الفہم ہین اونمین بسبب دریافت ہونے
انکے زبان معجز بیان پیغمبر سے نظر عقلی کی کوئی ضرورت نہین مثلاً اگر پیغمبر فرماوے کہ خدا احد و صمد
لم یلد و لم یولد دانا توانا قادر مختار عادل عالم حی قائم قدیم حکیم مدرک فاعل بالارادہ رحیم حلیم
سمیع بصیر خبیر علیم صابر صادق شاکر غفور و لاشریک ہے اور جسم و صورت و لون وغیرہ
کم و کیفیت نہین رکھتا ہے یا اوسکا مثل و ضد نہین یا اوسکو مکان و جہت نہین یا وہ محسوس
بحواس ظاہری و خیال نہین اور اوسکو کوئی دیکھ نہین سکتا یا وہ قابل حلول اجسام اور محل
حوادث نہین یا اگر پیغمبر فرماوے کہ خدا نے افضل کیا ہے پیغمبرون کو جمیع مخلوقات پر اور فرض
اور واجب کیا ہی اطاعت انکی بندون پر یا اگر پیغمبر فرماوے کہ خدا نے نماز و روزہ و زکوۃ و حج
جہاد و فرض کیا ہے بندون پر اور واسطے حاصل کرنے تہذیب اخلاق کے حکم دیا ہی یا اگر
پیغمبر فرماوے کہ خدا نے پیغمبرون کے لیے جانشین قرار دیے ہین اور اونکی اطاعت
واجب کی ہے یا اگر پیغمبر فرماوے کہ خدا نے مومنون کے لیے بہشت اور کافرون کے لیے
دوزخ خلق کی ہے اور ایک روز قیامت کا قائم کرکے سبکو اوٹھائیگا اور اعمال نیک و بد کا
حساب کریگا اور ثواب و عقاب دیگا یا اگر پیغمبر فرماوے کہ خدا نے دونون جہان اور زمین و آسمان
کو اور جو اوسکے اندر ہے خلق کیا ہے ایک لفظ کن سے علی ہذا تو بصدق دل یقین کرکے کہنا
چاہیے کہ آمنا و صدقنا اور کچھ نظر عقلی اوسپر کرنا نہین چاہیے بلکہ جو اقوال خلاف
عقائد یا متشابہ یا محتمل المعنی پائے جائین اونکے معنی مین سکوت لازم ہے مگر غیبت پیغمبران
مین اونکے اقوال کی تصحیح حسب قاعدہ تصحیح نقل لینے بتواتر جائز وغیرہ کرنا ضرور ہے اگرچہ

اقوال صادق پیغمبران پر بایں یقین کہ ہرگز خلاف عقل نہونگے گو ہماری عقلون سے وجوہ عقلی قائم ہوں یا نہ غور کرنا اس طرح پر کہ بصورت قائم ہونے اور نہ قائم ہونے وجوہ عقلی کے یقین برابر رہے مومن کے لیے کچھ مضائقہ معلوم نہین ہوتا مگر یقین کامل کے خلاف ہی اگرچہ بنظر الزام مخالفین ہو لیکن پیغمبرون کے اقوال کو بحضور اونکے بطور نظر یعنے بنظر عقلی دیکھنا یا غیبت مین خلاف قاعدہ تصحیح نقل صرف باستدلال عقلی جانچنا البتہ خلاف ایمان کے ہی بلکہ نفاق ثابت کرتا ہے کیونکہ بطور نظر یعنے بنظر عقلی دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوس قول راست وحق ہونے مین کچھ شک ہی اور جب قول کے راست و درست ہونے مین شک ہی تو پیغمبر کے صادق کامل ہونے مین شک ہی اور جب پیغمبر کے صادق کامل ہونے مین شک ہی تو پیغمبر کے پیغمبر برحق ہونے مین شک ہی اور جب پیغمبر کے پیغمبر برحق ہونے مین شک ہوا تو بجز ایمان خالی از نفاق نہین اور کبھی اس صورت مین درصورت نہین قائم ہونے وجوہ عقلی کے شک زیادہ ہو کر بیشک ایمان مین فتور پڑ جائیگا پس جن لوگون نے رائے اپنی بمقابلہ رائے پیغمبر کے غلط کی یا اقوال و افعال پر پیغمبر کے کسی طرح کا شک لائے یا معترض ہوئے مثل معترضان و شک کنندگان صلح حدیبیہ وغیرہ کے وہ اسمین داخل تصور ہونگے۔ اب جاننا چاہیے کہ بعض مغروران عقل ایسا کہتے اور سمجھتے ہین کہ ہم خود عقل سے خدا کو پہچانتے ہین اور تہذیب اخلاق کو جانتے ہین ہمکو پیغمبر کی احتیاج نہین ہے جیسا کہ حکمای موحد کا قول ہے پس ایسے لوگون کو حکیم و عاقل سمجھنا محض نادانی و خلاف عقل ہے بلکہ وہ لوگ غرور عقل کے سبب دیوانے اور مجنون ہو گئے ہین کیونکہ اگرچہ تسلیم کیا جاے کہ وہ لوگ اپنی عقل کے زور سے خدا کو پہچانتے ہین اور تہذیب اخلاق کو بخوبی جانتے اور اوسپر عمل کر سکتے ہین لیکن طریق عبادت کو جو حاصل معرفت خدا اور سر دفتر تہذیب اخلاق کا ہے کیونکر سمجھ سکتے ہین کہ عبادت فرائض سے ہے عقل نہین۔ کیونکہ عبادت

بندگی کو کہتے ہین اور بندگی بجالانا احکام تکلیفی کا ہے بلا افراط و تفریط عقلاً و نقلاً جیسا بعد ازین
بحث ما للعبد مین مفصل ظاہر کیا جاے گا انشاء اللہ تعالی اور احکام تکلیفی اور اوسکے انداز و مقدار
و قیود کا دریافت کرنا عقل سے محال اسصورت مین عبادت کی فرض و تعین کرنے کا اوسکو حقیقا
ہے کہ جسکی عبادت ہو یعنی معبود کو نہ عابد کو اور کبھی وقتاً فوقتاً حسب مصلحت وقت و زمان اندر وسعت
انسان اوسکے سہل و شدید کرنے کا وہی مختار ہے نہ کسیکو اوسکی شدید کیے ہوئے کو سہل کرنے کی
مجال اور نہ کسیکو اوسکی سہل کیے ہوئے کو شدید کرنے کا مقدور ورنہ خلاف داب خدائی متصور ہے
اس صورت مین تہذیب اخلاق کو بھی خلاف بندگی اختیار کرنا فائدہ مند ہو نہین سکتا لہذا کیا
عاقل اور کیا جاہل سبکو پیغمبر کی ضرورت ہے کوئی دنیا مین اس ضرورت سے خالی نہین مگر
[illegible] کافر لیکن اس بحث کی کسی مقام سے یعنی جہان کہا گیا ہے کہ اکثر امور دینی عقلی نہین
اور دریافت اونکی مخصوص بہ بیان پیغمبر کے گئی ہے اس سے یہ تصور نہو کہ امور از امور دین
خلاف عقل ہے یعنی امور واجب الاختیار کوئی حسن عقلی یا امور واجب الترک کوئی قبح عقلی
نہین رکھتے یا یہ کہ خدا اور رسول سے امر القبیح امکان ہے جیسا اہل سنت کہتے ہین کہ امور دین
بعض [illegible] ہین حسن عقلی نہین رکھتے بلکہ اوس کلام سے مراد ہماری یہ ہے کہ عقل انسانی کل
معقولات کی فہم پر محیط نہین اور نہ بسبب مختلف رہنے عقلون کے اور لاحق رہنے عوارض و اغراض
کے کل امور قابل الفہم کے فہم اصلی واقعی واحد پر محیط ہی کیونکہ ظاہر ہے کہ جملہ امور از روی حسن
و قبح دو یا چند قسم کے ہو سکتے ہین بعض کا حسن و قبح صریحی و بدیہی ظاہر ہے اور بعض محتمل بحسن و قبح
اور بعض مشترک اور بعض حسن یا قبح خفیف رکھتے ہین اور بعض کثیر اور بعض ظاہراً کوئی حسن خفیف
[illegible] اور باطناً قبح عظیم اور بعض ظاہراً کوئی قبح خفیف رکھتے ہین اور باطناً حسن عظیم اور بعض
ظاہراً نہ حسن رکھتے ہین نہ قبح اور باطناً حسن رکھتے ہین یا قبح اور بعض نہ ظاہراً حسن نہ قبح رکھتے ہین

نہ باطناً اور بعض کے حسنات مفید تر ہین اور بعض کے چندان مفید نہین اور بعض کے قبیحات
مضر تر ہین اور بعض کے چندان مضر نہین اور بعض مفید خاص ہین اور مفید غیر ہین اور بعض
مفید غیر ہین اور مضر خاص اور بعض مفید دنیا اور مضر آخرت ہین اور بعض مضر دنیا و مفید
آخرت اور بعض کا ترک و اختیار انسان سے سہل و ممکن ہے اور بعض کا دشوار و مشکل ہے
اور بعض ایک زمانہ اور ایک ایام اور ایک وقت مین بوجوہات خاص حسن کیفیت
یا مفید ہین یا مضر یا قابل الاختیار ہین یا قابل الترک اور دوسرے زمانہ اور ایام اور وقت
مین بے حسن یا بے قبح یا غیر مفید یا غیر مضر یا غیر قابل الاختیار یا غیر قابل الترک علی ہذا اور ان
کل اقسام مین بعض کا حسن و قبح مفید و مضر حقوق پروردگار ہے اور بعض کا مفید و مضر حقوق
تمام خلائق اور بعض کا مفید و مضر ذات خاص اور کبھی ان کل امور کے لیے مدارج ہین یعنے
کسی خاص درجہ تک حسن رکھتے ہین۔ اور بعد متجاوز ہوجانے اوس درجہ سے داخل قبیحات ہوجاتے
ہین اسصورت مین علاوہ اون امور کے جنکا حسن و قبح صریحی و بدیہی ظاہر ہے باقی کل امور
کے حسن و قبح کی ترجیح و تحقیق و تفریق و تعین و تحدد ضرور ہے۔ جو عقل انسانی سے بطور اصل
و واقع۔ اور قابل اعتماد و یقین دشوار و محال ہے اور اسیطرح صفات الٰہی اگرچہ عقلی ہون مگر
چونکہ جملہ تفصیل اوسکی بدیہی نہین اسلیے دریافت کرنا اونکی جملہ تفصیل کا عقل انسانی سے بطور
اصل و واقع و لائق یقین و اعتماد غیر امکان ہے لہذا کوئی ایک عقل کل درکار و مطلوب ہے
تاکہ امور محتمل و مشترک الحسن و القبح کو اصلاً مرجح اور مخفی الحسن و القبح کو اصلاً متحقق و مفید و مضر کو
اصلاً متفرق و مفید و مضر دوامی و زمانی و دنیاوی و اخروی کو اصلاً معین اور ممکن الاختیار
والترک و غیر ممکن الاختیار والترک کو بلحاظ تکلیف مناسب اصلاً محدود کرکے لوگون کو اختلافات
قبیحہ سے امن مین رکھے مگر ظاہر ہے کہ اس عقل کل ہونے کی لیاقت و قابلیت و استحقاق بجز

اُس علام الغیوب و واقف جملہ صلاح و عیوب یعنی پروردگار کی دوسرے کو حاصل نہین یا اوسکو
حاصل ہو سکتی ہے جسکو وہ تعلیم فرما کر عقل کل بنا کہ وہ پیغمبر ہے لہذا جملہ صفات الٰہی و جمیع امور
قابل الاختیار و الترک کو ذریعہ اقوال یقینی خدا و رسول بدیہی و یقینی درک کرکے اختیار و ترک کرنا
لازم ہے اور علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ نفع دینے موقوف ہی اوپر خوشنودی پروردگار کے اور خوشنودی
پروردگار کی منحصر ہے اوپر تعمیل حکم و واجبات الٰہی کے مطابق حکم و وجوب جسمین وہ سہل و دشوار
کرنے کا اور قابل عفو و غیر قابل عفو قرار دینے کا مختار و مجاز ہے اور خلاف اسکے باعث خطا و غضب
اور بصورت نہ رہنے کسی حکم کے نہ خوشنودی متصور نہ غضب اسلیے امور دین کو نقلی ہون یا عقلی
بدیہی ہون یا نظری بدریافت اقوال و حصول حکم خدا و رسول کے واجب الاختیار و الترک
کرکے حسب قواعد مقررہ دین اختیار اور ترک کرنا واجب ہی اور خلاف اسکے ناروا ہی و ناجائز
و باعث خسران دنیا و آخرت ہے لہذا ہم فیصلہ اس بحث کا اسطرح کرتے ہین کہ امور دینی
بسبب دانا و عالم و حکیم مطلق ہونے پروردگار کے حقیقتاً یعنی از روی وضع کے حسن عقلی سے
معمور ہین مگر واسطے اہل دین کے (کہ جملہ صفات ذاتی پروردگار کا یقین کر چکے اور پیغمبر کو عقل
کل و اصدق الناس جان چکے ہین جو لازمہ ایمان ہے اور اعتماد و یقین رکھتے ہین کہ خدا
و رسول سے امر بخلاف عقل و قبیح غیر امکان ہے) شرعی ہین لیئے اہل دین کو اومین کوئی چون
و چرا جائز نہین اور نہ غیر و نبیون کو اس بحث کی رو سے راہ دین کا دریافت کرنا مناسب کیونکہ
یہ راستہ راہ حق کے تلاش کا نہین ہے بس بیراہ جانے سے ضرور ہی کہ خارستان بلا مین
مبتلا ہو جائین لیکن قول اہل سنت اس مقدمہ مین خالی از اضطراب و اختلال نہین کیونکہ
ظاہر ہے کہ اگر خدا سے امر بخلاف عقل و قبیح و ظلم وغیرہ حسب اعتقاد اہل سنت ممکن تصور ہو
تو ضرور ہے کہ اون امور کے نسبت وہ معاذ اللہ نادان و ظالم تصور کیا جائے جو اوسکی ذات

ستودہ صفات بہ قبیح و ذمیمہ اور مذموم در مذموم اور خلاف اقوال خدا اور رسول ہے اور یہ کہ وہ دانا
وحلیم و موصوف بجمیع صفات و عادل بھی تصور کیا جاوے اور بھی امر بخلاف عقل و قبیح و ظلم ممکن
تصور ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ صریحی و بدیہی قبول نقیضین و متضاد و خبطگی ہے تو جب یہ دونوں شقیں باطل
ہوئیں تو بخوبی ثابت ہوا کہ او تعالے دانا و حلیم و موصوف بجملہ صفات و عادل مطلق ہے اور امر بخلاف
عقل و قبیح و ظلم ہر آئینہ اُس سے غیر امکان ہے اور یہی ہے مختار مذہب امامیہ کا جیسا کہ او تعالے
خود فرماتا ہے کہ واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا علیہ اٰباءنا واللّٰہ امرنا بہ
قل ان اللّٰہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللّٰہ ما لا تعلمون
یعنی جب کوئی قبیح عمل میں لاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اسی حال پر پایا ہے ہم نے اباو اجداد کو اپنے
اور خدا نے ہمکو حکم کیا ہی پس کہہ ہے محمد صلعم کہ خدای تعالے امر نہیں فرماتا ہی واسطے قبائح و مذموم کے
آیا نسبت دیتے ہو ساتھ خدا ے عز و جل کے اوس امر کو کہ نہیں جانتے ہو اور بھی فرماتا ہے کہ
قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن یعنی کہہ ای محمد صلعم کہ سوا ے اسکے نہیں ہے کہ حرام
کیا ہی پروردگار نے ہمارے امور قبیحہ کو جو کچھ ظاہر ہے قبح اوسکا اور جو کچھ پوشیدہ ہی علی ہذا

بحث پنجم بہ ثبوت رسالت خاص آنحضرت صلعم

چونکہ بمرور ایام یعنی تجربہ سے قائم و جاری ہونا سلسلۂ رسالت کا ظاہر و معلوم و مشہور ہے سبکو
اُن لوگون سے جنسے اس مقام کی بحث متعلق ہے اس سے انکار یا اسمین تکرار نہین اور نہ ہو سکتی ہے
اور ظاہر ہے کہ ہر سلسلۂ جاری شدہ کا تا باختتام جاری رہنا ضرور ولابد ہے اور کسی دین و ملت
مین خبر اختتام رسالت تا اُس دین ملت کے ثابت نہین اور نہ کوئی قائل و دعوی دار ہے
لہذا بعد از پیغمبران سابق بھی رسول کا مبعوث ہونا عجب نہین بلکہ ضرور متصور ہے مبعوث ہونا
بعد پیغمبران سلف بھی اگر کسی کا دعوی پیغمبری کرنا ظاہر ہو تو حسب دلیل مندرجہ بحث سوم

بحث دوم اہل دنیا کو اسکی طرف توجہ کرنا یعنے معلوم کرنا اسکی کلام کو اور دریافت کرنا اسکے حال کو ضرور و واجب ہی اور بصورت ثبوت صدق دعوی اطاعت اسکی لازم ہے چنانچہ مطابق اسی اصول کے اہل اسلام بر طبق دعوی رسالت آنحضرت صلعم آپ کے کلام کی طرف توجہ کرکے اور معائنہ معجزات و صفات ضروری و کافی صادق جان کے ایمان لائے اور مطیع ہوے اور جو لوگ متوجہ نہین ہوے یا بصورت توجہ خلاف بدیہہ ایمان نہین لائے وہ بیشک کافر مطلق متصور ہین کیونکہ کل اہل دین و ملت متفق ہین کہ پیغمبرون کی شناخت اعجاز و صفات سے ہوتی ہے اور کل پیغمبر اعجاز و صفات سے پہچانی گئی تو اسصورت مین یہان بھی بصورت توجہ اس اطمینان کا راستہ بند نہ تھا بلکہ ایک بہت بڑا معجزہ کافی ترجسکا معائنہ بغیر طلب ممکن تھا یعنی سایہ نہونا جسم مبارک کا ہمیشہ اور ہر وقت آپکے شامل موجود تھا۔ اور اب دعوی کرنا آپکا نسبت رسالت اپنی وجود دین اسلام سے اور صادق برانا اور صادق رہنا اپنے دعوی مین اجراء دین و قیام دین و ترقی دین و خوبی دین و کثرت شیوع دین سے ظاہر و ثابت ہی اور یہی ظاہر ہے کہ جن ملتون سے اس مقام کی بحث متعلق ہے اسوقت دو قائم ہین موسائی و عیسائی یعنی یہود و نصاری تو چونکہ بحث سوم بحث دوم مین عقلاً ثابت ہو چکا کہ بنظر تبلیغ و تعلیم احکام الٰہی کے اور بنا بر رفع اختلاف و تردد و اضطراب اہل دین کے ہر زمانہ مین کسی حجت خدا یعنے ہادیان منجانب خدا کا قائم و موجود رہنا ضرور و لازم ہی ورنہ ہر تکلیف تکلیف زاید و نا ممکن متصور ہوگی۔ جیسا تجربتاً بھی دیکھا جاتا ہے کہ پروردگار عالم نے از ابتدای پیدایش حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کوئی زمانہ انبیا سے خالی نہین چھوڑا اور پانچ سات سو برس کے اندر کوئی رسول یعنی پیغمبر اولے العزم یعنی صاحب دین و کتاب برابر مبعوث فرماتا رہا۔ تو اسصورت مین بعد زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف عقل و تجربہ مذکور کے اس اٹھارہ سو

برس سے زمانہ تک کسی نبی یا رسول کا مبعوث نہونا خلاف مصلحت بندگان و ترک لازم و
قبیح متصور ہے جس سے خدا مبرا و پاک ہی اس صورت مین دعوای رسالت آنحضرت صلعم کا
واسطے عیسائیون کے بخوبی ثابت ہی اور واسطے یہودیون کے ثابت تر ہے اور اسیطرح بعد دعوی
رسالت آنحضرت صلعم کے اس تیرہ سو برس کے زمانہ تک کسی نبی یا رسول کا دعوی نبوت یا
رسالت کر کے صادق نہ برآنا بخوبی مبنی ہے اوپر اثبات اختتام رسالت آنحضرت صلعم کے لہذا
ہر شخص کو ہر زمان مین آپ کے اقوال و احوال کیطرف امعاناً توجہ کرنا اور اگر خدا ہدایت کرے
تو رسول صادق و پیغمبر برحق جاننا واجب و لازم ہے لیکن معجزات آنحضرت صلعم کے کہ
دلیل فیصل و برہان مستحکم ہین واسطے ثبوت پیغمبری کے پس واضح ہو کہ چونکہ آنحضرت صلعم
اشرف رسل و خاتم الانبیا ہین اسواسطے پروردگار عالم نے بنابر ثبوت رسالت آپکے از ابتدای
پیدائش حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام تا زمان بعثت آپکے معجزات باہرہ و شواہد ظاہرہ و
اعجاز واضحہ متکاثرہ مقرر فرمائی۔ تا کوئی دقیقہ اختتام حجت کا باقی نہ رہجائے چنانچہ کل
معجزات مذکورہ کہ ہزارہا ہوے ہونگے بتفصیل و بروایت صحیح بقید نام و احوال راویان کتب
مبسوطہ اہل اسلام مین درج ہین جسکو شوق ہو ملاحظہ فرمائے یہ رسالہ گنجایش انکی تفصیل
کی نہین رکھتا ہے مگر بطور اجمال مشتے نمونہ از خروارے دکھلایا جاتا ہے **اول** نور آنحضرت صلعم کو
پیشانی مین حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کے جلوہ گر فرمایا۔ اور اُسی نور کو برابر پیشانیون
مین آپکے آبا و اجداد کے منتقل کرتا رہا تاکہ کل خاص و عام خلائق واقف و آگاہ رہین کہ پھر فخر
رسل خاتم الانبیا مبعوث ہونے والا ہے اور یہ قصہ بطور ذکر و تذکرہ تا زمان بعثت برابر ورد
زبان خاص و عام رہے تاکہ ہنگام بعثت امر جدید تصور ہوکر اقبال رسالت مین آپ کے تعطل و
توقف واقع نہو **دوم** کل کتب سماویہ کو آپکے احوال و صفات و نشان و وقت پیدائش و بعثت سے

املو کر دیا اور زبان سے ہر ایک پیغمبر کے ظاہر کروایا تاکہ کل اہل دین و ملت آپکی رسالت سے خبردار
ہو رہین کہ وقت بعثت کوئی شک و شبہ آپکی رسالت مین پیش نہ لا دین چنانچہ نشانات کتب
سالقہ کے معارج النبوت وغیرہ کتب اسلام مین درج ہین سوم بزمانہ قرب پیدائش و وقت
پیدائش آیات کثیرہ ظاہر فرمائے تاکہ چشم غافل شدہ گان کو انگشت ہوشیاری ہو جاے مثل
شکست کنگرہ قصر نوشیروان و اخبار سطیح کاہن از حال بعثت آنحضرت صلعم وغیرہم چہارم
بعد تولد و قبل بعثت آیات متواترہ دکھلای مثل سایہ ابر و سرسبز ہو جانے اکثر اشجار کے از مقدم
آنحضرت صلعم وغیرہ اور صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ بیش از طاقت انسانی عطا فرمائی تاکہ
لوگ واقف و آگاہ ہو رہین کہ کوئی برگزیدہ خدا و پسندیدہ خالق جل و علی ہے پنجم بعد بعثت
معجزات باہرہ و روشن و وافر و آشکارہ مرحمت کئے جو کتب مبسوطہ مین بتفصیل تمام درج ہین
مثل شق القمر اور رجعت آفتاب اور گواہی سوسمار و دیگر جانوران برسالت آنحضرت صلعم اور
اخبار غیب اور اطاعت اشجار و احجار وغیرہم ششم مہر نبوت آپکی پشت مبارک پر عطا فرمائی
جسکا نقش یہ تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور سایہ آپ کے جسم مبارک کا بقدرت
کاملہ اپنے معدوم فرمایا ہفتم افضل ترین معجزات قرآن آپ پر نازل فرمایا جو کہ قائم
و جامع ہزارہا معجزات کا ہے اور جسمین دعوی کیا گیا ہے فصاحت کا دعوای سخت یعنی کہا گیا ہے
کہ جو شخص اسکو کلام خدا نہ سمجھے وہ اسکی ایک چھوٹی صورت کے برابر بھی کوئی صورت مقابلہ
اسکے لادے پس ممکن نہین ہے کہ سواے خدا اور رسول کے کوئی ایسا بڑا دعوی کرسکے عہدہ برا نہو
یعنی صادق رہے اپنے دعوے مین اور اہل ہر وقت و زمان کے بمقابلہ اوس دعوی کے گردن
بجہالت خم کئے رہین اسصورت مین ظاہر ہے کہ پروردگار نے کار ضروری اپنا بطور ضرور و بوجہ
اتم یعنی بسطح واسطے اتمام حجت کے کافی ہو انجام و انصرام فرمایا اگر اہل دنیا حسب واجب ۲۰

اپنے خیال و توبہ نکرکے فکر دنیا رہا ہے دنیا مین غارت خول رہین تو یہ انکا قصور ہے نہ ناتوانی
خدا کی ۔ وباللہ التوفیق

مبحث چہارم تشخیصات ضروری مین جو بعد از پیغمبر بنا بر تفرقۂ راہ حق و صواب درکار ہین اور اوسمین سات بحثین ہین

بحث اول تشخیص ایمان و نفاق مین

پوشیدہ نہ رہے کہ ایمان اقرار کرنا اصول دین اور اونکے متعلقات کا ہے زبان سے اور تصدیق کرنا قلب سے ۔ اور نفاق اقرار کرنا امور مذکورہ کا ہے زبان سے اور نہ تصدیق کرنا قلب سے اور اسلام اقرار کرنا امور مذکورہ کا ہے زبان سے اور تصدیق کرنا یا نکرنا قلب سے چنانچہ مولوی عبدالعزیز دہلوی اپنے تفسیر مین بہ تفسیر الذین یؤمنون بالغیب لکھتے ہین کہ اقرار محض را بے تصدیق مذمت فرمودہ اند درہمین سورہ درآیہ ومن الناس من یقول اٰمنّا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ہم بمؤمنین یعنے از جملہ مردمان کسانیکہ ہستند میگویند کہ ایمان آوردیم بخدا و بروز آخرت ونیستند ایشان از ایمان آورندگان پس معلوم شد کہ اقرار محض حکایت ایمان است اگر حکایت محکی عنہ مطابق افتاد فہما والا افسانہ خرافی وزوری بیش نیست یعنی نفاق است ومحکی عنہ نیست مگر تصدیق الی آخرہ اور جو شخص اقرار باللسان نکریگا تصدیق بالقلب کرتا ہو یا نہ کافر ہے جیسے اکثر یہودان حقیت دین آنحضرت صلعم کو بخوبی جانتے تھے مگر بجہت اسلام قبول نہین کیا چنانچہ اکثر احادیث اس عبارت پر دال ہین یعنے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ یہود مجکو اوسطرح پہچانتے ہین کہ جیسے لڑکے اپنے لڑکون کو مگر ایمان نہین لاتے تو ان لوگون کو تصدیق قلب حاصل تھی مگر بسبب نہین کرنے اقرار لسانی کے کافرون مین داخل ہین پس دین آنحضرت صلعم کو دین اسلام اس وجہ سے

قرار دیا ہی کہ اس دین مین مومن و منافق دونون کو جگہہ دیگئی ہے جاے مومن ظاہر ہے کہ ہو المقصود
وجای منافق بنظر رفع فسادات اوخون کے و بنا بر چند مصالح دیگر کہ اپنی جگہہ پر ذکر کیجاینگی انشاء اللہ
تعالے چنانچہ اسی سبب سے خدا اور رسول نے باوجود دریافت کثیر منافقین کے کسی منافق کو دین سے
خارج نہین کیا اور نہ نفاق کسی کا علانیہ ظاہر فرمایا اگر منافقین اس دین مین شامل نہوتے
یا خارج کردیے جاتے تو اس دین کو دینِ ایمان کہتے نہ دینِ اسلام اب جاننا چاہیے کہ ہرگاہ ایمان
اقرار باللسان و تصدیقِ بالقلب کو کہتے ہین اور نفاق اقرارِ باللسان غیر تصدیق بالقلب کو
اور ظاہر ہے کہ امورِ قلبیہ پر وقوف بجز خدا اور رسول کے کسیکو حاصل نہین لہذا التصدیق بالقلب
یا عدمِ تصدیق بالقلب کا معلوم کرنا یعنی ایمان خواہ نفاق کا دریافت کرنا انسان سے محال
و غیر ممکن ہے اسصورت مین ہم کسیکو یقیناً مومن خواہ منافق کہہ و سمجھ نہین سکتے ہین بیش ازین
نیست کہ مسلم جانین یعنے ایمان و نفاق کے درمیان گمان رکھین اور حقیقت حال کا عالم خدا کو
سمجھین اور یہ جو عرف مین اسلام قبول کرنے کو ایمان لانا اور اہل دین و مذہب کو مومن کہتے ہین
یہ کہنا مجازاً و اصطلاحاً ہے نہ حقیقتاً و یقیناً۔ اس صورت مین ظاہر ہے کہ مجرد اسلام قبول کرنے
کا۔ یا دینِ اسلام پر رہنا۔ بنا بر اثباتِ ایمان اوسکی حجیت کافی و وافی ہو نہین سکتا جبتک ایمان
تصدیق قلبی ثابت نکیا جاے اور ایمان تصدیق قلب قابل یقین بجز گواہی خدا اور رسول
کے ثابت ہو نہین سکتا کما لا یخفی اس سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر گواہی خدا اور رسول ایمان خواہ مومن کو تشخیص کرنا
[illegible] مگر ہان اولی بذریعہ ان اعمال و اقوال و اطوار کے جو امورِ قلبیہ پر قیاس یعنے ظن غالب کر سکے ایسے موثر
[illegible] باطن پر کر سکتے ہین مثلاً اگر کوئی شخص بشوق و تمنا جہاد مین لڑکر شہید ہو جائے تو یہ قیاس کر سکتے ہین
کہ یہ شخص البتہ ایمان دار تھا اگر ایمان دار نہوتا تو باین شوق و تمنا جان نہ گنواتا مگر یہ ضرور
و یقین کے لیے کافی نہین کیونکہ اکوان منافق نے بشرم شجاعت اپنے جہاد احد مین جان دی

اسیطرح اگر کوئی شخص جہاد مین فرار ہوجائے تو کہہ سکتے ہین کہ اس شخص کا ایمان درست معلوم نہین ہوتا
اگر ایمان درست ہوتا تو باوجود جاننے نفعِ عظیم شہادت وگناہِ عظیم فرار کے جان کو عزیز نکرتا۔ مگر
یہ بھی ضرور نہین کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے لوگون کو بھاگتے دیکھکر بے اختیاری وحالت
اضطراب مین بھاگ جائے دوم بوسیلۂ علت ہای ایمان ونفاق وجود وعدم وجود وکثرت
قلت مومنین ومنافقین پر قیاس غالب قائم کیا جا سکتا ہے کیونکہ کوئی امر خالی از علت نہین
ہوتا اور ہر علت کے لیے معلول درکار اور ہر معلول کے واسطے علت مطلوب ہے اور جسکی علت
علت موجود ہوگی اُسکا معلول بھی ضرور موجود ہوگا اور جسکی علت موجود نہوگی اُسکا معلول بھی موجود نہوگا
غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علت ایمان کے یقین معاد یعنی خوفِ عقاب وخواہش ثواب عقبی ہے کیونکہ ایمان
نفع اور بے ایمانی سے جو کچھ نقصان متصور ہے صرف واسطے عقبی کے اس صورت مین بصورت عدم
یقین معاد نہونے خوف وخواہش عقبی کے قبول ایمان واختیار قیود دین جو بالطبع خلاف
طبع انسانی ہے لاسود وغیر گوارا۔ اسلیے ضرور ہے کہ علت ایمان کی یقین معاد ہو چنانچہ
خدا فرماتا ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاسے جس حال مین کہ وہ واحد ہے نفرت کرتے ہین
دل اونکے جو آخرت پر ایمان نہین لائے اور علتِ نفاق خوفِ جان یا طمع مال دنیا ہے
کیونکہ دین سے جو کچھ نفع متصور ہے ساتھ ایمان کے نہ ساتھ بے ایمانی اور نفاق کے اس
صورت مین کوئی شخص دین آبائی عزیز اپنا چھوڑکر بہ نفاق دوسرا دین قبول نہین کرسکتا
مگر بعلت کہ وہ غیر از خوفِ جان وطمع مالِ دنیا نہین اسلیے سوائے خوفِ جان وطمع مالِ
دنیا کے کوئی اور علت عام وقابل قیام نفاق کے لیے نہین ہے جیسا صواعقِ محرقہ مین بروایت
جناب امیر علیہ السلام مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ علی یعسوب المومنین و
المالُ یعسوبُ المنافقین یعنی علی بادشاہِ مومنان ہے اور مال بادشاہ منافقان مگر چونکہ

اعتقادِ معاد ہر دین و ملت مین شامل ہی اور ہر شخص کو حاصل اس سبب سے علت ایمان عموماً ہمیشہ
قائم و موجود ہی پس جب علتِ نفاق بھی اوسکے شامل موجود ہو جاے تو قیاس غالب یہ ہوتا ہی
کہ ضرور اوسوقت مومنین اور منافقین دونون ہون برابر خواہ کم و بیش مگر توجہ اسکی کہ ایمان کے
ساتھ اکثر قیود دین شامل ہین اور قیود بالطبع خلافِ طبع ہے انسان کے اور یہ جبلّت اکثر
غالب رہتی ہے علت ایمان پر اور بطوع و رغبت اختیار کرنے و قائم رہنے نہین دیتی ہے ایمان
کی قیود ضروری پر چنانچہ یہی وجہ ہے جو خدا فرماتا ہے کہ وقلیل من عبادی الشکور
اس صورت مین قیاس غالب یہ ہی کہ کثرت بطرف منافقین کے ہو نہ بطرف مومنین کے اور جب
علتِ نفاق ساتھ علت ایمان کے موجود نہو تو قیاس غالب یہ ہے کہ اوسوقت منافقین نہون
اور اگر ہون بھی من الوجوہ ہون تو قلیل و شاذ۔ اور جب یہ دونون علتین دو طرف ہو جائین تو
اوسوقت جو لوگ علتِ نفاق سے روگردان ہو کر علتِ ایمان کیطرف رجوع لائین اونکی مومن
ہونے کا قیاس غالب درجہ یقین تک پہونچتا ہے کیونکہ وہ لوگ خوفِ جان کو قبول کرکے
اور طمع سے دست بردار ہو کر اوس طرف رجوع لائے ہین کہ جسطرف نہ خوف ہی نہ مال تو بیشک
اونھون نے خوف و خواہش عقبیٰ کو اولیٰ سمجھا ہے تو ضرور ہے کہ ایمان اونکا درست و خالی
از نفاق ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ بوقت موجود رہنے علتِ نفاق کے مومنین سست اعتقاد جمع ہوئے
منافقین کیونکہ سست اعتقاد اونکو کہتے ہین کہ جو ایمان گمانی یا قیاسی رکھتے ہون اور ظاہر ہے
ایمان گمانی برابر ایک دین کے۔ کوئی اپنا دین قدیم نہین چھوڑ سکتا مگر بعلت پس علت ہای
نفاق یعنی خوف یا طمع ساتھ ایمان گمانی کے جمع ہو کر مومنین سست اعتقاد کو دلا سکتے ہین
یہ ایمان در صورتِ فوتِ علت یا بوجہے من الوجوہ منجر بہ نفاق ہو جا سکتا ہی کما لا یخفی
ظاہر ہے کہ بعہد آنحضرت صلعم دونون علتین نفاق کی موجود تھین اسلیے ضرور ہی کہ اوسوقت

کے اہل دین مین مومنین و منافقین بہ سستی اعتقادی دونون شامل ہوئے چنانچہ معلوم ہے
کہ جبتک آنحضرت صلعم کو قوت نہین ہوئی اسوقت تک باوجود معاینہ معجزات کے بہت [illegible]
بجز معدودے چند کوئی ایمان نہین لایا اور بعد حاصل ہونے قوت کے احکام کتب و حکم شرعی [illegible]
قبول کرتے گئے پس اگر وہ لوگ بخلوص نیت واسطے عقبیٰ کے ایمان لاتے تو شروع ایمانی سے
کوئی امر مانع تھا اسی سبب سے سستی اعتقادی اون لوگون کی روشن ہے [illegible]
تو ہم جو کہ قبل زمانہ جہاد کے کوئی علت نفاق کے موجود نہ تھی بلکہ اوسوقت بھی علت [illegible]
موجود تھی کیونکہ از عہد میلاد الشریف تا عہد بعثت آنحضرت صلعم برابر واقف تھے [illegible]
آئے کہ عنقریب پیغمبر آخر الزمان باین نشانات مبعوث ہوگا اور از غرب تا شرق [illegible] اور
اوسکے پیروان کے قبضہ مین آویگا اور یہ خبر اوس اطراف مین مشہور و مشتہر تھی اسوقت [illegible]
وہ زمانہ بھی خالی از علت سمجھا نہین جاتا ہے جیسا اہل تشیع ثابت کرتے ہین کہ وجود [illegible]
خلیفہ اول و دوم اقوال کاہن ہین جو مبنی اوپر خبر خلافت اونکے تھی اور علاوہ [illegible]
انسانی غیر تبدیل نہین ہے ممکن ہے کہ بعد موجودگی علت طرف علت کے رجوع کرے چنانچہ اکثر
آیات قرآنی بھی وجود منافقین پر دال ہین بلکہ خاص سورہ والمنافقون و دیگر آیات کثیر
مذمت و فہمایش منافقین نازل ہوے ہین پس اگر وجود منافقین بکثرت نہوتا تو بقدر آیات کثیرہ کا
نزول فہمایش و مذمت منافقین نازل ہونا عبث و بیفائدہ متصور ہوتا ہے چنانچہ اوتعالیٰ فرماتا ہے کہ ومن
الناس من یقول امنا باللہ و بالیوم الاخر وماھم بمؤمنین یخادعون
اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون یعنی اور کچھ لوگ ایسے ہین کہ
کہتے ہین کہ ایمان لائے ہم خدا اور روز آخرت پر اور نہین ہین وہ ایماندار دغا دیتے ہین
خدا کو اور اُن لوگون کو جو ایمان لائے ہین اور درحقیقت [illegible]

نفسون کو اور وہ بے شعور ہین اسلیے آخرہ مولوی عبد العزیز دہلوی تفسیر مین اس آیت کے لکھتے ہین کہ این گروہ را در شرع منافق نامند و نفاق ہر چند وجہ است اعلی و اکمل آنست کہ اظہار ایمان نمایند و در باطن منکر صاف باشند دوم ظاہراً و باطناً مذبذب و متردد باشند سوم آنکہ بسبب کثرت گناہان و اشتداد اثر خطا و افراط حب دنیا و اجتماع اخلاق بد ایمان ایشان سمور شود و ضعیف گردد بحدیکہ ایثار مضرت دنیا بر مضرت آخرت نتوانند کرد و منفعت دنیا بر منفعت آخرت ترجیح نتوانند داد پس در حقیقت این مردم ایمان ندارند اسلیے آخرہ اس صورت مین اوس وقت کے ایمان و مومن کی تشخیص زیادہ تر محال و مشکل ہے یقیناً کیا قیاساً بھی غیر امکان اور اوس وقت کے ایمان و مومن کی تشخیص کے لیے زیادہ تر گواہی خدا و رسول کی درکار ہے خصوص واسطے خلیفہ کے کہ صلاح عامہ خلائق اوس سے متعلق ہے ایمان اوسکا حقاً و یقیناً ثابت رہنا ضرور و لازم ہے

بحث دوم تشخیص اعمال صالحہ مین

واضح ہو کہ اعمال صالحہ نیک کامون کو کہتے ہین یعنے تعمیل کرنا اُن کامونکا جنکے لیے امر ہو یا بموجب شرع بھی قرار دیے گئے ہون اور ترک کرنا اُن کامونکا جنکے لیے نہی ہو یا بموجب شرع بد قرار دیے گئے ہون مثلاً اختیار کرنا نماز روزہ زکوۃ حج جہاد و ہجرت و بیعت و عبادت و عدل و سخاوت و شجاعت و محبت مومنان و صبر و شکر و قناعت و توکل و تواضع وغیرہ کا اور ایمان اگرچہ امور عقائد سے ہے مگر ایمان قبول کرنا ایک عمل ہے اعمال صالحہ سے اور مثلاً ترک کرنا کفر و نفاق و شرک و ظلم و کذب و بخل و فرار جہاد و عداوت مومنان و غیبت و ریاکاری و شراب خواری و سود خواری وغیرہ کا چنانچہ مولوی عبد العزیز دہلوی تفسیر عملوا الصلحت کی لکھتے ہین کہ اعمالہاے شائستہ و عملہاے شائستہ آنست کہ فرمودہ است این کتاب یعنی قرآن یا یکے از فروع ثلثہ این

کتاب کہ سنت پیغمبرؐ و اجتہاد مجتہدان و قیاس جلی است برآن دلالت نمودہ - اور نسبت اعمال کی یہ حدیث صحیح مقبول الطرفین وارد ہے کہ انما الاعمال بالنیات پس بموجب اس حدیث کے اعمال نیک کے واسطے درستی نیت ضرور ہے یعنی بقصد قربت الی اللہ کیا جاوے اور نیت امور قلبیہ سے ہے کہ بجز خدا و رسول کے کوئی اوس سے واقف ہو نہیں سکتا اس واسطے ہم کسی عمل کو یقینی عمل نیک اور کسی عامل کو یقینی نیکوکار و پرہیزگار کہا یا سمجھ نہیں سکتے عمل صالح و غیر عمل صالح کے درمیان تمیز کرنا اور حقیقت حال کا عالم خدا کو ہے یہ جو صورت میں عاملان عمل ... کو نیکوکار و پرہیزگار کہا کرتے ہیں ... جائز اور اخلاقا ہے ... اس صورت میں ظاہر ہے کہ مجرد عمل کسی عامل سے نیکوکاری و پرہیزگاری ثابت کرنے کے لیے دلیل کافی و حجت وافی ہو نہیں سکتا ہے جب تک عمل صالح یعنے بدرستی نیت ثابت نکیا جاوے اور عمل بدرستی نیت قابل یقین بجز گواہی خدا و رسول کے کسیطرح ثابت ہو نہیں سکتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بجز گواہی خدا و رسولؐ عمل صالح کا تشخیص کرنا محال و غیر ممکن ہے مگر آن بذریعہ اون اطوار کے جو نیت قلبی پر قیاس غالب کرنے کے لیے موثر ہیں درصورت نہیں پائے جانے علت امور مبطل اعمال البتہ حسن ظن باطن بدر کر سکتے ہیں اور امور مبطل اعمال یعنے جنکے سبب سے عمل باطل ہو جاتا ہے بہت ہیں لیکن جو شدید ہیں وہ لکھے جاتے ہیں اول نفاق دوم ریا سوم عجب پس معنی نفاق کے ظاہر ہو چکے مگر ریا دکھلانا اعمال کا ہے بنا بر غرضے از اغراض قلبی یعنے بنظر رجوع لانے خلق کے انیر ناموری لبغرض خود یا بنا بر افزایش اعتقاد معتقدین لبغرض خود یا بنا بر اشتہار نیکوکاری یا بنا بر طمع از معتقدین و خلائق ... اور عجب اچھا سمجھنا اور پسند کرنا اپنے اعمال کا ہے خواہ صالح و نیک سمجھنا اپنے کو واسطے عقبیٰ کے بذریعہ اعمال اپنے کے عجب صرف مومن کو ہو سکتا ہے

منافق کو اور ریا مومن و منافق دونوں کر سکتے ہین کما لا یخفی۔ پس مثلاً اگر کوئی شخص بخضوع و خشوع نماز پڑھے تو یہ خضوع و خشوع درستی نیت پر قیاس کرنے کے لئے موثر ہی لیکن اگر سطح روبروے معتقدین کے پڑھے تو بسبب موجود رہنے علت ریا کے موثر نہین مگر یہ کہ تنہائی مین پڑھے اور کوئی دوسرے امر مبطل اعمال کی علت پائی نجاے تو البتہ لطور قیاس غالب کہہ سکتے ہین کہ یہ شخص بصدق دل نماز پڑھتا ہے اور اگر کوئی شخص روبروے معتقدین بخضوع و خشوع پڑھے ور غیبت مین بغیر خضوع و خشوع تو کہہ سکتے ہین کہ اس شخص کے نماز بصدق نیت معلوم نہین ہوتی ہے کیونکہ یہے ریا پائی جاتی ہے علی ہذا مگر عجب ایک ایسا امر مبطل اعمال ہے کہ علت جسکی خود بدرستی انجام عمل ہے کہ غیر از خدا کوئی اوسپر واقف ہو نہین سکتا۔ اس سبب سے بغیر گواہی خدا ورسول اعمال صالح کی تشخیص کرنا زیادہ تر محال ہے یقیناً کیا قیاساً بھی ممکن نہین خصوص اوس وقت مین کہ جب علت نفاق بھی موجود ہو اس صورت مین ظاہر ہے کہ مجرد اعمال ظاہر کو کسی شخص کے واسطے ثبوت صلاح و تقوی اوسکے دلیل گردانا صریح بیجا متصور ہے خصوص واسطے خلیفہ کے کہ صلاح عامہ خلائق اوس سے متعلق ہے صلاح و تقوی اوسکا حقیقتاً و یقیناً ثابت رہنا ضرور و لازم ہے ++

بحث سوم تشخیص افعال مذمومہ مین

واضح ہو کہ افعال مذموم کار ہاے بد کو کہتے ہین یعنے اختیار کرنا اون کامون کا جنکے لیے نہی ہو یا موجب شرع بد قرار دیے گئے ہون اور ترک کرنا اون کامون کا جنکے لئے امر ہو یا موجب شرع نیک قرار دیے گئے ہون اور جتنے کام علاوہ اسکے ہین وہ کار ہاے عبث ہین اور کار ہاے بد کے لئے کوئی قید نیت وغیرہ امور باطنی و قلبی کے لگائی نہین گئی ہے مگر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کار ہاے بد سہواً ناوانی یا ناواقفیت یا بے اختیاری یا مجبوری سے صادر ہون

تو ایسا ہی کہ مغفور ہون و بس اس صورت مین ظاہر ہے کہ بعد تردید استثنیات بالا افعال مذموم کو کارہاے بد اور اونکے فاعلون کو بدکار کہہ اور سمجھ سکتے ہین حقاً و یقیناً اور اصول اسکا عقلاً یہ ہے کہ خدا مصلح ہی اور دین اصلاح خلائق اور ہر شخص سے خلاف صلاح خاص خلاف صلاح عام دونون متصور مگر صلاحِ خاص منحصر ہے اوپر صلاحیتِ باطن کے اور صلاح عام منحصر ہے اوپر صلاحیتِ ظاہر کے اسلیئے اصلاحِ باطن اور اصلاحِ ظاہر دونون ضرور بلکہ اصلاح ظاہر کہ موثر بصلاح عام ہی ضرورتر لیکن ظاہر ہے کہ حصول صلاحیت ظاہر بغیر حصول صلاحیتِ باطن کے محال و دشوار ہے مگر بعلت یعنی خوف یا طمع لہذا واسطے حصول دنیا و صلاح اہل دنیا کے صلاحیتِ ظاہری بے علت ہو خواہ بعلت کافی ہی ایسا یہی کافی کی گئی اور اسکا نام اسلام رکھا گیا ہی اور چونکہ خدا مصلح خاص و عام دونون ہے اسوجہ سے واسطے خوشنودی خدا اور حصول عقبی کے صلاحیتِ ظاہر معہ صلاحیتِ باطن کے ضروری ہی اور یہی ضرور رکیگئی اور اسکا نام ایمان رکھا گیا ہے نہ صرف صلاحیتِ ظاہری بعلت کہ یہ نفاق ہے اور نہ صرف صلاحیت باطنی کہ یہ داخل کفر ہے یعنی صرف صلاحیتِ باطن کا ہونا ایسا ہے کہ صلاحیتِ ظاہر و باطن کچھ نہونا کیونکہ صلاحیت باطنی بغیر صلاحیت ظاہری کے کامل نہین ہوسکتی اور بھی اسمین صلاح عام جو اعظم مقصود اصلاح کا ہے حاصل نہین ہے جیسا تشخیص ایمان و نفاق کے بحث مین معلوم ہوا اور ظاہر ہے کہ ما اختیار صلاحیت کا حصولِ عقبیٰ ہے اور اوسکے لیئے عقائد مین معلوم ہوا کہ صلاحیت ظاہر اور باطن دونون ضرور رکیگئی ہے ویسے ہی اعمال صالح کے لیئے بھی جو واسطے عقبی کے مفید ہین قیدِ درستی نیت کی ضرور ہے اور یہی ضرور رکیگئی ہے باین سبب شناخت اعمال صالح کی بھی بغیر گواہی خدا و رسولؐ کے محال ہوگئی اور چونکہ عقائد مین صلاحیت ظاہر

ہونے سے صرف صلاحیت باطن اگر ہو بھی تو بیکار رہی نہ واسطے عقبی کے مفید ہے نہ واسطے دنیا کے
جیسا اوپر ظاہر ہوا و ایسے ہی افعال بد کے لیئے بھی قید نیت وغیرہ امور باطنی و قلبی کی ضرور نہیں و نہ ضرورت
گواہی اسوجہ سے شناخت افعال مذموم کی ممکن ہے و احتیاج گواہی خدا و رسول کی نہین۔ پس
اس بیان سے بخوبی ثابت ہی کہ مجرد اعمال صالح بغیر تصدیق خدا و رسول قابل ثبوت صلاح
و تقوی نہین اور مجرد افعال بد واسطے ثبوت و یقین بدکاری کے کافی ہین اگر مستثنیات بالا مین
داخل نہون اس صورت مین ظاہر ہے کہ نسبت مطاعن ظاہری کے گفتگو جائز متصور اور جس شخص
کے کچھ بھی مطاعن ثابت ہون اُسکے اعمال صالح کے یقین کرنے مین زیادہ تر فتور پڑ سکتا ہے
اور کوئی عمل صالح باعث [illegible] زیادہ تر [illegible] مطاعن کے کافی ہو نہین سکتا خصوص
نسبت خلیفہ کے کہ [illegible] اس سے متعلق ہے کسی مطاعن کا ثابت رہنا زیادہ تر مذموم
و زیادہ تر [illegible] اُسکے موثر کیونکہ اُسکے نسبت مستثنیات بالا مین داخل رہنے کا
[illegible] ہو نہین سکتا کہ اکثر مستثنیات مذکور واسطے اُسکے خود مذموم و قبیح متصور ہین +

بحث چہارم تشخیص افعال متشابہ اعمال مین

افعال متشابہ اون اعمال سے مراد ہی جو خلاف بندگی واقع ہون اور بندگی بجالانا احکام
تکلیفی شرعی کا ہے چہ از اوامر و چہ از نواہی بصورت و بحالت ماموری بلا افراط و تفریط یعنی
بحکم و بلا تفاوت حکم و بلا خلاف قیود معینۂ حکم کیونکہ ظاہر ہے کہ خدا کسی عبادت کا محتاج نہین
اور بندے سے غرض اصلی تعمیل حکم ہے اور تعمیل حکم بغیر ہونے مطابق حکم تعمیل حکم متصور ہو نہین سکتی
چنانچہ مولوی عبد العزیز دہلوی تفسیر یقیمون الصلوٰۃ کے لکھتے ہین کہ معنی اقامت صلوٰۃ
اینست کہ نماز را از ہر خلل و کجی محافظت نمایند خواہ آن خلل و کجی در کار دل باشد خواہ در کار
زبان یا در کار جوارح و اعضا و خواہ این محافظت در فرائض باشد یا در شروط یا در سنن یا در مستحبات

الی آخرہ علیٰ ہذا۔ پس اعمال صالح وہی اعمال ہو سکتے ہین جو مطابق بندگی کے ہون اور جو اعمال خلاف بندگے واقع ہون بغیر موجودگی ستثنیات مندرجہ بحث افعال وہ اعمال نہین ہو سکتے بلکہ افعال بد یا افعال عبث ہین جو تشابہ رکھتے ہین ساتھ اعمال کے اور ظاہر ہے کہ افعال بد خطا ہین اور افعال عبث غیر مفید مثلاً نماز دو رکعتی کو چار رکعت یا چار رکعتی کو دو رکعت پڑھنا یا پیش از وقت پڑھنا یا بعد از وقت بہ نیت ادا پڑھنا یا بحالت قرضدار کے حج کو جانا یا علاوہ نماز و روزہائے فرض و سنت نماز پڑھنا و روزہ رکھنا یا خلاف وقت روزہ کھولنا یا بغیر امارت حقہ سزائے شرعی دینا یا باوجود فاقہ سہ روزہ طعام حرام سے بخیال حرام فاقہ نہ توڑنا علیٰ ہذا۔ اگر کوئی گروہ کفار کسی مسلمان یا مسلمانون کو گھیر کر کسی امر خلاف شرع کے تکلیف دے یا کوئی مسلمان یا مسلمانان حکومت کفار زیان کار مین پہونچ جائین اور نہین تعمیل کرنے مین اُس امر کے وہان یا ظاہر کرنے مین ایمان کے یہان خوف جان متصور ہو تو شرط نہین موجود رہنے شرائط جہاد کے بموجب حکم آیۂ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ یعنی کہ نہ ڈالو اپنی جانون کو ہلاکت مین ارتکاب اُس امر کا اور اخفار ایمان کا حق متصور ہے پس اگر وہ مسلمان یا مسلمانان اُس امر کی تعمیل یا اخفار ایمان اختیار نہ کرکے جنگ کرین تو گو خوش اعتقادی ثابت ہوتی ہے مگر حقیقتاً یہ جنگ داخل جہاد و عمل نہین ہو سکتی کیونکہ خلاف حکم و بندگی کیگئی اور مثلاً شرط جہاد یہ ہے کہ چالیس آدمی سے کم نہون کہ آنحضرت صلعم نے کسی سریہ مین بھی چالیس آدمی سے کم روانہ نہین کئے تو اگر کوئی شخص چالیس آدمی سے کم مین جہاد کرے تو گو فتح پائے لیکن وہ جہاد داخل جہاد و عمل نہین سکتا اور عقبیٰ کے لیے کوئی نفع دے نہین سکتا ہے کیونکہ خلاف قید معینہ کے کیا گیا اور مثلاً اگر کوئی شخص بطور ناحق خلیفہ خواہ امام بنکر جہاد کرے یا اور اعمال [illegible] خلاف دیانت

عمل مین لائے تو گو اُس جہاد سے ظاہرا دین کو ترقی ہو لیکن وہ جہاد و اعمال داخل اعمال
ہو نہین سکتے اور اُس خلیفہ ناحق کی ذات کیلئے کوئی فائدہ نہین دے سکتے ہین کیونکہ بغیر
ماموری واقع ہوئی مگر اون مجاہدین کو نقصان پہونچ نہین سکتا ہے جنہون نے حسب تمنای
بحث افعال نا واقفیت یا نادانی یا مجبوری وغیرہ وجوہاتِ قابل عفو کے وجہ سے جہاد کیا ہو
نہ اون لوگ کے ایمان کو نقصان پہونچ سکتا ہے جو بعد خلافتِ ناحق ایمان لائے ہون

چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہین ؎

ای حکم شرع آب خوردن خطاست　　وگر خون بفتوی بریزی رواست

پس افعال متشابہ اعمالِ حسنہ اپنے فاعل کے حق مین کوئی دلیل نیکوکاری ہو نہین سکتی
بلکہ داخلِ خطا و عصیان ہین اور تشخیص افعال متشابہ اعمال بذریعہ اُس سبب کے کہ جس
سبب سے وہ اعمال مبدل بافعال بد ہو جاتے ہین ممکن ہے کما لایخفی اس صورت مین علاوہ
قیود مندرجہ بحث اعمال ظاہر ہے کہ جبتک استحقاقِ خلافت فیصل اور خلافت جسکی حق
نہ ثابت کر لیجاے اُسوقت تک کوئی افعال اُسکے جو بعد خلافت ظہور مین آئے ہون اور
ظاہرا نیک و بہتر پائے جاتے ہون یا اونسے ترقی دین متصور ہوتی ہو بہ ثبوت نیکوکاری
یا استحقاقِ خلافت اوسکی پیش نہین ہو سکتی ہین کیونکہ وہ افعال بصورت حق ہونے خلافت
کے البتہ نیک ہو سکتے ہین اور بصورت ناحق ہونے خلافت کے بد و عبث پس افعال بد یا
عبث بنا بر اثبات استحقاقِ خلافت کے غیر کافی یعنے ہرگاہ واسطے نیک ہونے اون
افعال کے حق ہونا خلافت کا شرط ٹھہرتا ہے تو بغیر اثبات شرط یعنی حق خلافت اثبات
مشروط یعنی نیکی افعال محال اور چونکہ نیک ہونا اُن افعال کا واسطے حق ہونے خلافت کے شرط قرار پاتا ہی
تو ہرگاہ شرط یعنی نیکی افعال غیر ثابت رہے تو وجود مشروط یعنی استحقاق خلافت بیشک غیر ثابت

بحث پنجم تشخیص صالحین و متقین و فاسقین و منافقین مین

واضح ہو کہ صالح و متقی مومن نیکوکار کو کہتے ہین چنانچہ مولوی عبدالعزیز دہلوی بتفسیر
هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ کے لکھتے ہین کہ متقی نام کسے ست کہ خود را انگاہ دارد در انچہ اورا
ضرر سیکند در آخرت خواہ آن اعتقاد بد باشد یا خلق بد یا عمل بد اور بھی لکھتے ہین کہ امام احمد
و ترمذی و دیگر محدثان معتبر از عطیہ سعدی کہ صحابی است روایت کردہ اند کہ آنحضرت صلعم
میفرمودند کہ بندہ باین درجہ نمیرسد کہ از متقیان شمار کردہ شود تا آنکہ بگذارد و ترک کند چیز آنرا
راکہ ہیچ خطرۂ شرعی دران نیست بسبب ترس از وقوع حرام اور بھی لکھتے ہین کہ از ینجا ذہن
جبل حر نیست کہ متقیان کسانی باشند کہ از انواع شرک و بت پرستی خود را نگاہ داشتند
و عبادت خود خالص برائے خدا کردند الی آخرہ اور فاسق مومن غیر نیکوکار و غیر پرہیزگار کو
کہتے ہین چنانچہ مولوی عبدالعزیز دہلوی بہ تفسیر الذین یؤمنون بالغیب کے لکھتے ہین
کہ ایمان را ہم مقرون بعمل صالح فرمودہ اند در آیۂ الذین امنوا وعملوا الصالحات
وہم مقرون بمعاصے و در آیۂ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا
و در آیۂ والذین امنوا ولم یہاجروا پس معلوم شد کہ نہ عملہاے نیک را در
ایمان دخل است و نہ عملہاے بد برہم زنندۂ ایمان اند الی آخرہ۔ اور منافق اوسکو
کہتے ہین جو ایمان درست نرکھتا ہو۔ گو بظاہر نیکوکار و پرہیزگار ہو پس واسطے تشخیص کرنے
صالح کے ضرور ہے کہ ایمان و نیکوکاری و پرہیزگاری اوسکی ثابت کیجاوے مگر ثابت ہو چکا کہ
تشخیص کرنا ایمان و اعمال کا جیسا کہ یقین کے لیے کافی ہو قدرت انسانی سے باہر ہے
لہذا تشخیص صالح انسان سے دشوار و محال ہے الا بگواہی خدا و رسول اور بنابر تشخیص فاسق
ضرور ہے کہ غیر نیکوکاری و غیر پرہیزگاری اوسکی ثابت کیجاوے اور یہ مو قوف ہے اوپر تشخیص

افعال بد کے اور تشخیص افعال بد ممکن ہے جیسا کہ ظاہر ہوا لہذا تشخیص فاسق امکان اور
چونکہ فاسق صالح نہیں ہو سکتا مگر مومن یا منافق دونون ہو سکتا ہے لہذا اگر وہ افعال
یا اقوال فسق احاطہ ایمان سے باہر اور حد خطا و عصیان زائد نہون تو مومن کا گمان
ہو سکتا ہے اور اگر وہ افعال یا اقوال فسق احاطۂ ایمان سے باہر اور حد خطا و عصیان سے
زائد ہون تو بیشک منافق تصور کیا جا سکتا ہے خصوص اگر وہ افعال یا اقوال زمانۂ
غیر فسق و فجور مین صادر ہون علی الخصوص اگر وہ افعال یا اقوال از روے نص و حدیث
نشان نفاق قرار دیے گئے ہون۔ پس اس صورت مین جن لوگون نے صلح حدیبیہ مین نسبت
رسالت آنحضرت صلعم کے اظہار شک کیا یا وقت رحلت آنحضرت صلعم کے منع قرطاس و
قلم کیا اور نسبت دی ہذیان کے ساتھ آنحضرت صلعم کی۔ یا شامل جناب امیر یا حضرت
فاطمہ و دیگر اہل بیت علیہم السلام کے عداوت کی یا انکو ایذا پہونچائی وہ لوگ بیشک
منافقون مین تصور ہو سکتے ہین۔ حقاً و یقیناً جیسا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ محبت
اہل بیت نہیں ہوگی مگر مومن کو اور عداوت اہلبیت نہیں ہوگی مگر منافق کو

بحث ششم تشخیص صحابی و غیر صحابی مین و بذیل آن تشخیص محب و غیر محب

واضح ہو کہ لفظ اصحاب از روی لغت جمع الجمع ہے صاحب کی اور صاحب بمعنی دوست
و ہمراہی دونون آیا ہے پس اگر اصحاب رسول سے مراد دوستان و احباب رسول ہون
تو اس صورت مین وہی لوگ داخل لفظ اصحاب ہو سکتے ہین جو حقیقتاً محب ہون اور
ظاہر ہے کہ محبت ایک شئی امور قلبیہ سے ہے کسواسطے کہ محبت ظاہر ساتھ عداوت یا غیر محبت
باطن کے جمع ہو سکتی ہے یعنی ممکن ہے کہ باوجود عداوت خواہ غیر محبت باطن کے ظاہر
مین افعال و اقوال موافق داب محبت صادر کیجائین بطور نفاق مگر جو محبت قابل صفت

ہی وہ محبت قلبی ہست نہ ظاہری اور محبت قلبی و اصلی سے بجز خدا و رسولؐ کوئی واقف ہو نہین سکتا اس سبب سے تشخیص محبت و محبان یعنے تشخیص اصحاب بغیر گواہے خدا و رسول انسان سے محال اسصورت مین کل مصاحبان آنحضرت صلعم کو اصحاب رسول کہنا مجازاً و اخلاقاً متصور ہوتا ہے نہ حقاً و یقیناً بلکہ بوجہ آنکہ محبت باطن ساتھ عداوت یا غیر محبت ظاہر کے جمع ہو نہین سکتی ہے یعنی ممکن نہین ہے کہ بصورت محبت قلبی افعال و اقوال عداوت یا غیر محبت کی صادر ہو سکین لہذا اُن لوگون کی نسبت جنکے افعال و اقوال خلاف محبت پائے جائین قیاس بلکہ یقین غیر محب اور بھی غیر اصحاب ہونے کا کیا جا سکتا ہے حسب انداز و درجہ قول و فعل اور اگر اصحاب رسولؐ سے مراد مصاحبان آنحضرت صلعم ہون تو ظاہر ہے کہ اسصورت مین لفظ اصحاب کوئی صفت قرار نہین پاتا کیونکہ مصاحبت مومن و منافق دونون ہو سکتے ہین اور نیز ممکن ہے کہ لفظ اصحاب بمعنی احباب و مصاحبان دونون مستعمل ہوا ہو تو اسصورت مین حسب موقع کلام معنی متصور کیے جائینگے نہ ہر مقام پر کل مصاحبان داخل احباب متصور ہونگے مگر چونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جسنے اذیت دی فاطمہؑ کو اوسنے اذیت دی مجکو اور فرمایا ہے کہ جسنے بغض رکھا علی سے اوسنے بغض رکھا مجھسے اور جسنے اذیت پہونچائی علی کو اُسنے اذیت پہونچائی مجکو اسلیئے وہ لوگ جنہون نے اذیت پہونچائی حضرت فاطمہؑ کو بغصب فدک وغیرہ و تردید دعوی معصومہ و گواہی معصومین اور رد کیا دعوی و گواہی و کلام کو جناب امیر علیہ السلام کے اور مخاصمہ کیا اونسے باوصف ثابت رہنے عصمت و صداقت اونکی وہ ہرگز داخل اصحاب حقیقی متصور نہین ہو سکتے کما لا یخفی

بحث ہفتم بہ تفریق گواہی خدا و رسول مؤثر تشخیص صالحین وغیرہ

ہونا ثابت ہی ماقبل مین جو تخصیص صالحین وغیرہ کے اوپر گواہی خدا و رسول کے
موقوف اور منحصر کی گئی ہے اوس سے گواہی خاص و صریح مراد ہے نہ گواہی بطور عام واجمال کسواسطے
کہ گواہی عام واجمال یعنے بخطاب عام ونشان اجمالی واسطے ثابت کرنے صلاحیت یا صفات کسی
خاص شخص یا خاص شخصون کے کافی ہو نہین سکتی ہے گو وہ شخص یا اشخاص اوس خطاب عام
ونشانِ اجمالی مین ظاہراً شریک پائے جاتے ہون الّا اوس حال مین کہ اول بقول خدا
یا بہ بیان رسول ثابت کیا جائے کہ وہ شخص یا اشخاص خاصۃً اوس خطاب یا نشانِ عام
مین داخل ہین یا اونکی نسبت بھی خاصۃً وہ خطاب ونشان آئے ہین کیونکہ خطاب عام
ونشانِ اجمالی یا متعلق بہ عقیدتِ قلبی ہونگے یا متعلق بہ اعمال ظاہری یا متعلق بہ عقیدت
واعمال دونون کے اور ظاہر و ثابت ہوچکا کہ تشخیصِ ایمان خواہ اعمال انسان سے
محال ہے بایں سبب سوائے اوس شخص کے جسکا ایمان و اعمال بگواہیِ خاص خدا و رسول
درست ثابت ہو کسی دوسرے کو از اہل اسلام اوس خطاب ونشانِ عام واجمالی مین
داخل کرنا یا داخل سمجھنا محض بیجا و خلاف مقصود مثلاً اول خطاب متعلق عقیدت مثل
یاایھا الذین امنوا کے یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے ہو پس ظاہر ہے کہ حسب معنی
ایمان خطاب آمنوا سے وہ کل لوگ مراد نہین ہوسکتے ہین جو ظاہراً اسلام مین در آئے
ہون خواہ با یمان خواہ بہ نفاق بلکہ معنی اصلی اسکے یہی ہونگے کہ وہ لوگ جو اقرار کرتے ہین
اصول دین کا زبان سے اور تصدیق کرتے ہین قلب سے یعنی ایمان درست رکھتے ہین
اور ثابت ہوچکا کہ تشخیص ایمان فہم انسانی سے باہر ہے اس صورت مین سوائے اون
لوگون کے جنکا ایمان بگواہیِ خاص خدا و رسول ثابت ہو کسی دوسرے کو از اہل اسلام
اوس خطاب مین داخل کرنا یا داخل سمجھنا صریح خلاف وخالی از کذب نہین گو خدا کے نزدیک

اور لوگ بھی داخل ہون اور پوشیدہ نرہے کہ ایمان اگرچہ متعلق بہ عقیدت ہی مگر ایمان قبول
کرنا یا ایمان پر قائم وثابت رہنا ایک عمل ہے اعمال صالحہ سے کما لایخفی۔ تو اس صورت مین
خطاب ایمان کے معنی یہ ہونگے کہ وہ لوگ جو اقرار کرتے ہین یا جنہون نے اقرار کیا ہی زبان سے
اور تصدیق کرتے ہین یا تصدیق کیا ہے قلب سی بدرستی نیت کیونکہ بشرط انما الاعمال
بالنیات ہر عمل کے ساتھ مشروط ہوگی۔ پس اس حالت مین وہ لوگ خطاب مذکور مین داخل
ہو نہین سکتے ہین جنکے ایمان لانے یا قائم وثابت رہنے کی علت غیر علت ایمان ہو۔ اگرچہ
اون لوگون کو تصدیق قلب حاصل ہو جیسے کہ اکثر یہودان حقیت آنحضرت صلعم سے
بخوبی خبردار تھے لیکن لعداوت دین قبول نہین کرتے تھے پس اگر وہ لوگ لیے قائمی
ملک ومال کے لطمع مال ایمان قبول کر لیتے۔ تو گو تصدیق قلب اونکو حاصل ہوتی مگر ایمان
لانا اونکا بہ نیت درست نہوتا دوم خطاب ونشانات متعلق اعمال مثلاً وہ لوگ جو
عمل صالح کرتے ہین یا نماز پڑھتے ہین یا روزہ رکھتے یا زکوۃ دیتے ہین یا حج کرتے ہین
یا جہاد کرتے ہین یا جہاد کیا ہے فلان جہاد یا فلان غزوہ مین یا ہجرت کی ہے یا بیعت
کی ہے فلان بیعت یا فلان مقام پر وغیرہم پس ظاہر ہے کہ بلجرای حدیث شریف
انما الاعمال بالنیات وقیود دیگر متعلق اعمال خطاب ونشانات مذکورہ بالا سے
یہ مراد ہو نہین سکتی ہے کہ جو لوگ بظاہر اعمال مذکورہ کو انجام دیتے ہین اور تعمیل کرتے
ہین یا جنہون نے بظاہر انجام دیا ہے وتعمیل کیا ہی بلکہ مراد اصلی یہ ہے کہ جو لوگ اعمال
مذکورہ کو بہ نیت خالص ودرست حسب قیود بندگی بغیر شمول امور مبطل اعمال تعمیل کرتے ہین
یا جنہون نے بطور مذکور تعمیل کیا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ سب اعمال بغیر درستی نیت وبخلاف
قیود بندگی وبشمول امور مبطل اعمال بھی صادر ہو سکتے ہین پس وہ خدا کے نزدیک داخل

اعمال نہین ہو سکتے گو ظاہراً انسان کے آگے داخل عمل ہین اس صورت مین سوا اوس شخص کے جسکے اعمال صالح بہ گواہی خاص خدا و رسول ثابت ہون یا جنکا داخل رہنا ان خطابات مین خاصتاً بھی ظاہر کیا گیا ہو کسی دوسرے کو از عاملان ظاہری ان خطابات و نشانات عام و اجمالے مین یقیناً داخل و شامل کرنا یا یقیناً داخل و شامل سمجھنا صحیح خلاف و خالی از دروغ بندی نہین گو خدا کے نزدیک اور لوگ بھی داخل و شامل ہون سوم خطابہاے متعلق عقیدت و اعمال ہر دو مثلاً صالحین و متقین و صادقین وغیرہ پس ہر گاہ ثابت ہو چکا کہ تصدیق قابل یقین صالح و متقی کے انسان سے محال ہے تو تصدیق صادق کی کہ قریب بدرجۂ معصومیت کے ہے زیادہ تر محال ہے اس صورت مین ظاہر ہے کہ بجز اوس شخص کے کہ جسکا ایمان اور اعمال صالح بگواہی خاص خدا و رسول ثابت ہو یا سوا اوسکے جسکے حق مین یہ خطاب خاصتاً بھی آئے ہون کسی دوسرے کو اہل اسلام سے یا صاحبان اعمال ظاہری سے ان خطابات مین داخل کرنا یا داخل سمجھنا صاف غلط ہے گو خدا کے نزدیک اور لوگ بھی داخل ہون پس اس صورت مین کل اہل اسلام کو جو ظاہراً قسمے از اقسام خطابات و نشانات مذکورہ بالا مین داخل و شامل پائے جاتے ہین منسوب کرنا طرف خطابات و نشانات مذکورہ کے مجازاً و اخلاقاً ہے وہ ہو سکتا ہے نہ حقیقتاً و یقیناً مگر مجاز و اخلاق اوسیوقت تک جائز و مناسب ہوگا کہ جبتک اونکی صفات پر اعتقاد کرلے اور ایمان لانے کی ضرورت نہو یا جبتک کوئی ہرج و نقصان و فتور و فساد امور دینیہ ضروریہ اصلیہ مین لاحق و ظاہر نہو ورنہ صورت ضرورت ایمان و اعتقاد بصفات آنہا یا لحوق و ظہور ہرج و نقصان و فتور و فساد با مور مذکور حقیقت و یقین کیطرف رجوع کرنا واجب و لازم ہے نہ قائم رہنا اوپر مجاز و اخلاق کے کہ دین

ایمان

وایمان ساتھ یقین کے ہے نہ ساتھ غیر یقین کے اور اسصورت مین خلاق داخل درجۂ گر
افراط ہوکر از قبیل رذائل ہو جائیگا نہ فضیلت باقی رہیگا جیسے دین اسلام مین باوجود
کافر کی عظمت و بزرگی کرنا اخلاقِ دین مین داخل ہے مگر بخلاف امورِ دینیہ ضروریہ یہ
اخلاق جائز نہوگا۔ اسصورت مین بنابر تفریق و معرفتِ خلیفہ و امام کے کہ صلاح عامۂ
خلائق اوس سے متعلق ہے و قیام ایمان درست و راہ اصلی دین اوسپر موقوف و منحصر
رجوع کرنا بطرف حقیقت و یقین کے ضرور بلکہ ضرور تر متصور ہے۔ و باللہ التوفیق

بحث پنجم بہ ثبوتِ خلافت و امامت اور جو کچھ اوس سی متعلق ہے اور اوسمین دس بحثین ہین

بحث اول بہ ثبوتِ خلافت عام و صفات ضروری خلیفہ و امام

واضح ہو کہ خلیفہ جانشین و نائب پیغمبر اولے العزم کو کہتے ہین اسلیئے ضرور ہے کہ
پہلے ظاہر کیا جائے کہ پیغمبر اولی العزم کی کیا صفت ہے اور جانشین سے کیا مراد ہے
با فرق بینہم ظاہر ہو کر معنے خلیفہ کے بخوبی سمجھ مین آجائین۔ پوشیدہ نہ رہے کہ پیغمبر
اولی العزم اوسکو کہتے ہین جو صاحب ملت و دین ہو یعنی کوئی ملت و شرع منجانب خدا
لائے اوس زمانہ تک کے واسطے کہ جس زمانہ تک اوس ملت کا جاری و قائم رہنا
خدا کے نزدیک مناسب ہو اور جانشین یعنے خلیفہ اوس نبی خواہ امام کو کہتے ہین
کہ جو پیغمبر اولے العزم کی لائی ہوئی ملت کو بعد از پیغمبر جاری و شائع و مستحکم کرے
اور اوسکا نگہبان رہے باقی دیگر پیغمبران غیر اولی العزم بھی بمنزلہ نائبان پیغمبر
اولی العزم کے ہین لیکن فرق اتنا ہے کہ پیغمبران کو بذریعہ فرشتگان و صحائف وغیرہ
ہدایت منجانب خدا ہوتی ہے اور نبی و امام کو ہدایت بذریعہ فرشتگان و صحائف نہین

ہوتی۔ مگر بذریعہ خواب والہام وغیرہ کے پس ہر پیغمبر اولے العزم اوس زمانہ تک کیواسطے
مبعوث ہوتا ہے کہ جس زمانہ تک اوسکی ملت جاری و قائم رہے اور کوئی دوسرا پیغمبر
اولی العزم ملت جدید لیکر آئے نہ صرف اپنی زندگی تک کے واسطے۔ اس صورت مین پیغمبر
اولی العزم کے لئے جانشینون کا ہونا ضرور ہے اور یہی ضرور ہے کہ وہ جانشین موصوف
ہون کل صفات مین اپنے پیغمبر کے (یعنے صاحب اعجاز و افضل الناس ہون بعد از
پیغمبر علم و عدل و صدق و عصمت و جمیع صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ مین) اور
یہی ضرور تر ہے کہ وہ جانشین مامور ہون از جانب قادر برحق و دانائی مطلق کے اگر
کہا جائے کہ پیغمبرون کے لئے جانشینون کی احتیاج نہین ہے یا ایسے جانشین ضرور
نہین ہین جنکی تعریف اوپر لکھی گئی تو وجوہات ذیل نقیض اس مدعا کے پڑتے ہین
جنکی رو سے خود دین کا بطور حق و صواب وحسب مقصود خدا جاری و قائم رہنا یا حجت
خدا کا اختتام پانا جو حاصل ہے بعثت پیغمبران کا دشوار و غیر ممکن متصور ہو کر وجود
جانشینان موصوف بصفات مذکور کا لازم آجاتا ہے پس وجہ اول صریح ظاہر ہے
کہ درصورت نہونے ایسے جانشین کے بعد پیغمبر کوئی صورت اون لوگون کے اختیار دین
یا اون لوگون پر اختتام حجت کی باقی نہین رہتی ہے جو لوگ حیات مین پیغمبر کے
دین اختیار نکر چکے ہون یا جنپر حجت ختم نہو چکی ہو۔ یا جو ایام قیام ملت اوسکے
ملت ہاے غیر مین پیدا ہون یا ہوش سنبھالین۔ کسواسطے کہ اختیار دین موقوف ہے
اوپر معرفت پیغمبر کے اور بحث رسالت مین ثابت ہو چکا کہ معرفت پیغمبر کے لیئے سواے
ظہور معجزات یا اجتماع صفات کوئی دوسرا ثبوت قابل یقین و کافی نہین ہے مگر بعد فوت
پیغمبر نہ معجزات اوسکے قائم رہ سکتے ہین نہ صفات اسلیئے کوئی صورت جدید لوگون کی اختیار

دین

دین کی باقی نہین ہتی نہ کوئی صورت اونپر اختتام حجت کی کیونکہ اول اگر کہا جاے کہ دلائل عقلی سے پیغمبری پیغمبر کی ثابت کرکے یا خوبیان دین کی ظاہر کرکے لوگون کو جمع دین کی سکتے ہین تو یہ کلام قابل پسند عقل نہین کسلیئے کہ پہلے غور کرنے سے صاف ظاہر ہوسکتا ہے کہ دلائل عقلی صرف وجود پیغمبری پر قائم ہو سکتے ہین نہ بنا بر ثبوت پیغمبری پیغمبر خاص یعنی کسی خاص پیغمبر کی پیغمبری ثابت کرنے کے لیئے ہرگز دلیل عقلی قائم ہو نہین سکتی ہے سواے ظہور معجزات واجتماع صفات کے دوسرے اگر دلائل عقلی نسبت اظہار اثبات خوبی دین قائم بھی ہون تو فہم وتمیز اون نظریات عقلی کی چند عقلا وتمیز دارون سے ممکن ہے نہ عام خلائق سے حالانکہ پیغمبر عام خلائق پر مبعوث ہوتا ہے تیسرے ظاہر ہے کہ نظریات عقلی زیادہ تر متعلق بہ قیاس وکلام ہین اور قیاس کی حد وانتہا و اعتبار نہین اور کلام غیر فیصل وناتمام ہے جیسا مقدمہ مین ظاہر ہوچکا اور بھی عقل زمانہ ایسی سلیم وصادق نہین کہ ہر قیاس جسکا راست وحق ہو اور اگر کوئی قیاس راست وحق بھی ہو تو بسبب حتمی نہونے قیاس کے اوسپر اعتماد ویقین نادرست وناجائز اس صورت مین ممکن نہین کہ خدا فہم وتمیز امور دینیہ کو جسپر خاص وعام یکسان مکلف ہین مخصوص معرفت امور متعلق اصول کو کہ دین وایمان اوسپر موقوف ہے اوس امر سے متعلق کرے جو غیر فیصل وناتمام وغیر قابل اعتبار واعتماد ہو اور اپنے حجت کو ساتھ ایسے امر کے ختم کرنا چاہیے جو عین علت ازدیاد حجت وتکرار ہو اور ظاہر ہے کہ اگر قیاسات عقلی کافی ہوتی تو پیغمبرون کو معجزات لانے کی ضرورت نہوتی - چنانچہ ظاہر ہے کہ ہر دین والا اپنے دین کی خوبی عقل سے ثابت کرتا ہے اور کوئی بات فیصل نہین ہوتی - اس صورت مین وہ چند عقلا بھی احاطہ فہم سے باہر نکل گئے دوم اگر کہا جاے کہ بیان حال صدور معجزات واظہار اخلاق

وصفات پیغمبر سے جو درج کتب کئے جاتے ہین معرفت پیغمبر کے کروا سکتے ہین تو یہ بات
بھی قابل قبول نہین کیونکہ منقولات ہم دین وہم مذہب کے واسطے ہوتے ہین نہ غیر
دین وغیر مذہب کے واسطے جیساکہ ظاہر ہے کہ کوئی غیر دین وغیر مذہب منقولات غیر دین
وغیر مذہب کو امور دینیہ مین صحیح وراست نہین سمجھتا اور نہ راست وصحیح سمجھنا اوسپر
واجب متصور ہے جس سے حجت خدا ختم سمجھی جاے کیونکہ ظاہر ہے کہ دین اسلام مین یہ
قاعدہ مقرر ہے اور واجب کیا گیا ہے کہ جو امر متعلقہ فروع بگواہی عادلین یعنی دو متقیان
ظاہری ہم دین وہم مذہب کے ظاہر ہوا وسکو ثابت وراست سمجھین گو خلاف ہو گناہ اوسکا
دروغ کہنے والے پر ہے نہ راست سمجھنے والے پر اور بغیر شمول عادلین مذکور غیر دینون و
غیر مذہبون کے ہزار تواتر پر بھی یقین کرنا واجب نہین تو اس صورت مین غیر دینون کو
خلاف اسکے تکلیف دیجانی کہ غیر دینون کے منقولات اصولی کو صحیح وراست سمجھین صریح
خلاف عدل متصور ہے اور خلاف عدل خدا سے ممکن نہین لہذا اسطرح بھی اختیار دین
بہ یقین یا اختتام حجت محال سوم اگر کہا جائے کہ بزور شمشیر یا بہ بذل مال لوگون کو
دین مین در لا سکتے ہین تو یہ بات بھی لائق پذیرا نہین کیونکہ زور شمشیر و بذل مال مین
خوف وطمع پیش نظر اور خوف وطمع علتین ہین نفاق کی جیساکہ ظاہر ہوا پس ایمان
خوف وطمع ہرگز قابل قبول واعتبار نہین کیونکہ اسمین تصدیق قلب کہ شرط لازمی ایمان
سے ہی مشتبہ رہتی ہے بلکہ زور شمشیر بے سبب یا طمع دہی لاحاصل کہ جسمین جبر وزور ثابت
ہوتا ہی بسبب رہنے خلاف اصول خلقت انسانی خلاف عدل وخلاف مقصود و بنا بر
اختتام حجت غیر کافی متصور چنانچہ پہلے اسی سبب سے پروردگار عادل وخداے دانا
وپاک نے باوجود ظلم واشتداد کفار کسی پیغمبر پر حکم جہاد نازل نہین فرمایا سوا ے دو ایک

پیغمبر

پیغمبران کے مثل حضرت موسیٰ و آنحضرت صلعم کے اندر یہ حکم بھی بنظر زبردستی قبول کروانے
دین کے نتھا بلکہ محض واسطے دفع ضرر اہل دین کے مناسب و ضرور ہوا تھا یعنے حضرت
موسیٰ کے وقت مین قبطان بنی اسرائیل پر زبردستی تشدد بے حد و شمار کرتے تھے۔ اور
کسیطرح باز نہین آتے تھے اور آنحضرت صلعم کے وقت مین کفار عرب و مکہ باوجود کہنے
لکم دینکم ولی دین کے ایذا رسانی سے اہل دین کے درگذر نہین کرتے تھے اور
کل اہل دین سے اوس ایذا پر صبر کرنا محال اور صبر کروانا خلاف عدل اسلیئے ان
پیغمبرون پر حکم جہاد نازل ہوا نہ واسطے زبردستی قبول کروانے دین کے اور اس
حکم کے اندر ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اگر کفار عرب دین قبول کرلینگے تو گو دینیت
ہو یا نہ ہر صورت مین ایذا رسانی اہل دین سے باز رہ جاینگے جسکے سبب گو صلاح خاص
حاصل نہو مگر صلاح عام حاصل ہوجائیگی اور کثرت مسلمین سے دین مین ایک دبدبہ
آجائیگا جسکے سبب بادشاہان و زورآوران اطراف خیال استیصال اہل دین دل مین
نہ لاسکینگے اور اولاد اون لوگون کی اپنے والدین کو دین اسلام پر دیکھکر کل یا بعض
بے محنت و مشقت بصدق نیت دین پر قائم ہوجاسکتے ہین چنانچہ بنظر رفع ہونے اسی علت
نفاق کے آنحضرت صلعم حدیبیہ مین صلح مغلوبانہ پر راضی ہوگئے جسکی مصلحت نہین معلوم
کرنے کے سبب اکثر لوگون نے پیغمبری مین آنحضرت صلعم کے شک کیا اور اسی سبب سے
آنحضرت صلعم محض زبردستی قبول کروانے مین دین کے نہین کرکے اداے جزیہ و اخراج
پر راضی ہوجاتے تھے اور اسی سبب سے پروردگار نے جہادون مین کبھی علانیہ زور قدرتی
نہین دکھایا اور بعض جہادون مین مصلحتاً فرشتہ بھی بشکل انسان نازل فرمائے تو انکو
حکم جنگ کا نہین دیا کیونکہ پیغمبران حجت ختم کرنے والے اور بخوشی راست کرنے والے

ہوں کے ہین نہ بقتال و خوف و طمع بلکہ قتال بغیر ضرورت شدید حسب بیان سند رحیم
بالا نامناسب و ناروا و خلاف اصول خلقت انسانی و خلاف مقصود و خلاف عدل تصور
دوسرے اسی سبب سے دانائے قدیم و عالم علیم نے کسی پیغمبر کو ملک و مال عطا نہین
فرمایا مگر بعض پیغمبران کو مثل حضرت سلیمان و آنحضرت صلعم کے اور یہ بھی عطای ملک بنظر
قبول کروانے ایمان بطمع دہی کے نہ تھا بلکہ بنا بر تعلیم حکمت مدن کہ حاصل تہذیب اخلاق
یعنی دین کا ہے اور دین آنحضرت صلعم مین خصوص بعہد امام آخرالزمان بکار آمدنی اور
بھی بنظر رفاہ و فارغ البالی اہل دین بطاعت و عبادت و باجرائے احکام شرع اور بھی
بنظر چند مصالح دیگر مثل امتحان مسلمین وغیرہ ضرور ہوا تھا پس ان تین صورتون کے سوا
اور کوئی صورت وہم کی جسکی روسے بعد از پیغمبر معرفت پیغمبر یا اختیار دین یا اختتام محبت
خدا ممکن تصور ہو قائم ہو نہین سکتی ہے اور آگے منصف مزاجون کی یہ صورتین بھی دو کو
ہین لہذا بخوبی ثابت ہے کہ بعد فوت پیغمبر کوئی صورت معرفت پیغمبر کی باقی نہین رہتی
اور جب کوئی صورت معرفت پیغمبر کے باقی نہین رہتی تو کوئی صورت اختیار دین یا اختتام
محبت کی باقی نہین رہتی اور جب کوئی صورت اختیار دین یا اختتام محبت کی باقی نہ رہی
تو ظاہر ہے کہ بعد از فوت مبعوث رہنا پیغمبر کا جمیع خلائق پر اور قائم رہنا اوسکی ملت کا
جملہ خلائق کے لیئے جیسا دین اسلام مین ظاہر و ثابت ہے بے معنی و بیفائدہ و عبث تصور
اور تکلیف اختیار دین تکلیف زائد و ظلم پس چونکہ ارتکاب فعل عبث و ظلم دونون
قبیح جس سے خدا منزہ و پاک ہی اس سبب سے ضرور ہے کہ بعد از فوت پیغمبر حجت پیغمبری یعنی معجزات
وصفات اوسکے قائم رہین مگر یہ امر بغیر ذریعہ جانشین بوجہ احسن صورت پذیر نہین
کیونکہ ظاہر ہے کہ اگرچہ کلام شریف ایک معجزہ ہے آنحضرت صلعم کا مگر عام خلائق کے لیئے

کافی نہین ہوسکتا اسواسطے پیغمبر کے لئے تا قیام ملت اوسکے جانشینون کا ہونا ضرور ہے
اور یہی ضرور ہے کہ وہ نائب حجت پیغمبری یعنی معجزات پیغمبر رکھتے ہون اور صفات پیغمبر مین
موصوف ہون تا جو شخص بنا بر حصول معرفت پیغمبر معجزات کا خواہان ہو دیکھے یا صفات
کا جویان ہو پائے جسکی سبب صورت معرفت پیغمبر واختیار دین یا اختتام حجت کے
جمیع خلائق کے لئے قائم رہے کیونکہ ظاہر ہے کہ وجود معجزات وصفات جانشین بخوبی
دال ہوسکتے ہین اوپر وجود معجزات وصفات پیغمبر کے اور چونکہ حاصل ہونا معجزات
اور ایسے صفات کا بغیر امر پروردگار ممکن نہین۔ لہذا ضرور تر ہے کہ وہ جانشین مامور
یا مرا منتہ ہون۔ پس اس دلیل سے ظاہر ہے کہ واسطے خلیفہ پیغمبر کے وجود اعجاز واجتماع
جملہ صفات شرط لازم ہے ہر اور واسطے وجود اعجاز عام واجتماع صفات تام کے۔
امر پروردگار شرط لازم ہے تو چونکہ شرط وشرط لازم وملزوم ہین لہذا ضرور ہے
کہ صاحب اعجاز وصاحب نفس صفات خلیفہ مامور بامر اللہ ہو آپ تجربہ کی طرف بھی
نگاہ کرنے سے بخوبی ظاہر وآشکارا ہو جائیگا کہ بغیر رہنے صاحب معجزات وصفات پیغمبر کے
اختیار کرنا یا اختیار کروانا دین کا برجوع قلب یعنی بالیقین یا باختتام حجت کیسا دشوار
ومشکل ہو رہا ہے مگر بزور وطمع کہ وہ مردود ہے **وجہ دوم** درصورت نہونے ایسے
جانشین کے بعد فوت پیغمبر کے کوئی صورت حل ہونی اون دقائق شرع وکلام ربانی
کی پائی نہین جاتی ہے جو حیات پیغمبر مین بوجہ نہین پیش آنے کار متعلقہ انکے حل نہو
چکے ہون۔ اور یہی کوئی صورت تصفیہ پانے اون مطالب ومعانی کے دیکھی نہین جاتی
ہے جنمین اہل دین اختلاف کلی کرین کیونکہ ظاہر ہے کہ تشریح وتفسیر وتاویل شرع وکلام
ربانی کی متعلق ہے علم ودانش پیغمبر سے جو اوسکو منجانب خدا واسطے اس کام کے

غنایت ہوئی ہے پس بعد فوت پیغمبر درصورت نہونے ایسے جانشین کے دو حال سے خالی
نہین ہو سکتا یا وہ تشریح و تفسیر ناشدہ معطل چھوڑی جاوے مگر معطل چھوڑنے کی
حالت مین تنزیل عبث ہوئی جاتی ہے اور کار عبث خدا سے غیر ممکن الوقوع یا یہ کہ وہ
تفسیر ناشدہ چھوڑی جاوے عقل و راے پر اہل دین کے تو اس حالت مین پہلی ظاہر ہے
کہ عقل و راے اہل دین مثل عقل و راے پیغمبر متصور نہین ہو سکتی جس سے حل ہونا
تصفیہ باکل دقائق شرع و کلام ربانی کا مطابق اصل و حق و قابل اعتبار و یقین
متصور ہو دوسری بوجہ نہین حاصل رہنے علم پیغمبر کے ضرور ہے کہ تجویزات
اہل دین متعلق قیاسات ہوان اور ظاہر ہو چکا کہ قیاسات کی حد و انتہا نہین
جو ایک ہی بات قائم ہو تو اس حالت مین ضرور ہے کہ اختلافات کثیرہ پڑ جائین و مذاہب متعددہ
پیدا ہو جائین جیسا تجربہ کیطرف بھی نگاہ کرنے سے صریح ظاہر ہے کوئی اس سے انکار نہین کر سکتا اور
ظاہر ہے کہ راہ راست و حق ایک سے زیادہ ہو نہین سکتی اور راہ خدا بجز راہ راست و حق دوسری متصور
نہین جیسا آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ تہتر فرقہ ہاے دین اسلام مین سے ایک
ناجی ہوگا باقی کل ناری ہونگے اس صورت مین اختلاف و خلاف حق دونون مذموم
اور بصورت نہین قائم رہنے صورت رفع اختلافات کے تکلیف اختیار امور حق تکلیف
زائد و ظلم پس باوجود قدرت و امکان رضا بمذموم یا اختیار ظلم دونون قبیح خدا سے
غیر ممکن الوقوع۔ لہذا ضرور ہے کہ اوتعالے بعد از پیغمبر بھی کوئی صورت رفع اختلافات
مذکور کے قائم رکھے مگر یہ امر بغیر قائم رہنے ایک ایسے جانشین پیغمبر کے جو افضل الناس
ہو علم و عمل مین اور جسکو ہر شخص افضل سمجھ سکے اور افضل سمجھے اپنے سے علم و عمل
مین اور لازم جانے اطاعت اوسکی ہر کلام مین بخلوص قلب صورت پذیر نہین ہو سکتا

لہذا پیغمبرون کے لیے جانشینون کا ہونا ضرور ہے اور بھی ضرور ہے کہ وہ افضل الناس ہون علم و عدل مین اور بھی بسبب ضرورتِ اطاعتِ دلی ضرور ہے کہ وہ واجب المحبت بھی ہون۔ مگر چونکہ یقین و اعتمادِ فضیلتِ علم و عدل و وجوب محبت بغیر نص ممکن نہین جیسا کہ مبحث تشخیصات مین ثابت ہوچکا۔ لہذا ضرور ہے کہ وہ منصوص بہ نص علم و عدل و محبت ہون اور چونکہ نص کلامی ممکن الاختلاف والاخفار اور خالی از کلام ناتمام نہین اور بصورت اختلاف دور از فہم عام اسلیے پھر ضرور ہے کہ جانشینِ پیغمبر باوجود منصوص ہونے بنص کلامی۔ صاحبِ نصِ فیصل و عام یعنے صاحب اعجاز ہون اور چونکہ حصولِ علم و عدل تام یا وجود نص و اعجاز عام بغیر امر پروردگار غیر امکان لہذا ضرور تر ہے کہ وہ مامور بامر اللہ ہون پس اس دلیل سے ظاہر ہے کہ واسطے خلیفۂ پیغمبر کے وجودِ علم و عدل و وجوب محبت شرط لازم ہے اور واسطے یقین علم و عدل اور وجوب محبت کے وجود نص شرط لازم ہے اور واسطے حصول علم و عدلِ تام و وجود نص عام کے امر پروردگار شرط لازم ہے تو چونکہ ظاہر ہوا کہ شرط و مشروط لازم و ملزوم ہین لہذا ضرور ہے کہ صاحبِ نص علم و عدل و محبت خلیفہ مامور بامر اللہ ہو آپ تجربہ کیطرف بھی نظر غور کرنے سے بخوبی ظاہر و آشکارا ہو جائیگا کہ اطاعت دلی ایک عالم و عادل منصوص واجب المحبت کی نکرنا باعث کیسی اختلافات کا ہوتا ہے بلکہ باعث گمراہی و ضلالت کا جو ترک پروردگار قبیح و محال ہے

وجہ سوم یہ دو وجوہات جو ظاہر کیگئے اوس حالت کی ہین کہ جس حالت مین کل اہل دین صالح و متقی ہون اور صالح و متقی سمجھے جا سکین اور بلا اختلاف سمجھے جائین مگر ظاہر ہے کہ حسب معلوم تجربۂ امم سابق و تجربۂ امم موجودہ حال کل اہل دین کا ایسا ہونا

اور بوجہ دشوارِ تشخیص صالحین ومتقین جیسا بحث ما قبل مین ظاہر ہوا ایسا سمجھا گیا
اور سمجھا جانا از قبیلِ محالات بلکہ بمصداق قولہ تعالے قلیل من عبادی
الشکور ایسے لوگ بہت کم ہوسکتے ہین کہ حسب ثبوتِ بحث تشخیصات اونکا بھی علم
خداہی کو ہوتا ہے ایسا سمجھا جا سکتا وسمجھا جانا دشوار تا بکل اہل دین چہ رسد تس
اس حالت مین بصورت نہین ہونے ایسے جانشین کے بعد فوتِ پیغمبر کوئی صورت
تحفظِ قرار واقعیِ شرع الٰہی وراہ حق کے واسطے مومنان اصلی وطالبان خاص کی
باقی نہین رہتی اور نہ کوئی صورت اعتمادِ کلی اہل ایمان ولیقین کے بسنبت اخبارات
دینی واجبی وضروری کی جس سے جو لوگ حیاتِ پیغمبر مین خود واقف وآگاہ نہو چکے ہون
اور نہ کوئی صورت اختتامِ حجت خدا کی باقی رہتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ محافظت کلی
شرع الٰہی کی اور پہونچانا اخبارات دینیہ واجبیہ کا از جانبِ خدا بطور صحیح وقابل اعتماد
ولیقین متعلق ہوتا ہے صدق وعصمتِ پیغمبر سے جسکے سبب وہ منجانب پروردگار دانا
وعالم واسطے اس کام کے انتخاب کیا جاتا ہے اور بعد فوتِ پیغمبر تحفظ شرع اور لیقین
اخبارات لامعلوم پیغمبر کے وہی صورت ہے جو صورتِ تحفظ شرع ولیقین احکامات
لامعلوم خدا کے عہد پیغمبر مین متصور ہو لیعنے جسطرح بنا بر دریافت احکام لامعلوم
خدا کے کوئی واقف کار معتمد درکار ہے اوسیطرح بنا بر دریافت اخبار لامعلوم پیغمبر
کوئی واقف کار معتمد مطلوب ہے اس صورت مین اگر بعد فوتِ پیغمبر کوئی ایسا جانشین
نہ سمجھا جائے تو بوجہ نہین ہونے صالح ومتقی کل اہل دین کے دست وزبان
نا اہلان وخطا کاران سے کہ کثرت لطرف اونکی ضرور ہے شرع الٰہی کا اپنی حالت
اصلی پر قائم رہنا ناممکن اور بسبب دشوار تشخیص صالحین ومتقین کے اعتبار واعتماد

ہونا بیان واختیار پر ایک دوسرے کے باتفاق ولائق تسکین قلب غیر امکان لہذا اختیار امور اصلی دین کثرت رای پر بھی جائز متصور نہین بلکہ اختیار احکام فرعی بھی خلاف قاعدۂ شرعی یعنے بغیر گواہی عادلین ظاہری کہ تعین اونکا بھی خالی از اشکال نہین ناجائز متصور علی الخصوص اوسوقت مین کہ منافقین بھی اہل دین مین شامل ودداخل ہون اور بسبب موجودگی علت نفاق اور بوجہ صدور وظہور افعال نفاق حسب نشانات ظاہر کردۂ خدا ورسول شامل وداخل رہنا اونکا ممکن وتیقن ہو زیادہ تر تباہی وخرابی دین کی اور انہدام راہ حق کا متصور ہے اور زیادہ تر بلکہ بالکل تردد واضطراب مومنین خاص وطالبان خالص کا دریافت کرنے مین اخبارات صحیحہ اور معلوم کرنے مین راہ حق کے پیش نظر ہے یعنی اسصورت مین ضرور ہے کہ تاویلات کلام الٰہی حسب اغراض قلبی وروایت احادیث پیغمبر مطابق مطالب دلی ہو ہو کر راہ حق وصواب مخفی ومعدوم ہوجاے جسکے سبب مومنان خاص وطالبان خالص کو دریافت کرنا امور صحیحۂ دین کا اور اختیار کرنا راہ اصلی ایمان ویقین کا محال ومشکل ہوجاے اور ظاہر ہے کہ مخفی ومعدوم ہو جانا راہ حق وصواب کا صریح مذموم ہے اور بصورت نہین رہنے صورت دریافت احکامات صحیحہ واخبارات اصلیہ تکلیف اختیار راہ حق وصواب تکلیف زائد وظلم ہے باوجود قدرت وامکان رضا بمذموم یا اختیار ظلم دونون قبیح خدا سے غیر ممکن الوقوع لہذا ضرور ہے کہ بعد از پیغمبر کوئی حافظ ونگہبان شرع وخبر دہندۂ صحیح بنظر قیام دین اصل وبرقراری راہ حق۔ یا اختتام حجت کے رکھا جائے مگر یہ امر بغیر قائم رہنے ایسے جانشین پیغمبر کے جو افضل الناس ہو صدق وعصمت مین جملہ اہل دین سے اور ہر شخص افضل سمجھے انہی سے صدق وعصمت مین اور لازم جانے اطاعت اوسکی

ہر قول و فعل مین بخلوص قلب صورت پذیر نہین اسلیئے پیغمبرون کے لیئے جانشینون کا
ہونا ضرور ہے اور یہی ضرور ہے کہ وہ افضل الناس ہون صدق و عصمت مین مثل پیغمبر
اور یہی بسبب ضرورت اطاعت قلبی ضرور ہے کہ وہ واجب المحبت ہون مگر چونکہ
یقین و اعتماد فضیلت صدق و عصمت و وجوب محبت لائق تسکین قلب و اختتام
محبت بغیر نص غیر ممکن لہذا ضرور ہے کہ وہ منصوص بنص صدق و عصمت و محبت ہون
اور چونکہ نص کلامی خالی از اختلاف و کلام و موثر بفہم عام نہین لہذا پھر ضرور ہے
کہ وہ باوصف منصوص رہنے بنص کلامی صاحب اعجاز ہون اور چونکہ حصول صدق
و عصمت تام با وجود نص و اعجاز عام بغیر امر پروردگار غیر امکان ہے لہذا پھر ضرور ہے
کہ وہ مامور بامر اللہ ہون چنانچہ او تعالے فرماتا ہے کہ یا ایھا الذین امنوا
اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین یعنی اے لوگ جو ایمان لائے ہون
پرہیزگاری کرو واسطے اللہ کے اور ہو ساتھ صادقون کے پس اس دلیل سے ظاہر
ہے کہ وجود صدق و عصمت و محبت واسطے خلیفۂ پیغمبر کے شرط لازم ہے اور واسطے
یقین صدق و عصمت اور وجوب محبت کے وجود نص شرط لازم اور واسطے حصول
صدق و عصمت تام و وجود نص عام کے امر پروردگار شرط لازم تو چونکہ ظاہر ہوتا گیا
کہ شرائط شروط لازم و ملزوم ہین لہذا ضرور ہے کہ صاحب نص صدق و عصمت و محبت
خلیفۂ مامور با مر اللہ ہو۔ اب بہ طرف تجربہ بھی غور کرنے سے بخوبی روشن و مبرہن ہو جائیگا
کہ انکار صرف ولی ایک صادق و معصوم منصوص واجب المحبت کی نکرنا کیا باعث تباہی
و خرابی دین اور اشکال دریافت و تفریق اخبارات صحیحۂ شرع متین کا ہوتا ہے بلکہ
باعث تضیع ایمان و یقین کا جو ترک پروردگار قبیح و محال ہے اب خلاصہ دلائل مندرجۂ

بالا کا اسطرح معلوم کرنا چاہیے کہ خدا مصلح ہے اور پیغمبر آتا ہی واسطے ہدایت و اصلاح عامہ
خلائق کے اور اوسکے متعلق دو کام ہوتے ہین ایک کارِ رجوع بخدا یعنے حاصل کرنا مصالح
خلائق کا خدا سے کہ وہ شرع الٰہی ہے اور دوسرا کارِ رجوع بخلق یعنے جاری و شائع کرنا
مصالح خلائق یعنے شرع الٰہی کا خلق مین اسلیے پیغمبرون مین دو قسم کے صفات کا ہونا
ضرور و لازم ہے۔ پہلے وہ صفات جو واسطے انجام کار رجوع بخدا کے درکار ہین یعنی قوت
برداشتِ تنزیل وحی وغیرہم دوسری وہ صفات جو واسطے انجام کار رجوع بخلق کے
یعنے واسطے جاری و شائع کرنے شرع الٰہی کے مطلوب و ضرور ہین جنکا ذکر بحث دوم
مبحثِ رسالت مین کیا گیا۔ پس ظاہر ہے کہ ان دو کامون سے ایک کام یعنے کارِ رجوعِ
بخدا پیغمبر کی ذات پر اور اوسکی حیات تک ختم و طے ہو جاتا ہے یعنی پھر احتیاج حصولِ
مصالح خلائق یعنے تنزیلِ وحی وغیرہ کی باقی نہین رہتی ہے مگر دوسرا کام یعنی کارِ رجوع
بخلق یعنے جاری و شائع کرنا شرع الٰہی کا حیاتِ پیغمبر مین اختتام نہین پاتا۔ کیونکہ
جملہ خلائق اوس شرع پر قائم نہین ہو جاتی اور نہ ہر یک از قائم شدگان کل شرائع
سے واقف و آگاہ ہو جاتے ہین اور نہ سب سے بسبب جبلتًا ناگواری قیودِ باختیارِ خود
ہمیشہ قیودِ شرعی معلوم شدہ پر قائم رہنے کی امید ہوتی ہے اور نہ کل تشریح و تفسیر تاویل
شرائع کی حیاتِ پیغمبر مین طے ہو جاتی ہے اور نہ کل شرع ایسی محفوظ ہوتے ہے جسمین
تبدیل و تغیر متن خواہ معنی مین ممکن نہو اور ظاہر ہے کہ حاصل کارِ رجوع بخدا کا انجامِ کارِ
رجوع بخلق ہے یعنی اگر کارِ رجوعِ بخلق انجام نپائے تو کارِ رجوع بخدا جملہ عبث و بیفائدہ
و ضائع ہو جائے اور وہ خود حیات مین پیغمبر کے انجام نہین پا سکتا اور نیز وہ اسکے
کارِ رجوع بخلق اہم تر ہے کارِ رجوع بخدا سے کہ اسمین معاملہ ساتھ ایک دانا و عادل کے ہی

اور اوسمین معاملہ ساتھ لاکھ جاہلان اور ظالمان کے آور پوشیدہ نہین کہ معاملۂ جاہلان و
ظالمان شورش و مخوفتر ہے نسبت معاملۂ دانا و عادل کے چنانچہ مدارج اربعۂ صوفیہ سے
بھی یہ درجۂ آخر ہے یعنی من اللہ الی الخلق۔ لہذا بعد فوت پیغمبرؐ کے اگر کوئی شخص بنا بر
انجام و انصرام و انتظام اس کار ضروری و لازمی و مخوفتر کی قائم نکیا جاے تو ضرور ہے
کہ بقیہ کار رجوع بخلق معطل و مفقود یا ناقص و ناتمام یا خلاف حق و صواب ہوکر بلکہ جہت
تک اختتام نپاکر مشقت کار رجوع بخدا بالکل ضائع و بیفائدہ و عبث ہوجاے اور ظاہر ہے
کہ تعطیل و نقص کار لازمی یا ظہور خلاف حق و صواب یا ارتکاب فعل عبث جملہ قبیح خدا سے
غیر ممکن الوقوع۔ اسلیے پیغمبرون کے لیے جانشینون کا ہونا ضرور ہے لیکن چونکہ کار رجوع
بخلق ذمۂ جانشین کے اوسیطرح باقی رہتا ہے کہ جسطرح ذمۂ پیغمبر کے کیا گیا تھا خصوصًا
نسبت اون خلائق کے جو حیات پیغمبر مین دین اختیار نکر چکے ہون اسلیے جانشینون
مین اون صفات پیغمبر کا قائم و موجود رہنا ضرور ہے جو واسطے انجام کار رجوع بخلق
کے ضرور و لابد ہین۔ (نہ وہ صفات جو ضرور ہین واسطے انجام کار رجوع بخدا کے کہ
وہ مخصوص ہین واسطے پیغمبر کے اور اسی سبب سے درجۂ پیغمبری اعلیٰ ہوتا ہے درجۂ
امامت وغیرہ سے) اور وہ صفات جو واسطے انجام کار رجوع بخلق کے پیغمبرون مین
ضرور ہین تشریحًا معہ وجوہات ضرورت مبحث رسالت مین گذری مگر تفصیل اونکی یہ ہے
یعنی معجزات علم و عدل صدق و عصمت اخلاق پسندیدہ لیس چونکہ حسب دلائل
مندرجۂ بحث دوم مبحث رسالت و مندرجۂ وجوہات بالا کے ظاہر ہے کہ موجود رہنا
صفات مذکور کا خلیفہ مین بنظر انجام کرنے کار رجوع بخلق کے۔ (جو اہم و مخوفتر
و حاصل کار رجوع بخدا کا ہے) خلیفہ کے لیے آور بنظر اختیار کرنے دین اور راہ حق

یعنی

وصواب کے خلائق کے لئے ضرور ہے تو بصورت نہین موجود رہنے صفات مذکورکے خلیفہ مین تکلیفِ انجام کار رجوع خلق خلیفہ پر و تکلیفِ اختیارِ دین و راہ حق وصواب خلائق پر دونون تکلیف زائد و مالایطاق متصور جو ظلم ہے صریح و خدا سے غیر ممکن الوقوع لہذا ضرور ہے کہ خلیفہ پیغمبر صاحب اعجاز و موصوف بصفاتِ مذکور ہو مگر چونکہ حصول صفات تام خصوص حصولِ معجزات بغیر امرِ پروردگار ممکن نہین اور بھی اعتماد و یقین اونکی موجودگی کا طالبانِ راہِ حق و یقین کو حسب اطمینانِ قلب یا اختتام حجت بغیرِ نص غیر امکان لہذا ضرور تر ہے کہ جانشینانِ پیغمبر منصوص بصفاتِ مذکور و مامور بامر اللہ ہوتے چنانچہ اسی جگہ سے ہی جو پروردگارِ عالم نے بمقدمۂ نصب جانشین نازل فرمایا **قولہ تعالےٰ**

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس یعنی اے رسول پہونچا اوسکو جو اوتارا طرف تیرے پروردگار نے تیرے اور اگر نہین پہونچایا تو نے اوسکو تو پس نہین پہونچایا تو نے کوئی رسالت اپنی حلیۃ الاولیا و تفسیر ثعلبی مین براء بن عازب سے مروی ہے کہ یہ آیۃ نازل ہوئی موضعِ خم غدیر مین کہ بعد ازان آنحضرت صلعم نے ممبر پر جاکر اور ہاتھ جناب امیر علیہ السلام کا اوٹھا کر فرمایا کہ **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** یعنی جسکا مولا مین ہون اوسکا مولا یہ علی ہے اور بھی اسی جگہ سے ہی کہ بعد طی مراتب نصب جانشین نازل فرمایا **قولہ تعالےٰ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** یعنی آج کامل کیا مین نے دین تمھارا اور تمام کی مین نے نعمت اپنی اور راضی ہوا مین واسطے تمھارے ساتھ دینِ اسلام کے مناقب ابن مردویہ مین ابو سعید خدری سے مروی ہے

کہ یہ آیہ نازل ہوئی بروز غدیر خم کے اوسوقت کہ اوٹھایا آنحضرت صلعم نے ہاتھ جناب
امیر علیہ السلام کا کہ بعد ازان فرمایا کہ اللہ اکبر بر اکمال دین و اتمام نعمت و رضای
پروردگار بر رسالت من و ولایت علی اور کیون نہو کہ نصب خلیفہ منجانب اللہ ایک
ایسا ہی امر اہم ہے امورات دین سے کہ اس سے اہم و اعظم تر کوئی امر نہین کہ بغیر اسکے
خود دین کا وجود بطور اصل و حق قائم رہنا یا حجت الٰہی کا اختتام پانا جسکے لیئے یہ
سارا اہتمام ہے محال متصور ہے اسصورت مین باوجود ایسی ضرورت شدید کے اور
موجود ہونے اون روایات کے آیات مذکورہ کی نسبت بموقع تاویل کرنا یا دوسری
روایات مجمل پر اعتماد کرنا صریح بیراہہ روی اور اپنے کو اختلافات و ضلالات مین ڈالنا ہے
پس دلائل مندرجہ بالا سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ وجود اعجاز و اجتماع جملہ صفات و
وجوب محبت واسطے خلیفہ پیغمبر کے شرط لازم ہے اور بنا بر یقین وجود صفات و
وجوب محبت کے نص خدا و رسول شرط لازم اور بنا بر وجود اعجاز و موجودگی نصوص
صفات کے امر پروردگار شرط لازم مگر چونکہ ظاہر ہوتا گیا کہ شرط و مشروط لازم و
ملزوم ہین۔ لہذا وجود مشروط وجود شرط پر دال و وجود شرط وجود مشروط پر دال
تو نص مشروط عین نص شرط و نص شرط عین نص مشروط لہذا ضرور ہے کہ صاحب
اعجاز و منصوص بنصوص صفات و محبت باوجود عدم ثبوت نصوص مخصوصہ خلافت کے
خلیفہ منصوص و مامور بامر اللہ ہو۔ اب ایک روایت مناسب مقام کتاب حیات القلوب
سے نقل کیجاتی ہے روایت کلینی و ابن بابویہ و دیگران بسند معتبر روایت کردہ اند
کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام از ہشام بن سالم کہ از فضلاے اصحاب
آن حضرت است پرسیدند کہ چہ با عمر بن عبید بصری کہ از علمای صوفیۂ اہل سنت بود چگونہ

سوال کردی - هشام گفت فدای تو شوم ای فرزند رسول خدا صلعم من از شما شرم میکنم
و زبان ما در خدمت شما کار نمیکند که سخن بگویم حضرت فرمود که هرگاه شما را امر کنیم می باید که اطاعت
کنید هشام گفت که بمن خبر رسید دعوای فضیلت عمرو نشستن او در مسجد بصره و افتا کردن
بر من بسیار گران آمد پس روانه شدم و در روز جمعه داخل بصره شدم و بمسجد بصره در آمدم
حلقهٔ بزرگی دیدم که بر دور عمرو بر آمده بودند و او یک جامهٔ سیاهی از پشم بکمر بسته و یک جامهٔ
دیگر چنین ردا کرده بود و مردم از و سوالها میکردند پس راه گشودم و در میان حلقه داخل
شدم و در آخر همه بر زانو نشستم گفتم ای عالم من غریبم و مسئله دارم رخصت میدهی که
سوال کنم گفت بلی گفتم آیا چشم داری گفت ای فرزند این چه سوال است گفتم سوال
من چنین است گفت ای فرزند سوال کن هر چند مسئلهٔ تو احمقانه است گفتم چشم داری
گفت بلی گفتم بآن چه چیز می بینی گفت رنگها و شخصها گفتم آیا بینی داری گفت بلی گفتم بآن چه کار
میکنی گفت بوها استشمام میکنم گفتم آیا دهان داری گفت بلی گفتم بآن چه کار میکنی گفت
مزهٔ چیزها بآن می یابم گفتم آیا زبان داری گفت آری گفتم بآن چه کار میکنی گفت بآن
سخن میگویم گفتم آیا گوش داری گفت آری گفتم بچه کار تو می آید گفت صداها بآن می شنوم
گفتم آیا دست داری گفت بلی گفتم بآن چه میکنی گفت بآن چیزها را فرا میگیرم گفتم آیا دل داری
گفت بلی گفتم بچه کار تو می آید گفت بآن تمیز میکنم آنچه را بر این اعضا و جوارح مشتبه میشود گفتم
آیا آن جوارح پس نبودند و از دل مستغنی نبودند گفت نه گفتم چرا از دل مستغنی نیند و حالانکه
همه صحیح و سالم اند گفت ای فرزند وقتیکه این اعضا شک میکنند در چیزیکه بوئیده اند یا دیده اند یا چشیده اند یا شنیده اند
یا لمس کرده اند بر میگردانند بدل پس او یقین را جزم و شک را باطل میکند گفتم پس خدا دل را در بدن بازداشته
است برای آنکه شک جوارح را برطرف کند گفت آری گفتم پس البته باید دل در بدن باشد و ناچار است از آن و اگر دل

نباشد ادراک جوارح مستقیم نمیگردد گفت بلی پس گفتم ای ابو مروان خداوند عالمیان اعضا و جوارح ترا نگذاشته است بی امامی و پیشوائی که انچه حق است بر ایشان بیان کند و شک از ایشان زائل کند و جمیع خلائق را در حیرت و شک و اختلاف گذاشته است و امامی و مقتدائی از برای ایشان نصب نکرده است که در حیرت و شک خود باو رجوع کنند که ایشانرا براه حق مستقیم بدارد و حیرت و شک از ایشان بر دارد چون این را گفتم ساکت شد و هیچ جواب نگفت پس بجانب من التفات نمود و گفت تو هشام هستی گفتم نه گفت باو همنشینی کرده گفتم نه گفت از مردم کجائی گفتم از اهل کوفه ام گفت البته تو هشامی پس برخواست و مرا در بر گرفت و در جای خود نشانید و حرف نزد تا من برخواستم چون این قصه را نقل کردم حضرت صادق علیه السلام خندید و فرمود که ای هشام این را از کجا آموخته بودی گفتم ای فرزند رسول خدا صلعم چنین بزبانم جاری شد و بروایت دیگر گفت که از شما اخذ کرده بودم اجزاے آن را باہم تالیف کردم حضرت فرمود این مضمون در صحف ابراہیم و موسی نوشته شده است۔

بحث دوم تمہید مین خلافت خاص آنحضرت صلعم کی

چونکہ بحث خلافت عام مین برہان صادق و دلائل واثق ثابت ہوا کہ خلفاء پیغمبر کے لیئے بنابر انجام کار ہاے اہم خلافت کے ضرور ہے کہ موصوف ہون کل صفات مین اپنے پیغمبر کے یعنی معجزات پیغمبر رکھتے ہون اور افضل الناس ہون بعد از پیغمبر علم و عدل و صدق و عصمت و جمیع اخلاق پسندیدہ مین ورنہ اجراے و قیام دین بطور احسن حسب مقصود خدا محال و غیر ممکن یعنی وجود اعجاز و اجتماع صفات واسطے خلیفہ کے شرط ضروری و لازمی ہے پس اس حالت مین ہرگز کوئی قلب قبول نہین کر سکتا ہے

کہ بعد آنحضرت صلعم کوئی ایسا مدعی خلافت نچھوڑا ہو کیونکہ ترک کار ضروری قبیح ہے
خدا سے ممکن نہین علی الخصوص بعد آپ کے ایسے خلفاء کا ہونا ضرور تر ہے کسلئے کہ آپ
خاتم الانبیاء ہین کوئی دوسرا پیغمبر یا نبی آپ کے بعد آنے والا نہین ملت آپکی تا یوم
قیامت جاری و قائم ہے دین مین آپکے بسبب موجودگی علت نفاق منافقین پیدا ہونا
کا شامل و داخل رہنا ظاہر ہے جیسا ظاہر ہوا اور باوجودیکہ آپ جمیع خلائق پر مبعوث
ہین دین آپکا عہد مین آپکے بجز ملک عرب کہین جاری و شائع نہین ہوا پس بعد
آنحضرت صلعم اگر کسی ایسے شخص کا چھوڑنا ظاہر نہو جسکی تعریف اوپر لکھی گئی تو بے شبہ
مین اس دین کے کلام عظیم پیدا ہوا جاتا ہے بسبب اس ترک ضروری و لازمی کے جو
باعث فوت مقصود و قبیح تصور ہے و خدائے دانا و قادر سے غیر ممکن الوقوع۔ اور اگر
بعد آنحضرت صلعم کسی ایسے مدعی خلافت یعنی صاحب اعجاز منصوص الصفات واجب المحبت
کا۔ چھوڑنا و موجود رہنا حقاً و یقیناً ظاہر و ثابت ہو تو ہوالمقصود و مطلوب و مرتبہ
یعنی پھر اوسکو حسب دلائل مندرجہ بحث ماقبل خلیفہ برحق و منصوص جاننا اور مثل
پیغمبر بجمیع امور اوسکے اطاعت و فرمانبرداری کرنا واجب و لازم اور ایسے شخص سے روگردانی
کرنا یا سوائے اوسکے دوسرے کو خلیفہ بنانا یا خلیفہ سمجھنا صریح ضلالت و گمراہی اور بعد
علم و وقوف معجزات و صفات مدعی موصوف پھر کوئی اور دلیل خود نص یا ثبوت
خلافت و ماموریت اوسکے طلب کرنا محض بیراہ روی ہے کیونکہ علاوہ دلائل مندرجہ بحث
ماقبل ظاہر ہے کہ خود پیغمبر پہچانا گیا بذریعہ انھین معجزات و صفات کے نہ کسی اور دلیل
سے اور نہ کوئی دوسری دلیل موثر معرفت پیغمبر قائم ہوسکتی ہے اس صورت مین ہر شخص
سمجھ سکتا ہے کہ جو امر واسطے ثبوت پیغمبری اور ماموری پیغمبر کے کافی ہوگا وہی امر

واسطے ثبوتِ خلافت و ماموری خلیفہ کی زیادہ تر کافی ہو سکتا ہے اور جو امر واسطے ثبوت
خلافت و ماموری خلیفہ کے کافی نہوگا وہی امر واسطے ثبوت پیغمبری و ماموری پیغمبر کے زیادہ تر
کافی ہو نہین سکتا۔ اس صورت مین رد کرنا ایسے ثبوت کا نسبتِ خلیفہ خالی از انکار پیغمبری نہین
یعنے اگر بذریعہ معجزات و صفات کے خلیفہ پہچانا نہین جاتا تو پیغمبر زیادہ تر پہچانا جا نہین سکتا ہی
اور چونکہ معرفتِ پیغمبر کے لئے کوئی اور ثبوت نہین اسلئے بصورتِ انکار خلافت انکار پیغمبری
ثابت چنانچہ کتبِ فریقین مین آیا ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور
محمد حنیفہ مین نسبت امامت کے بحث ہوئی تو اگرچہ دونون عالم تھے مگر کوئی دلیل کافی لقصو
نہو کر رجوع لائے طرف معجزہ کے یعنی طرف گواہی سنگ اسود کے آور بعد گواہی سنگ اسود
برحقیتِ امام علیہ السلام محمد حنیفہ اپنے دعوی یعنے دعوائے امامت سے دست بردار
ہو گئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ کافی تر از معجزات کوئی دلیل نہین اور اصول عقلی اسکا
یہ ہے کہ فعلِ معجزہ بوجہ رہنے بقدرتِ پروردگار تقرب ثابت کرتا ہی صاحبِ اعجاز کا خدا سے
اور ظاہر ہے کہ مقرب خدا کاذب ہو نہین سکتا بلکہ ضرور ہے کہ جمیع صفات مین موصوف ہو
لہذا صاحب اعجاز جو دعوی کرے صادق ہے اپنے دعوی مین وہ دعوی خواہ رسالت کا
ہو خواہ نبوت کا خواہ امامت کا خواہ خلافت کا خواہ ولایت کا اور چونکہ تقرب خدا بلغیر موجودگی
جملہ صفات ممکن نہین۔ لہذا صاحبِ اعجاز مین کل صفات کا موجود رہنا خود بخود یقین
ہو جاتا ہے اور یہ بات ایسی صریح و واضح و مستحکم و فیصل و عام فہم ہے کہ کوئی ذہن اسکے
فہم مین عاجز رہ نہین سکتا اور نہ انکار کر سکتا ہے مگر بعصیان چنانچہ اسی لئے پروردگار
عالم نے معجزات کو ثبوت ماموری اور نشان تقرب کا اپنے قرار دیا ہے تا ہر خاص و عام
پر بخوبی حجت ختم ہو اور یہی ظاہر ہے کہ خلافت منجانب خدا کی معرفت و شناخت کی یہی

تین صورتین ہین اول وجود معجزات دوم ظاہر و ثابت رہنا اُن صفات کا جو واسطے انجام اس منصب کے ضرور و لازم ہین سوم موجود رہنا نص خاص بخلافت کا گو پوشیدہ نہین کہ دو ثبوت اول مفید عام ہین اور ثبوت آخر مفید خاص فرقہ اور ثبوت مفید عام افضل و اعلیٰ متصور ہے ثبوت مفید خاص سے اس صورت مین منادا رسول کو ضرور نہین ہی کہ باوجود عطاے معجزات و اظہار صفات نسبت خلافت صاحب اعجاز و صفات کوئی اور نص کرین اور اگر کرین تو نوراً علیٰ نور ثبوت تائیدی ہر گانہ ثبوت اصلی و ضروری اور بھی ظاہر ہے کہ ہر دعوی و ہر قول و فعل صاحب اعجاز و صفات کا خود واسطے یقین کرنے کے کم از نص نہین پس چونکہ ثابت ہوا کہ مدعی صاحب اعجاز و صفات ضرور ہے کہ خلیفہ مامور بامر اللہ ہو مثل پیغمبر اس صورت مین ضرور ہے کہ انکار صریحی ایسے خلیفہ کا مثل انکار صریحی پیغمبر کی کفر ہو اور انکار تاویلی ایسے خلیفہ کا مثل انکار خفی پیغمبر کے نفاق چنانچہ اسی جگہ سے ہی جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ یعنے جو مرا اور نہین پہچانا اوسنے امام زمان کو پس مرا وہ اوپر موت جاہلیت کے اور بھی اسی جگہ سے ہی کہ علمای مذہب امامیہ اثنا عشریہ نے خلافت و امامت کو اصول دین مین شمار کیا ہے کما ھُو الحق

اب ایک روایت مناسب مقام کے کتاب حیات القلوب سے نقل کیجاتی ہے

روایت کلینی و شیخ طبرسی روایت کردہ اند از یونس بن یعقوب کہ مردی از اہل شام بخدمت حضرت صادق علیہ السلام آمدہ گفت من مردی ہستم صاحب علم کلام و علم فقہ و علم فرائض و میراث و آمدہ ام تا با اصحاب تو مناظرہ و مباحثہ کنم حضرت فرمودند کہ کلام تو از کلام رسولخدا است یا از پیش خود میگوئی گفت بعضے از کلام آن حضرت است

بعضے از پیش خود میگویم حضرت فرمودند که پس تو شریک حضرت رسولے آیا وحی را از خدا شنیدهٔ که ترا خبر داده است باحکام خود گفت نه فرمود که پس اطاعت تو واجب است چنانچه اطاعت رسول خدا واجب است گفت نه یونس گفت پس حضرت بجانب من ملتفت شده و فرمود اے یونس این مرد پیش از آنکه سخن بگوید کلام خود را باطل کرد زیرا که کسیکه وحی الٰهی باو نمیرسد و خدا او را واجب الاطاعت نکرده باشد سخن گفتن او در امور دین باطل خواهد بود بلکه خود را شریک خدا گردانیده خواهد بود پس هشام بن حکم که از متکلمان آن حضرت و در نهایت فضل و علم و فطانت بوده در آن وقت تازه خطش دمیده بود داخل مجلس شد حضرت آنرا تعظیم فرمود و جائے برای او گشود و فرمود که تو یاری کنندهٔ مائی بدل و زبان و دست پس بعد از آنکه جمعے از اصحاب آنحضرت با او سخن گفتند و بر او غالب نشدند حضرت بشامی فرمود که با این پسر مناظره کن یعنی با هشام پس شامی گفت یا هشام با من گفتگو کن در باب امامت این مرد هشام ازین سخن بے ادبانهٔ او در غضب شده گفت ای مردک آیا خدا بمردم مهربان تر است یا مردم نسبت بخود گفت بلکه خدا مهربان تر است هشام گفت بمهربانی خود چه کرده است نسبت بمردم شامی گفت از برای ایشان حجتی و رهنمای اقامت کرده است که پراگنده نشوند و اختلاف در میان ایشان بهم نرسد و امور ایشان منتظم گردد و خبر دهد ایشان را بفرائض پروردگار ایشان هشام گفت آن مرد کیست گفت رسولخدا صلعم هشام گفت بعد از رسولخدا که بود گفت کتاب خدا و سنت رسولخدا صلعم هشام گفت آیا کتاب و سنت بما نفعی بخشیده است امروز در آنکه اختلاف را از ما برطرف کند گفت بلے هشام گفت پس چرا ما و تو اختلاف داریم از جهت این اختلاف تو از شام بسوی ما آمدهٔ که مناظره کنے پس شامی ساکت شد و جواب نتوانست بگوید

پس حضرت بشامی گفت چرا سخن نمیگوئی شامی گفت اگر گویم اختلاف ندارم دروغ گفته ام واگر گویم کتاب وسنت بعد از رجوع آنها رفع اختلاف میکند غلط گفته ام زیرا که احتمال وجوه بسیار دارد وهر کسے آنها را موافق مطلب خود عمل میکند واگر گویم که اختلاف دارم پس کتاب وسنت نفعی نه بخشیده اما نیز من میتوانم همین سخن را باو گردانم حضرت فرمود که برادرم تا جوابش بشنوی شامی گفت خدا مهربان تر است نسبت بخلق یا خود نسبت بخود مهربان تراند هشام گفت خدا مهربان تر است شامی گفت آیا کسے را بانه نصب کرده است که اختلاف را از ان برطرف کند وامور ایشانرا باصلاح آورد وحق وباطل را برای ایشان تمیز دهد هشام گفت زمان حضرت رسول صلعم رامیگوئی یا امروز شامی گفت در زمان حضرت رسول صلعم آن حضرت بود امروز را بگو کیست هشام گفت این بزرگوار که اینجا نشسته است واز اطراف عالم بار می بندند بسوے اومی آیند ومارا خبر میدهد باخبار آسمانی وقرآنے که از پدر وجد خود دارد شامی گفت این از کجا بر من معلوم توانه شد هشام گفت بپرس از و هرچه خواهی شامی گفت عذر مرا قطع کردی اکنون بر من است که سوال کنم حضرت فرمود که ای شامی ترا خبر دهم که سفر تو چگونه بود ودر راه چه بر تو واقع شد چون حضرت همه را خبر داد گفت راست میگوئی الحال بتو ایمان آوردم ومسلمان شدم حضرت فرمود که بلکه الحال ایمان آوردی وپیشتر چون کلمتین میگفتے مسلمان بودے واسلام پیش از ایمان بهم میرسد واحکام دنیا از میراث ونکاح وغیر آنها بر اسلام مترتب میشود وثواب آخرت بر ایمان میباشد وتا اعتقاد بامامت ائمه علیهم السلام نکنند مستحق بهشت نمیشوند شامی گفت راست گفتی من درین ساعت گواهی میدهم به یگانگی خدا ورسالت حضرت رسول صلعم وگواهی میدهم که تو وصی اوصیائے .

بحث سوم بہ ثبوتِ خلافت و امامت بلافصل جناب امیر علیہ السلام

چونکہ بحث ماقبل مین ثابت ہوا کہ اگر بعدِ آنحضرت صلعم کوئی مدعی خلافت صاحب معجزات
اور افضل الناس بصفاتِ علم و عدل و صدق و عصمت و اخلاق پسندیدہ موجود ہو
تو اوسکو خلیفہ برحق و منصوص جاننا اور اطاعت و فرمانبرداری اوسکی مثل پیغمبر کرنا واجب
ہے اور اوس سے عدول کرنا یا سوائے اوسکے دوسرے کو خلیفہ بنانا یا خلیفہ سمجھنا
گمراہی و ضلالت ہے پس اس صورت مین اگر انصاف سے دیکھا جائے تو کتب فریقین سے
یعنی باتفاق و اجتماع امت ظاہر و ثابت ہے بلکہ مشہور و زبان زد خاص و عام ہے کہ
بعد آنحضرت صلعم کے جناب امیر علیہ السلام کل صفات مذکور مین بوجہ احسن موصوف
و معروف تھے کہ کسی کو جائے کلام نہین جیسا بحث مابعد مین تفصیلاً ثابت کیا جائیگا
انشاء اللہ تعالے اور سوائے جناب امیر علیہ السلام کے اوسوقت کوئی اور مدعی خلافت
ایسا نہ تھا کہ جسمین کل صفات مذکورہ کا اجتماع و موجود رہنا اسطرح ثابت ہوسکے جسکے
رو سے افضل الناس ہونا اوسکا بعد آنحضرت صلعم کل صفاتِ مذکورہ مین قابل
یقین یعنے بالاتفاق والاجتماع امت ظاہر ہو۔ اس صورت مین علاوہ دلائل مندرجہ
بحث ہائے ماقبل ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم افضلِ جمیع رسل اور اشرف جمیع انبیا
ہین تو مناسب بلکہ ضرور ہے کہ خلفاء و جانشین آنحضرت صلعم کے بھی افضل و اشرف
ہون خلفاء دیگر پیغمبران سے نہ کمتر کیونکہ کسرشان جانشین سے کسرشان پیغمبر متصور
ہے جیسے کسرشان پیغمبر سے کسرشان خدا اور معلوم ہے کہ خلفاء دیگر پیغمبران کے
صاحب معجزات و موصوف بہمہ صفات تھے کسی وقت مین کافر رہنا اونکا ثابت نہین ہوتا
چنانچہ فتوحات القدس مین رسالہ سے کہ یکی از اصحاب جناب امیرع تھا۔ منقول ہے

کہ ایک روز یکی از متابعان جناب امیر علیہ السلام نے کہا کہ یا امیر المومنین نبی اسرائیل نے وصی موسیٰ سے براہین ومعجزات دیکھے اور نصارا نے وصی عیسیٰ سے خارق عادات وکرامات مشاہدہ کیے اگر ہم لوگ بھی آپ سے کوئی کرامات دیکھتے تو موجب اطمینان قلب وازدیاد یقین کا ہوتا آخر بعد الحاح بسیار آپ معہ جمعی از صحابہ ایک زمین شورہ زار مین پہونچے اور یکے از اسماء حسنے آہستہ پڑھکر فرمایا۔ کہ جو کچھ تمھین پنہان ہے آشکارا کر۔ صحابہ نے جانب راست کیفیت بہشت کہ اصحاب یمین سے خبر دیتی تھے اور جانب چپ کیفیت دوزخ کہ حال اصحاب شمال کا یاد دلاتے تھے مشاہدہ کی الی آخرہ۔ اس صورت مین خلفاء آنحضرت صلعم کا غیر موصوف ہونا اور چالیس چالیس برس تک شرک وکفر رہنا ہرگز ایمان گوارہ نہین کرسکتا اور کسیطرح خدائے دانا وقادر سے ممکن تصور نہین ہوتا کہ علاوہ ضرورت مندرجہ بحث ہائے ماقبل ایسا امر نا مناسب بنسبت خلافت آنحضرت صلعم کے گوارہ کرے اور اہل سنت ہرگاہ غیر صالح ہونا اصحاب آنحضرت صلعم کا باوصف ثبوت غیر صالحی اصحاب دیگر پیغمبران کے معیوب گنتے ہین تو ایسے امر معیوب تر کا گوارہ کرنا خالی از عجائب وغرائب نہین چنانچہ **قولہ تعالے انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین** مطلب اس آیہ کا یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے حضرت ابراہیم سے کہ بدرستیکہ مین نے تجکو امام انام کیا۔ تو اونھون نے عرض کیا کہ میری ذریت کو بھی ایسی ہی کر تو فرمایا خدا نے کہ عہد میرا یعنے امامت وخلافت نہین پہونچ سکتی اون فرزندون کو تیرے جو ظالم یعنے مشرک وبت پرست ہون۔ حمیدی عبد اللہ ابن مسعود سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے بعد نزول اس آیہ کے

فرمایا کہ اللہ تعالے لائے دعوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور براون اماموں کے
نسبتی فرمائی کہ کبھی کسی بُت کے آگے سجدہ نہین کیا یعنے مجھے پیغمبر مرسل فرمایا اور علی کو وصی
میرا۔ مولوی عبد العزیز دہلوی اپنے تفسیر مین یہ تفسیر اس آیہ کے لکھتے ہین۔ خلاصہ مطلب
اونکا یہ ہے کہ امامیہ واسطے امامت کے عصمت شرط سمجھتے ہین لہذا بموجب اس آیہ کے
کفر قبل اسلام پر خلفاء کے معترض ہوکر اونکو لائق خلافت کے نہین جانتے ہین حالانکہ
اس آیہ مین لفظ ظالمین واقع ہے اور مقابل ظلم عدل ہے نہ عصمت اور جو شخص کفر سے
طرف اسلام کے رجوع لاتا ہے سب بُرائیون سے پاک ہوجاتا ہے تو کفر زمانۂ قبل اسلام کو
مانع خلافت سمجھنا محض بیجا اور اگر عصمت واسطے امامت کے شرط القصور ہو تو واسطے
قاضیان و مفتیان و مجتہدان کے بھی معصوم ہونا ضرور ہے انتہے مدعا کلام لیس
واضح ہو کہ یہ کلام مولوی موصوف کا مغالطہ دہی ناواقفان وعوام سے کم نہین کیونکہ
ظاہر ہے کہ ظلم اوپر تین ہی قسم کے ہوسکتا ہے ظلم بحقوق خدا و ظلم بحقوق دیگران و ظلم
بحقوق نفس خود۔ اور اگرچہ نقصان کل ظلمون کا آخر عائد نفس خود ہے مگر جتنے افعال
ذمیمہ ہین ان تین قسم کے ظلمون سے خالی و باہر نہین ہوسکتے اور کفر و شرک کہ ظلم بحقوق
خدا ہے اور صریحاً و بدیہا خلاف ہر عقل جیسا ظاہر ہوا اور جسمین نقصان عظیم بے نفع
مطلق متصور ہے بدترین ہے کل ظلمون کا اور زیادہ تر خلاف عدل متصور ہے۔ جیسا
اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ لہذا حصول عدل تام بغیر حصول
عصمت محال۔ تو اس صورت مین عدل و عصمت الفاظ مترادف یعنی متحد المعنے یا لازم
و ملزوم ہوے یعنی عادل اصلی وہی متصور ہے جو معصوم ہو اور غیر از معصوم کوئی عادل
اصلی تصور ہو نہین سکتا۔ جیسا کلام دوم مین مقدمہ کے بھی ظاہر ہوا کہ کل فضائل

عدل سے حاصل ہوتے ہین اسلئے کل رزائل ظلم متصور اور علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ اختیار
کرنا ایمان کا بعد از کفر بسبب فک وجود عصمت ایک عدل ناقص کسبی ممکن التبدیل والتغیر
متصور ہے اور بسبب دشوار ہونے تشخیص ایمان وصلاح وتقویٰ اصلی کے غیر قابل اعتبار
ویقین بخلاف عصمت کے کہ عدل تام جبلی ہے بہر نوع غیر قابل تغیر وتبدل یعنے معصوم سے
کسی وقت مین کوئی ظلم کہ کفر وشرک داخل اوسمین ہین واقع ہو نہین سکتا اور بصورت
موجود رہنے نقص عصمت کے بہمہ وجوہ قابل اعتماد ویقین اور بھی ظاہر ہے کہ اگرچہ اختیار
ایمان بعد از کفر سے گناہ معاف ہوجاتے ہین مگر ذلت ظلم وبدعقلی دور ہو نہین سکتی
پس اس صورت مین ممکن نہین ہے کہ پروردگار عادل وعالم ایسے منصب جلیل خلافت
کو کہ صلاح عامہ خلائق اوس سے متعلق ہے اور قیام ایمان درست وراہ اصلی دین
اوسپر موقوف واسطے ایسے شخصون کے گوارہ کرے جو ایسے ذلیل وبدعقل ہون۔ اور
جنکا عدل بعد از ظلم کثیر ناقص کسبی وممکن التبدیل والتغیر وغیر قابل اعتبار ویقین خلائق
ہو بلکہ اس صورت مین نقص تعین وتشخیص حسب مسئلہ ہای تقدیر فریقین نسبت
پروردگار ثابت ہوتا ہے اور بھی نقص علم ودانائی وقدرت کما لا یخفی۔ شاید مولوی صاحب
نے خلافت کو گواہی امور فروعی وقضایای مسلمانان کے تصور فرمایا۔ کہ اوسکے لیے
عدل ظاہری کا فتوی جاری کیا۔ مگر اوسمین بھی عادلین درکار ہین تا اتفاق واختلاف
کلام سے اصل مدعا ظاہر ہوجاے اس صورت مین ظاہر ہے کہ امر عظیم خلافت تو
اوس ادنی گواہی سے بھی کمتر ٹھہرا مصرعہ برین عقل ودانش بباید گریست
اور بحالت شرط عصمت امام کے جو قاضیان ومفتیان وغیرہ کا بھی معصوم ہونا ضروری
تصور فرمایا گیا ہے تو پس واضح ہو کہ قاضیان ومفتیان وغیرہ کو بحالت امارت امام معصوم کے

از جانب امام مقرر و مامور ہونا ضرور ہے اس صورت مین گو وہ معصوم نہون مگر ظاہر ہے
کہ بسبب مقرر ہونے از جانب امام معصوم و عالم علم لدنی کے اتقا اونکا ہر نوع مستحکم
و قابل اعتماد و یقین متصور اور بھی قضایا و فتاوا بے خلاف و غلط اونکی امام موصوف کے
پاس پہونچکر قابل یقین فیصل و تصحیح ہو جاسکتے ہین بخلاف خلیفہ غیر معصوم و غیر عالم
علم لدنی کے کہ نہ تقرری عمالان درست او لسنے ممکن و نہ تصحیح احکام خلاف قابل
یقین اولسنے امکان اور بھی اس صورت مین نہین معلوم کہ سلطنت خدا اور سلطنت
بادشاہان دنیا سے کیا فرق باقی رہتا ہے لہذا واسطے امام کے کہ خلیفہ اللہ ہے اہل دنیا کے
اور صلاح عامہ خلائق و قیام ایمان و راہ اصلی دین اوسی سے متعلق ہے عصمت
و فضیلت علم بہت ضرور ہے اور بغیر عصمت و فضیلت علم انجام کار خلافت و امامت
بوجہ احسن و حسب مقصود آلہی بس دشوار و محال اور بھی ظاہر ہے کہ کلام مولوی صوف
کا بمقابلہ حدیث مندرجہ بالا جو بتفسیر لفظ ظالمین واقع ہوئی ہے اور جس سے بسبب
عدم سجود بتان گاہے و وقتی ضرورت عصمت بخوبی ثابت ہی از سخنی بیش نیست۔ اگرچہ
یہ حدیث نزدیک اہل سنت کی بدرجہ صحت کے نہ پہونچی ہو۔ مگر ظاہر ہے کہ راوی اس
حدیث کے عبد اللہ ابن مسعود ہین کہ بموجب روایات اہل سنت کے ایک صحابی
جلیل القدر و جامع و قاری قرآن کے ہین کہ جنہون نے قرأت قرآن کی خود آنحضرت
صلعم سے سیکھی تھے اور قرآن اپنا جسکو خلیفہ سوم نے بزور لیا عہد آنحضرت مین جمع
کیا تھا تو بر تقدیر تسلیم کہ حدیث صحیح نہو مگر رائے اونکی ضرور مطابق بیان اپنے ہوگی
اس صورت مین بھی اہل سنت کو (کہ عظمت و بزرگی جملہ صاحبان رسول صلعم کے بیش از
بیش سمجھتے ہین) اوپر رای ایسے صحابی جلیل القدر کے بمقابلہ رائے مولوی صاحب کے

زیادہ تر تمسک کرنا چاہیئے اگرچہ ہم جانتے ہین کہ اہل سنت بمقابلہ مدعاے اپنے عظمت اصحاب
سے بھی دست بردار ہو جائینگے مگر خدا کو اپنی حجت ختم کرنے سے غرض ہے وہ بہر نوع
حاصل ہے پس ضرورت عصمت واسطے خلیفہ و امام کے عقلاً و نقلاً ہر طرح سے ثابت ہوئی
ہے چنانچہ اسی سبب سے پروردگار عالم نے از ابتدائے پیدایش جناب امیر علیہ السلام
باظہار فضل وکمال اونکے اہتمام بلیغ فرمایا - تاکوئی کسی وقت کسی حال مین فضل وکمال
سے آپکے انکار نکر سکے جیساکہ رحم مادر مین آنحضرت صلعم کے عظمت و تعظیم فرمایا اور اقرار
رسالت کرنا اور کلمہ و درود پڑھنا اور اندر کعبہ معظمہ آن عزوشان یعنی بحکم ندائے غیب و
بانشقاق دیوار حرم محترم تولد ہونا اور بعد پیدایش بغیر معاینہ جمال جہان آرائی آنحضرت
صلعم کے آنکھین نکھولنا اور بغیر چوسنے زبان مبارک اور کھانے لعاب دہن پاک کے
دودھ نہ پینا اور وقت آنے آغوش مطہر مین کلمہ درود پڑھنا اور اقرار رسالت کرنا اور
اوس عہد طفلی مین باوجود زور ابوجہل بتون کو سجدہ نکرنا اور ایسا طمانچہ مارنا جس سے
گردن ابوجہل کی پھر جانا اور گہوارہ مین کلہ اژدر چیرنا جس سبب سے حیدر مشہور ہونا
اور از ایام طفلی ہمیشہ آنحضرت صلعم کے صحبت مین رہکر تربیت پانا اور بمجرد نزول وحی
و دعوی رسالت آنحضرت صلعم کے ایمان لانا مشہور روایات سے ہین - اگرچہ یہ کل
روایات کتب اہل سنت مین مثل دستور الحقائق وحکایات الصالحین وفتوحات القدس
وروضۃ الشہدا و ہدایت السعدا وغیرہ کے موجود ہین لیکن وہ حسب دستور اپنے کہینگے
کہ بعض روایات انمین سے صحیح نہین ہین لیکن یہان صحیح ہونا بعض روایات کا [illegible]
اثبات مدعا کے کافی ہے بلکہ اسیقدر سمجھنا کہ مصرعہ تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا
کیونکہ دوسرون کے لیئے تو کچھ جھوٹ بھی مشہور نہین ہے بلکہ خلاف اسکے مشرک کافر

رہنا اور بتون کی پرستش کرنا وغیرہ اور آپ کا بعد لانے ایمان کے برابر آنحضرت صلعم کے ساتھ رہکر ممد و مددگار ہر امر مین رہنا اور سات برس تک پیچھے آنحضرت صلعم کے تنہا نماز پڑھنا اور بہ شب غار بستر پر آنحضرت صلعم کے بکشادہ پیشانی استراحت فرمانا اور جبرئیل و میکائیل کا بنا بر نگہبانی آنا اور جہادون مین کارہای نمایان کرنا۔ اور باوجود رہجانے تنہا کے کبھی فرار نہونا۔ اور پشت بر نہ پنا اور جنگ بدر مین بروایت معتبر چھتیس نفر کفار کو تنہا قتل کرنا۔ اور جنگ احد مین باوجود فرار مسلمانان ثابت قدم رہنا اور ذو الفقار پانا۔ اور لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار کی صدا غیب سے آنا اور جنگ خندق مین باوجود انکار جملہ مسلمانان عمر ابن عبد ود سے لڑنا اور اسکو قتل کرنا اور جنگ خیبر مین بعد شکست سہ روزہ بآن طمطراق نشان پانا۔ اور بان زور و شور فتح کرنا اور فتح مکہ مین دوش آنحضرت صلعم پر چڑھکر بتون کو توڑنا اور جنگ حنین مین باوجود فرار مسلمانان بذات خاص فتحیاب ہونا اور دروازہ آپکا باوجود انسداد دروازہای جملہ اصحاب از جانب مسجد نبوی بند نکیا جانا اور مسجد نبوی مین غیر آنحضرت صلعم و آپ کے کسیکو بحالت جنابت جانے کی اجازت نہونا اور واسطے سنانے چہل آیات سورۂ برات کے حاجیان کعبہ کو بمعزولی امیر اول بحکم خدا مقرر ہوکر جانا۔ و بحکم خدا ساتھ افضل زنان عالمین کے نکاح ہونا و غدیر خم مین بآن عز و شان حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے مصداق ہوکر امیر المومنین کہلانا اور کبھی ماموری کسی امر کا نہونا۔ خلاصہ یہ کہ بسیاری کارہاے نیک و اعمالہاے صالح افزون از شرح و بیان بجالانا و تصدیق ہر اعمال و ہر صفات کے و باظہار ہر فضائل و ہر کمال کے آیات کثیرہ نازل ہونا۔ اور احادیث متعددہ متکاثرہ صادر پانا معروف اخبارات ہین جیسا جمیع

کتب اہل سنت ان روایات سے مملو ہین پس اگرچہ شیعہ کسی اہل دین کے اعمال کو برابر اعمال
جناب امیر علیہ السلام کے سمجھ نہین سکتے لیکن ممکن کیا ضرور ہے کہ اور لوگون سے بھی۔
(جنھون نے بشوق تمام جہادون مین لڑلڑکر شہادت حاصل کی) اعمال صالح قابل قبول
صادر ہوئے ہون ۔۔ اس صورت مین کسی کے لیے اسقدر اظہار صفات نہوکر صرف نسبت
جناب امیر کے ہر عمل کے ساتھ آیت نازل ہوئی اور ہر فعل کے ساتھ حدیث صادر ہونے
بلکہ بغیر عمل و فعل صدہا آیات وہزارہا احادیث کا بتصدیق و باظہار فضائل و مناقب
آپ کے واقع ہونا خالی از سبب و علت نہین ہوسکتا ہے اور سبب ظاہر ہے کہ فضائل
نافع ہین واسطے آخرت کے اسلیے غیر خلیفہ کے لیے اظہار فضائل دنیا مین چندان ضرور
نہین بلکہ درصورت اظہار عجب وغرور کا احتمال اور خلیفہ کے لیئے اظہار اور تشہیر اونکے
فضائل کی بطریق قابل یقین کے امر ضروری ولازمی سے ہی ورنہ حجت خدا کا اختتام
یا ناممکن چنانچہ اسیوجہ سے پروردگار عالم نے جناب امیر کو معجزات وصفات و فضائل
اسقدر بکثرت وافر اعطا فرمائی کہ علاوہ ثبوت کتابی اسقدر زبان زد خاص و عام ہوگئے
ہین کہ عالم کیا جاہل اور دوست کیا دشمن کو بھی جای عذر و انکار نہین جیسا کتب
اہل سنت مین مثل تاریخ طبری و انساب بلاذری و فضائل سمعانی وغیرہ کے بحد
متواتر روایت ہی کہ خلیفہ اول نے بارہا کہا کہ اقیلونی فلست بخیرکم و علی
فیکم یعنی ہاتھ اوٹھاؤ میرے خلافت و بیعت سے مین تمسے بہتر نہین ہون
تا وقتیکہ علی درمیان تمھارے ہی اور خلیفہ دوم نے ستر مقام پر کہا کہ لولا علی
لہلک عمر یعنے اگر نہوتا علی تو ہلاک ہوتا عمر پس اس صورت مین ظاہر ہے کہ حجت
پروردگار ہر خاص و عام پر بخوبی طے و تمام ہے کیونکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ اگر آپ

افضل الناس و موصوف بجملہ صفات و زیادہ تر برگزیدہ خالق کائنات نہوتے تو
اسقدر عظمت اور بزرگی آپکی بیش از ہمہ ہرگز خاص و عام مین مشہور و شائع نہوتی۔
جیسا کہ ایک عالم صاحبدل کا قول ہے کہ تفضیل و علو مراتب جناب امیر علیہ السلام
کے یقین کرنے کے لئے اتنا معلوم کرنا کافی ہے کہ آپکی عبدیت و معبودیت مین بحث
ہے اور دوسرون کے کفر و اسلام مین۔ پس ظاہر ہے کہ چونکہ تفضیل مفضول صریحاً
و بدیہاً قبیح و مذموم ہے اور خدا سے غیر ممکن الوقوع۔ لہذا وجود اعجاز و اجتماع جملہ صفات
جناب امیر علیہ السلام مین جو مثبت فضیلت تام و برگزیدگی خالق علام ہین بخوبی
دال ہین اوپر ماموری و خلافت بلافصل اونکے مثل ماموری و رسالت پیغمبر کے۔ اور
اشتہار تمام فضائل کا اوپر زبان ہر موافق و مخالف کے (جو بیش از درجہ تواتر
بلکہ اتفاق و اجتماع جمیع امت متصور ہے) حجت کافی ہے اوپر ہر خاص و عام کے
و بس۔ اب خلاصہ اس بحث کا اسطرح معلوم کرنا چاہیئے کہ ہرگاہ حسب دلائل مندرجہ
بحث ہاے ماقبل بخوبی ثابت ہوچکا کہ وجود اعجاز و اجتماع جملہ صفات و وجوب محبت
واسطے خلیفہ پیغمبر کے شرط لازمی و ضروری سے ہے اور بنا بر یقین اجتماع صفات
و وجوب محبت کے موجودگی نصوص خدا و رسول شرط لازم تو چونکہ ظاہر ہوتا گیا کہ
شرط و مشروط لازم و ملزوم ہین لہذا وجود مشروط وجود شرط پر دال اور وجود شرط وجود مشروط
پر دال۔ تو نفس مشروط عین نفس شرط متصور و نفس شرط عین نفس مشروط۔ لہذا
ظاہر ہے کہ خلافت جسکی از روی نص یقینی ثابت ہو اوسمین اعجاز و صفات یقیناً موجود متصور
اور محبت اوسکی واجب اور جسمین اعجاز و صفات از روی نصوص یقینی موجود ہون۔
اور محبت اوسکی واجب ہو خلافت منصوصی و ماموری اوسکی یقیناً ثابت اور یہی ظاہر ہے

کہ ہرگاہ حصول اعجاز تام وصفات تام وموجودگی نصوص کے لئے امر پروردگار شرط لازم متصور ہے تو چونکہ امر پروردگار بغیر وجہ کار عبث ومحال اور وجہ بجز انجام کار خلافت کوئی دوسری مفید و معقول نہین ہوسکتی لہذا ضرور ہے کہ صاحب اعجاز ومنصوص بصفات خلیفہ مامور بامر اللہ ہو اور یہبی ظاہر ہے کہ چونکہ خلیفہ کے لئے وجود اعجاز وصفات شرط لازم متصور ہوے اور یقین صفات کے لئے وجود نص شرط لازم متصور ہوے۔ لہذا ظاہر ہے کہ جو شخص منصوص بنص مخصوصہ خلافت یا صاحب اعجاز ومنصوص بجملہ صفات نہو وہ ہرگز خلیفہ رسول متصور نہین ہوسکتا تو چونکہ نص خلافت (منجملہ دعویداران خلافت بجز جناب امیر علیہ السلام کے) واسطے کسی کے بالاتفاق امت ثابت نہین اور وجود اعجاز و اجتماع جملہ صفات و وجوب محبت مخصوص جناب امیر علیہ السلام مین بذریعہ آیات وافرہ و احادیث متکاثرہ بالاتفاق والاجماع امت ثابت ہی اور یہبی ظاہر ہے کہ تصدیق پیغمبری پیغمبران بذریعہ انہین اعجاز وصفات لازمی اونکے کی گئی نہ کوئی دوسرا ثبوت بنا بر تصدیق اونکے موجود بلکہ معرفت ذات خدا بسبب ظاہر رہنے و ثابت ہونے انہین قدرت وصفات لازمی اوسکے حاصل ہوئی نہ ذات اوسکی ظاہر لہذا جناب امیر علیہ السلام باوجود عدم ثبوت نصوص مخصوصہ خلافت کے یقیناً خلیفہ منصوص ومامور متصور ہین اور جب خلافت منصوصی وماموری جناب امیر علیہ السلام کی ثابت ہوئی تو جملہ خلافتہاے غیر منصوص وماموہ باطل ہوگئین پس اس دلیل سے بخوبی ظاہر ہے کہ جملہ آیات الہی جو باظہار فضائل جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوئے ہین اور جمیع احادیث پیغمبر صلعم جو بتصدیق صفات ضروری اونکے وارد ہوے ہین (تفصیل بعضے وبرخے کی جنمین سے بحث مابعد مین لکہی جاتی ہے انشاء اللہ تعالی)

اب ایک صفات انہین سے واسطے ثبوت خلافت منصوصی و ماموری جناب امیر علیہ السلام کے دلیل ثاقب و برہان قاطع و نص محکم و فیصل متصور ہین اور اگر بعض نصوص مخصوصہ خلافت بھی ثابت پائی جائین (جیسا ثابت ہوتے ہین انشا اللہ تعالی) تو لزوماً علی لزوم ثبوت تائیدی متصور ہونگے نہ ثبوت اصلی و ضروری۔ اس صورت مین مخفی نہین ہے ایسے قول بے عمل اکثر اہل خلاف کا (کہ ہم خود فضائل جناب امیر علیہ السلام کے مقر ہین منکر نہین ہمسے اظہار فضائل کیا ضرور ہے) اوس کلام سے یہودون کے کم نہین ہے کہ عہد آنحضرت صلعم مین کہتے تھے (کہ آپ مین کل نشانات مندرجہ توریت موجود پائے جاتے ہین اور پیغمبر برحق ہین مگر ہمکو امید تھی کہ پیغمبر آخر الزمان اولاد حضرت اسحاق علیہ السلام سے ہوگا) اسلیئے قبول نہین کر سکتے لہذا کل اہل دین چہ عالم وچہ جاہل کو واجب و لازم ہے کہ کج بحثی کو چھوڑکر اور بصدق دل جناب امیر علیہ السلام کو خلیفہ بلا فصل برحق و منصوص و مامور بامر اللہ جانکر عمل کو قول کے برابر۔ اور اصولہاے دین کو پورا و تمام کرین اور اونکی خلافت بلا فصل سے عدول کرکے مفت دین کو اپنے برباد نفرمائین کہ حصول آخرت منحصر ہے اوپر درستی ایمان کے اور درستی ایمان موقوف اوپر اقرار و تصدیق کل اصولہاے دین کے ہی و باللہ التوفیق۔

اب ایک روایت مناسب مقام کتاب حیات القلوب سے نقل کی جاتی ہے۔

روایت کلینے و ابن بابویہ و کشی بسندہاے معتبر روایت کردہ اند از منصور بن حازم کہ گفت بحضرت صادق علیہ السلام عرض کردم کہ خدا جلیل تر و بزرگوار تر است ازان کہ او را بخلق شناسند بلکہ خلق را بخدا می شناسند حضرت فرمود کہ راست گفتی گفتم ہر کہ بداند کہ او را پروردگاری ہست باید بداند کہ آن پروردگار را خوشنودی و غضبی ہست

یعنی بعضے از اعمال باعث خوشنودی او میگردد و بعضے باعث سخط و غضب او. باید بداند که خوشنودی و غضب او را نمیتوان دانست مگر بوحی یا رسولے. پس کسیکہ وحی باو نرسد باید کہ طلب کند پیغمبر آنرا پس ہرگاہ ایشانرا ملاقات کند میداند کہ ایشان حجت خدا اند بمعجزات و علامتیکہ خدا بایشان دادہ است و آنکہ اطاعت ایشان واجب است وگفتم بہ سنیان کہ رسولخدا حجت بود بر خلق گفتند بلی گفتم کہ وقتے از دنیا رفت کہ بود حجت خدا گفتند کہ قرآن پس نظر کردم در قرآن دیدم کہ مخاصمہ میکنند بقرآن سنیان و جبریان و زندیقان کہ اعتقاد بقرآن ندارند تا آنکہ ہمہ غالب میشوند بر مردم بحجت خود۔ پس دانستم کہ قرآن حجت نمیتواند بود مگر بہ کسیکہ تفسیر کنندۂ قرآن باشد و معانی آنرا داند و آنچہ گوید حقیقت خود لتواند ظاہر کرد۔ پس گفتم بہ سنیان کہ کیست تفسیر کنندہ و حافظ قرآن گفتند کہ ابن مسعود میدانست و عمر میدانست و حذیفہ میدانست گفتم ہمہ را میدانستند گفتند نہ بعضے را میدانستند۔ پس نیافتم کسے را کہ بگوید کل قرآن را اند بغیر از علی ابن ابیطالب و ہرگاہ چیزے در جماعتی باشد و ہریک از ایشان گویند کہ ما ہمہ آنرا میدانیم و یکی گوید کہ میدانم و براستی بیان کند کہ آن علی ابن ابی طالب است پس گواہی میدہم کہ او قیم و حافظ و مفسر قرآن است و اطاعت او بر خلق واجب است و حجت بودہ است بر مردم بعد از حضرت رسولخدا و آنچہ در تفسیر قرآن و استنباط احکام ازان بگوید حق است حضرت فرمود کہ خدا رحمت کند ترا منصور گفت برخواستم و سر مبارک آنحضرت را بوسیدم و گفتم علی ابن ابی طالب از دنیا نرفت تا حجتی بعد از خود گذاشت چنانچہ رسول خدا حجتے بعد از خود گذاشت و حجت او بعد از و امام حسن علیہ السلام بود و گواہی میدہم بہ امام حسن علیہ السلام کہ او حجت خدا بود و اطاعتش بر خلق واجب بود باز حضرت فرمود خدا رحمت کند ترا پس سرش را بوسیدم

وگفتم شہادت میدہم باامام حسنؑ کہ او از دنیا رفت تا حجتے لبعد از خود نصب کرد چنانچہ حضرت رسولؐ خدا و پدرش کردند و حجت لبعد از وحسینؑ بن علی بود و اطاعت او واجب بود۔ با آنحضرت فرمود کہ خدا ترا رحمت کند لپس سرش را بوسیدم وگفتم شہادت میدہم بر حسینؑ بن علیؑ کہ از دنیا رفت تا لبعد از خود حجتے گذاشت وحجت لبعد از وعلی بن حسین بود و اطاعت او واجب بود گفت خدا ترا رحمت کند لپس سرش را بوسیدم وگفتم شہادت میدہم بہ علی بن حسین کہ از دنیا رفت تا حجتے لبعد از خود گذاشت وحجت لبعد از و محمد بن علیؑ بود و اطاعت او واجب بود لپس گفت رحمک اللہ گفتم سر خود را بدہ بہ بوسم لپس سر مبارکش را بوسیدم لپس آنحضرت خندید از مکرر بوسیدن تا آنکہ نوبت بآن حضرت رسیدہ بود میدانست کہ میخواہم آنحضرت را بگویم لپس گفتم میدانم کہ پدرت از دنیا رفت کہ حجتی لبعد از خود نصب کرد چنانچہ پدرش کردہ بود و گواہے میدہم بخدا کہ آن حجت توئی واطاعت تو واجب است حضرت فرمود کہ بس است خدا ترا رحمت کند گفتم سرت را بدہ تا ببوسم لپس خندید و فرمود کہ ہر چہ خواہے از من بپرس کہ لبعد ازین از تو چیزے پنہان نخواہم کرد ✤

بحثِ چہارم باثباتِ نصوصِ تائیدی خلافت و امامت و باظہار آیات واحادیث فضائل جناب امیر علیہ السلام از کتب صحیحہ ومعتبرہ اہل سنت اور اسمین ایک تمہید اور پانچ کلام ہین ✤

تمہید

واضح ہو کہ اگرچہ وجود معجزات صاحب اعجاز مین کل صفات کا موجود رہنا حتمًا ویقینًا ثابت کر دیتا ہے جیسا ظاہر ہوا مگر ہم اس بحث مین صفات مذکورہ وفضائل

سو فورہ کا اجتماع جناب امیر علیہ السلام مین بتفصیل ثابت کرنا چاہتے ہین تا کسی طرح کا
شک وشبہہ باقی نرہجاے مگر چونکہ صفات واوصاف آپکی حد وحصر سے باہر ہین کسی کی
مجال نہین کہ کل ایک جگہہ جمع کرسکے چنانچہ کتب فریقین اوس سے مملو ہین بلکہ مجلد
علیحدہ علیحدہ بتفصیل اوصاف وصفات آپکے فریقین مین موجود بلکہ نسبت ایک ایک
حدیث اور ایک ایک صفت کے ایک ایک رسالہ مرتب لہذا یہ مختصر گنجایش کل صفات کی
نہین رکھتا ہے مگر بعضے و برخے آورد چونکہ ہر صفت از صفاتِ مذکورہ ایک ایک عمل ہے
اعمال حسنہ سے اور بحث تشخیصات مین ثابت ہوا کہ ایمان و اعمال کسی کا بغیر گواہی
خاص خدا و رسولؐ کے قابل یقین نہین اسلیے یہ قید کیجاتی ہے کہ کل صفات آپکی گواہی
خاصِ خدا و رسولؐ یعنے از روے اون نصوص واحادیث کے جو خاص شان مین آپکی
وارد ہین ثابت کیجائین تا کسیکو کوئی جگہ عذر وانکار کی نل نہ سکے اور بعد ازان جو جو
صفات ثابت وغیر ثابت آپکے کتابون مین دیکھے یا زبانون سے سنے جائین بلا عذر
اونپر اعتقادِ کامل حاصل ہو اور حجت وانکار مشکل اور چونکہ آیات واحادیث کثیرہ
آپکی شان مین اسقدر نازل و وارد ہوئے ہین اور کتب فریقین مین موجود ہین
کہ اگر کل آیات واحادیث جمع کیجائین تو ایک مجلد علیحدہ ہوجاے چنانچہ مصابیح القلوب
مین واقدی سے مروی ہے کہ ایک روز ہارون رشید نے شافعی سے پوچھا کہ
کسقدر حدیث فضائل علیؑ کے یاد رکھتے ہو اونھون نے کہا کہ تا پانصد - بعدہ یہی
یوسف سے پوچھا - اونھون نے کہا کہ تا ہزار بلکہ زائد - بعدہ یہی اسحاق سے پوچھا
اونھون نے کہا کہ اگر خوف تیرا ہوتا تو البتہ ظاہر کرتا خلیفہ نے کہا کہ بیخوف بیان کرو
اونھون نے کہا کہ پندرہ ہزار مسند و پندرہ ہزار مرسل - تب خلیفہ نے کہا کہ ایک حال

فضائل علی علیہ السلام کا ہم ظاہر کرتے ہین کہ بہتر ہے اون سب سے جو تم لوگ نے یاد کیا ہے
پوچھا کہ کیا ہے بیان کیا کہ عامل دمشق نے مجھے لکھا کہ ایک خطیب یہان معاذ اللہ جناب
امیر کی سب کرتا ہے۔ مین نے اوس خطیب کو طلب کرکے بعد از اقرار ایک مکان مین
بند کروا دیا اور وقت شب اسی فکر مین کہ اسکو کسطرح ہلاک کرون سو گیا۔ خواب مین
دیکھا کہ دروازے آسمان کے کھل گئے اور آنحضرت صلعم اور جناب امیر علیہ السلام
و حسنین علیہم السلام و جبرئیل فرود آئے اور ایک کاسہ آب اونکے ہمراہ ہے۔ اور
اوسوقت یہان پچاس ہزار آدمی جمع ہین۔ آنحضرت صلعم نے اون آدمیون کیطرف
مخاطب ہوکر فرمایا کہ اس مجمع سے شیعیان علی علحدہ ہون چالیس آدمی اوٹھے اور انکو
وہ پانی پلایا اور کہا کہ دمشقی کو لاؤ۔ جب لائے جناب امیر علیہ السلام نے کہا کہ اے
ملعون تو مجھکو دشنام دیتا ہے خدایا اسکو مسخ کر اوسیوقت وہ بصورت سگ ہو گیا۔
پھر اوسکو اوسی مکان مین بند کروا دیا کہ اس حال مین آنکھ میری کھل گئی۔ مین
گھبرا کر اوٹھا اور اوسکو نکلوایا۔ دیکھا کہ سگ ہے۔ چنانچہ اوسکو طلب کرکے دکھلایا
واقدی کہتا ہے کہ مین نے دیکھا کہ کان اوسکے مثل کان آدمیون کے تھے شافعی نے
کہا کہ دور لیجاؤ اسکو کہ مسخ ہے عذاب خدا سے امین نہین۔ پھر اوسکو اوسی گھر مین
بند کر دیا کہ اس عرصہ مین ایک بجلی سی آئی اور اوس گھر کو معہ دمشقی کے جلا ڈالا۔
فقط نظر برین وہی آیات واحادیث انتخاب کرکے لکھے جاتے ہین جو باتفاق فریقین
صحیح ہین اور کتب معتبرہ اہل سنت مین موجود اور نسبت اونھین آیات واحادیث کی
بحث کیجاتی ہے جو خاص و عام مین مشہور ہین انشاء اللہ تعالے اور چونکہ ثبوت
خلافت و فضائل جناب امیر علیہ السلام عین ثبوت امامت و فضائل دیگر ائمہ معصومین

علیہم السلام متصور ہے کیونکہ بصورت قبول کرنے حق خلافت و امامت منصوصی و ماموری
بلا فصل جناب امیر علیہ السلام کے کسیکو قبول حق خلافت و امامت دیگر ائمہ علیہم السلام
مین عذر و انکار نہین ونہ ہو سکتا ہے اور علاوہ اسکے بصورت امامت منصوصی و ماموری
ایک امام کی ظاہر ہے کہ امامت دیگر ائمہ کی از قول امام موصوف یکے بعد دیگرے از اقوال
یکے بعد دیگرے (کہ اقوال اونکے بھی بسبب رتبہ صدق و عصمت الٰہی کے پایہ ثبوت
کم از قول رسولؐ نہین) ثابت و تحقیق ہو سکتے ہین اور علاوہ اسکے موجودگی معجزات بدعوے
(کہ ثبوت اصدق و آیت صحت امامت و موجودگی جملہ صفات کے ہین) ہر ایک ائمہ سے
از کتب اہلسنت ثابت بلکہ مشہور کسیکو انکار نہین نظر بر آن ثبوت امامت و فضائل
دیگر ائمہ اس مختصر مین باعث تطویل جا بکر درج کئے نہین جاتے۔ گر بذیل انشاء اللہ تعالے

کلام اول اثبات معجزات مین جناب امیر علیہ السلام سے

واضح ہو کہ معجزات جناب امیر علیہ السلام کے کثیر ہین۔ ہم بایام حیات و ہم بعد از
شہادت صادر ہوئے چنانچہ کتب فریقین مین درج و موجود ہین بلکہ بوجہ کثرت و تواتر
کے اکثر زبان زد خاص و عام ہو رہے ہین اور فضائل و مناقب وغیرہ مین مشہور و
معروف یہانتک کہ کوئی وجود سے اونکے انکار کر نہین سکتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ شیعہ
خود منکر ہو نہین سکتے باقی رہے اہل سنت اونکی کل فرقے کرامات اولیا کے قائل ہین
اور ہر سلسلہ ولایت کا جناب امیر علیہ السلام تک پہونچاتے ہین۔ لہذا اون لوگون کو
نسبت معجزات جناب امیر علیہ السلام کے زیادہ تر اعتقاد و یقین لازم ہے و اگر باوجود
اقرار کرامات اولیا معجزات جناب امیر علیہ السلام مندرجہ کتب ہائے کثیر اپنے سے انکار
کرین تو عداوت اپنے ساتھ جناب امیر علیہ السلام کی اپنے دل مین ثابت سمجھین خدا کو

اختتام محبت سی غرض ہے وہ حاصل ہے چنانچہ یہ حدیث قدسی مشہور نادِ علیاً مظہر العجائب الخ آپ کے معجزنما ہونے پر دال ہے کیونکہ مظہر العجائب صاحب اعجاز کو کہتے ہین علاوہ اسکے خود قصۂ جنگ خیبر جو بعد آنحضرت صلعم کے واقع ہوا تھا کم از اعجاز نہین ہے تو بھی ایک معجزہ تیمناً و تبرکاً کتب اہل سنت سے لکھدیا جاتا ہی زیادہ تفصیل کے یہ رسالہ گنجائش نہین رکھتا معجزہ شواہد النبوت اور حبیب السیر مین لکھا ہی کہ مجلس صحابہ مین ایک دن جناب امیر علیہ السلام نے حضار مجلس کو قسم دی کہ جسنے حدیث من کنت مولاہ زبان آنحضرت صلعم سے سُنی ہو وہ اسے شہادت کرے۔ سبنے ادای شہادت کی۔ مگر ایک شخص نے عذر نسیان ظاہر کیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے دعا کی کہ الٰہی اگر جھوٹھ کہتا ہو تو سفیدی یعنے برص اوپر چہرہ اوسکی ظاہر کر اوس جگہ کہ عمامہ اوسکا چھپا نہ سکے۔ راوی کہتا ہی کہ واللہ دیکھا مین نے کہ ایک بیاض درمیان دو چشم اوسکے نمودار ہوئے اور کتاب امالی مین بروایت جابر انصاری کے آیا ہے کہ ایک بار جناب امیر علیہ السلام نے بر سر منبر حضار مجلس سے نسبت حدیث مذکور کے گواہی طلب فرمائی انس نے بعذر کبر سن کتمان شہادت کیا جناب امیر علیہ السلام نے نسبت اوسکی بددعا کی۔ کہ بصورت کذب اندھا ہو جاے۔ جابر کہتا ہی کہ واللہ مین نے دیکھا کہ انس نابینا ہوگیا تھا اور تاعمر اپنے پشیمان رہا۔ اب واضح ہو کہ اس ایک معجزہ کے لکھنے سی علاوہ ثبوت معجزہ کے دو مقصود اور بھی ثابت ہوتے ہین۔ ایک یہ کہ عالم و صادق و معصوم یعنے جناب امیر علیہ السلام کو نسبت حق خلافت اپنے اوپر اس حدیث کے تمسک تھا کہ حین نزاع خلافت نسبت اس حدیث کے صحابہ سے گواہی طلب فرمایا کرتے تھے جیسا کتاب مدارج النبوت مین ہی یہ بیان اس حدیث کے لکھا ہی۔ دوسرے یہ کہ اوسوقت اکثر صحابہ عالم و صادق

ومعدوم واجب المحبت یعنے جناب امیر علیہ السلام سے مخالفت رکھتے تھی یہانتک کہ آیات
واحادیث فضائل کو آپ کے چھپاکر حکم آیہ ہذا کے مصداق ہوا کرتے تھی قولہ تعالےٰ
ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی
الکتاب اولئک یلعنہم اللہ ویلعنھم اللاعنون

کلام دوم اثبات مین اون آیات واحادیث کے جو بہ نص
خلافت جناب امیر علیہ السلام بطور تائیدی کے واقع ہوئے ہین

اول قولہ تعالےٰ یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول
واولی الامر منکم یعنی اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو خدا کی
اور اطاعت کرو رسول کی۔ اور اوس صاحب امر یعنے حاکم کے جو تم مین سے ہی کتاب
کشف الغمہ مین جابر انصاری سے روایت کی ہے کہ جب نازل ہوئی یہ آیت کہا مین نے
یا رسول اللہ ہم خدا اور رسول کو جانتے ہین۔ پس کون لوگ ہین اولے الامر کہ حق تعالےٰ
نے اطاعت اونکی قرین اطاعت اپنے اور اطاعت رسول کی واجب کی ہے۔
پس فرمایا آنحضرتؐ نے کہ وہ خلفار ہمارے ہین کہ اول اونکا علی ہے وبعدہ حسن وبعدہ
حسینؑ وبعدہ محمد بن علی کہ معروف ہے توریت مین ساتھ باقر کے جلد ہو کہ دیکھے تو اوسکو
پس جب دیکھو تو سلام میرا پہونچا اوسکو وبعدہ جعفرؑ وبعدہ موسیٰؑ بن جعفر وبعدہ علیؑ
بن موسیٰؑ وبعدہ محمدؑ بن علیؑ وبعدہ علیؑ بن محمد وبعدہ حسنؑ ابن علیؑ وبعدہ ہمنام وہم کنیت
ہمارا کہ حجت اللہ ہے بیچ زمین کے یعنی محمد بن حسنؑ کہ فتح کرے گا اللہ اوپر اوسکے مشارق
ومغارب ارض کے اور وہ غائب ہوگا شیعہ واولیاء اپنے سے جابر کہتا ہے کہ مین نے
کہا یا رسول اللہ شیعہ اوس سے نفع یاب ہونگے غیبت مین فرمایا بحق اوسکے کہ مجھے

ساتھ راستی کے بھیجا ہے خلق مین کہ وہ لوگ مستفیض ہون نور سے اوسکے اور منتفع ہون
ولایت سے اوسکی غیبت مین۔ اور اے جابر یہ راز ہے مکنون سر الٰہی سے اور مخزون علم
ناتمناہی سے چاہیے کہ اوسکو پوشیدہ رکھے تو نامحرمان سے اور مناقب ابن مردویہ
مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اولی الامر جناب امیر علیہ السلام
ہین بالاصالت و دیگر حکام بہ تبعیت اونکے۔ اور تفسیر فخر رازی مین لکھا ہے کہ مفسرین لفظ
اولی الامر مین اختلاف رکھتے ہین بعضے کہتے ہین کہ اولی الامر سے مراد امرا ہین اور ایک
گروہ کہتے ہین کہ حق تعالے نے اطاعت اونکی قرین کی ہے اپنے اطاعت سے اور اطاعت
سے رسولؐ کے۔ پس جائز نہین ہے کہ حق سبحانہ تعالی واجب کرے اطاعت کسی کی
علی الاطلاق جبتک عصمت اوسکی ثابت نہو کہ ظاہر اوسکا مثل باطن کے ہو اور ایمن
غلط و سہو سے اور یہ صفات حاصل نہین ہین امرا اور علما میں تو پس ضرور ہے کہ ائمہ
ہدا ہون اور بھی علمانے ہمارے رضوان اللہ علیہم اگرچہ بہت دلیلون سے ثابت کیا ہے
کہ یہ آیت شان مین جناب امیر علیہ السلام اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے نازل ہوئی
ہے اور اولی الامر سے مراد غیر معصوم دوسرا شخص ہو نہین سکتا لیکن ہم کہتے ہین
کہ اس آیہ مین صرف اطاعت اولی الامر کا حکم ہے نہ اجازت مقرر کرنے اولی الامر
کے بھی حاصل ہے یعنی یہ نہین کہا گیا ہے کہ اطاعت کرو اوس اولی الامر کے جسکو
تم اپنے مین سے مقرر کرلو بلکہ کہا گیا ہے کہ اطاعت کرو اولی الامر کے جو تم مین سے
ہو۔ اس عبارت سے صاف یہی معنی ظاہر ہوتی ہین کہ جو تم مین سے مامور ہی یا ہو
جسکی شناخت حسب قواعد شناخت ممکن یعنی از روی نص و حکم صریح خدا و رسول یا تو
ثابت رہنے فضیلت وجملہ صفات لازم الخلافت والامارت دینی یا بظہور معجزات و کرامات

معجزہ بدعوی بذاتہ ماموریں عصمت و صداقت و حقیت بلکہ جملہ صفات ثابت کردیتا ہے
معجزنما مین۔ جیساظاہر ہوا پس چونکہ یہ سب امور سواے جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم
السلام کے دوسرے کی نسبت قابل یقین کتب اہل سنت سے بھی ثابت ہونہین سکتے ہین
اور نسبت جناب امیر علیہ السلام باتفاق ثابت جیسا ثابت ہوتے ہین انشاء اللہ تعالے
لہذا ضرور ہے کہ اولی الامر سے مراد جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام ہون۔ نہ دیگر امرا
مقررکردۂ اہل اسلام باقی رہا یہ کہنا اہل سنت کا کہ بعد اس آیہ کے کہا گیا ہے کہ فان
تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول یعنی اگر نزاع ہو تم مین
بیچ کسی شئ کے تو پس رد کرد او سکو طرف اللہ اور رسول کے یعنی اگر کوئی امر اولی الامر
کا خلاف شرع و دین مقرر رہو تو رجوع کرو طرف کلام خدا و رسول کے اس روسے اطاعت
اولی الامر کی واجب نہین ہوتی ہے مگر امور مطابق شرع و دین مین یعنی مسلمانون کو
احکام اولی الامر مین اختیار نظر باقی رہتا ہے۔ حالانکہ شیعہ اطاعت حضرات ائمہ
کے بجمیع وجوہ و امور بغیر نظر و تامل واجب و لازم جانتے ہین مثل اطاعت رسول
لہذا حسب اصول شیعہ مراد اولی الامر سے ائمہ معصومین علیہم السلام نہین ہو سکتے
پس واضح ہو کہ معنی تنازعتم کے خاصتًا نزاع امیر و ماموریر دال نہین ہین بلکہ ممکن
ہی کہ نزاع امرے از امور متعلق تعین و تشخیص اولی الامر سے مراد ہو۔ تو اس صورت
مین حکم رجوع بطرف کلام خدا و رسول سے صاف ظاہر ہے کہ تعین اولی الامر کا خاصتًا
بھی بکلام خدا و رسول کیا گیا ہے جو ہو المقصود شیعہ جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے
صلح معاویہ مین حکمین سے فرمایا تھا کہ بموجب حکم قران کے فیصل کرین آور بھی ممکن ہے
کہ نزاع باہم مامورین سے مراد ہو تو اس صورت مین ہرگاہ بموجب آیۂ اول مذکور اطاعت

اولی الامر کے بصیغہ امر واجب ہو چکی تو مامورین کو بصورت نزاع باخود ہا طرف اولی الامر کے رجوع کرنا عین رجوع کرنا بطرف کلام خدا کے متصور ہے۔ لہذا بموجب آیۂ آخر مذکور کے وجوب اطاعت کلی اولی الامر یعنے ائمۂ معصومین علیہم السلام کا رد اور اصول اہل حق ناقص ہو نہیں سکتا وبہ تقدیر معنی اہل سنت یعنی نزاع امیر و مامور کے ہو سکتا ہی کہ آیۂ مذکور بحق عام امرا جیسے خلیفہ وجیہ امام وجیہ سالاران فوج و عاملان شہر و ملک جو بعہد آنحضرت صلعم بحکم آنحضرت صلعم مقرر ہوتے تھے اور بعد آنحضرت صلعم بحکم خلیفہ و امام مقرر ہوتے نازل ہوئے ہو۔ جیسا قول امام جعفر صادق علیہ السلام کا کتب اہل سنت مین آیا ہے کہ اولی الامر بالاصالت جناب امیر علیہ السلام ہین و دیگر حکام بہ تبعیت اونکی۔ اس صورت مین البتہ مطابق معنے اہل سنت اطاعت کل اُمرا و حکام غیر معصوم واجب نہیں ہو سکتی مگر اون امور مین جو مطابق شرع و دین تصور ہون لیکن وہ اولی الامر ان کہ عصمت و صداقت جنکی حسب نصوص متعدد یا بظہور معجزات کثیر ثابت ہو۔ ظاہر ہے کہ رجوع لانا طرف نصوص عصمت و صداقت اونکی عین رجوع لانا بطرف کلام خدا اور رسول کے ہی یعنے ہرگاہ حسب نصوص عصمت و صداقت شبہہ حکم خلاف شرع و دین کا اونسے باقی نہیں رہا۔ تو حسب آیۂ مذکور اطاعت اونکی مثل اطاعت پیغمبر بجمیع وجوہ و امور و بغیر نظر و تامل واجب و لازم۔ پس چونکہ شیعہ نسبت جناب امیر و ائمۂ معصوم علیہم السلام کے نصوص عصمت و صداقت و وجود اعجاز و کرامت بالاتفاق فریقین۔ بلکہ نصوص دیگر نسبت خلافت و امارت کلی مثل پیغمبر کے غیر متفق ثابت کرتے ہین جیسا بعد ازین ثابت کیا جاتا ہے انشاء اللہ تعالے۔ تو اس صورت مین بصورت اس معنی کے بھی بیشک جناب امیر علیہ السلام و ائمہ معصومین علیہم السلام بعد آنحضرت

صلعم اولی الامران بالاصالت ومثل پیغمبر واجب الاطاعت کلی متصور ہین۔ لہذا حسب
معنی اہل سنت بھی مدعا اہل حق فوت نہین ہوتا۔ اور اہل سنت کو اجازت تقرر کرنے خلیفہ
غیر مامور ومعصوم کے حاصل نہین ہوتی۔ پس آیۂ آخر مذکور بکمال بلاغت حاوی ہے اوپر
کل معنی ہاے ضروری وانواعِ نزاع کے اور کل معنے سے مدعا اہل حق بطور کافی ووافی
ثابت بلکہ اس صورت مین پھر حتماً ثابت ہوتا ہے کہ حسبِ منشاء آیۂ مذکور بعد آنحضرت
صلعم اولی الامران بالاصالت وعام یعنے خلیفہ وامام سواے جناب امیر وائمۂ معصومین
علیہم السلام کے کوئی دوسرا نہین ہوسکتا ورنہ تعمیلِ حکم اصلی آیۂ مذکور محال وغیر امکان
کیونکہ تمام کلام شریف مین خطاب عام مسلمانان ایہا الناس اور خطاب خاص مومنان
یا ایہا الذین آمنوا آیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس آیہ مین مخاطب مومنان ہین نہ عام مسلمانان
تو ضرور ہے کہ اولی الامر منکم سے مراد اولی الامر مومن ہو نہ مسلم۔ حالانکہ مبحث تشخیصات مین
ثابت ہوچکا کہ شناخت قابل یقین مومن کے بغیر گواہے خاص خدا ورسول محال و ناممکن
ہے۔ اسصورت مین اگر بعد آنحضرت کوئی منصوص بنص امارت کلی یا بنص مومنیت نہو
تو حکم اطاعت اولی الامر مومن تکلیف مالا یطاق وظلم متصور ہوتا ہے اوپر مومنان مکلفان کے
جو خدا سے ممکن نہین۔ لہذا ضرور ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کے اولی الامران بالاصالت
وعام یعنے خلیفہ وامام منصوص ہون بنص امارت کلی یا بنص مومنیت مگر بصورت منصوص
رہنے صرف بنص مومنیت کے ضرور ہے کہ وہ عالم علم پیغمبر ومعصوم ہون ورنہ تشخیص مومنیت
امراء ماتحت (کہ باین وسعتِ دنیا ہزارون ضرور و درکار ہین) بغیر علم پیغمبر اونسے
بھی محال اور بصورتِ علم وتشخیص درست اعتماد ویقین اہل دین کو اوس تشخیص و بیان
پر بغیر معصومیت ناممکن وناجائز یعنے ظاہر ہے کہ جن لوگون کی نسبت نقص مومنیت حسب

روایات مختلف جملہ فرقہ ہاے اہل اسلام ثابت ہے وہ پندرہ بیس آدمی سے زیادہ قرار نہین
پا سکتے اور بصورت تعین آخر اولے الامران ایک وقت خاص مین ہزارون درکار ہین تا بہر وقت
فرمان چہ رسد- اسصورت تعین ہر وقت کیلیے آیات اولی الامر اعلی انکا منصوص ہونا بنقل مومنیت وعلم وعصمت ضرور
و لازم تا تشخیص مومنیت دیگر اولی الامران ماتحت بذریعہ علم یقینیہ اوس سے ممکن ہو اور اہل دین کو اوس تشخیص
و بیان پر بذریعہ نص عصمت اعتماد و یقین ہو کر بصورت اطاعت اولی الامران مومن یقینی کے ہاتھ آوے
ورنہ ظاہر ہے کہ بغیر اسکے صورت اطاعت اولی الامران مومن یقینی کے صورت پذیر ہو تکلیف
ما لا یطاق دور و تسلسل نہین ہو سکتی- تو چونکہ یہ کل نصوص یعنے اجماع نصوص مومنیت و علم و
عصمت با وجود نص عام و خالی از کلام یعنے بطور اعجاز ذکر است باتفاق فریقین- اونکے
موجودگی نصوص دیگر نسبت امارت کلی غیر متفق جس طرح کہ یقین کے لئے کافی ہوان غیر از
جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام دوسرے کے نسبت کتب اہل سنت سے بھی
ثابت ہو نہین سکتی جیسا ثابت ہوا و بعد ازین ثابت ہوتا ہے انشاء اللہ تعالے
اسلیئے ضرور ہے کہ بعد آنحضرت صلعم اولی الامران بالاصالت و عام یعنے خلیفہ و امام
جناب امیر علیہ السلام و ائمہ معصومین علیہم السلام ہون اور امرا ماتحت یعنی عاملان
و سرداران وغیرہ مامور کردہ انکے نہ دیگر امرا مقرر کردہ اہل اسلام جنکو ایماندار تک کے
پہچاننے کی بھی قدرت نہین کیونکہ اس صورت مین خلاف ورزی حکم اصلی آیۂ مذکور
کے بہ سبب اطاعت امرا غیر مومن یقینی کے صریح ظاہر و ثابت ہوتی ہے جیسا تجسس
کی طرف بھی نگاہ کرنے سے ظاہر ہوگا- کہ جن جن اولے الامران کی اطاعت اہل اسلام سے
کرائی گئی ہے اون سبکا ایمان بذریعہ نص ثابت نہین تو ایمان اونکا کسی طرح یقینی
نہین ہو سکتا تو اطاعت اونکی صریح ناجائز وغیر واجب- پس اس دلیل سے بخوبی ثابت ہے

کہ جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام باوجود عدم ثبوت نصوص دیگر نسبت خاص امارت کے
بموجب حکم اسی آیہ کے (بسبب نصوص رہنے بہ نص موثیت وعلم و عصمت [illegible] کے اعجاز
وکرامات کی) بعد آنحضرت صلعم اولی الامر بالاصالت [illegible] بغیر کسی [illegible] وجوہ [illegible]
بغیر نظر وتامل واجب الاطاعت ہین نہ کوئی غیر انکے اسلیے واجب نہین [illegible]
جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کے اطاعت کسی دیگر حکام مقرر کردہ اہل اسلام
(جنکا ایمان تک قابل یقین ثابت نہو) کسی امر مین واجب جانین [illegible]
خلاف حکم آیہ مذکور معطل ہوئے بلکہ اولے الامران واجب الاطاعت [illegible] جنکے
حق مین آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو مرا اور نہین پہچانا اپنے امام زمان کو تو
مرا وہ اوپر موت جاہلیت کے پس اس حدیث مقبول الطرفین سے ایسے [illegible]
وجود اولی الامران واجب الاطاعت کلی کا خلاف اصول اہلسنت ہر وقت [illegible] زمان
کے لیے بخوبی ثابت ہے یعنے ظاہر ہے کہ جسکی عدم معرفت مثل عدم معرفت خدا و رسول کفر
ہو اوسکی اطاعت مثل اطاعت خدا ورسول بجمیع وجوہ و امور [illegible] بغیر نظر و تامل [illegible]
واجب ولازم ہوگی۔ اور چونکہ ہر امیر اہل اسلام کا نہین پہچاننا باعث کفر ہونا [illegible]
از عجائب نہین جسکی عقل پر پتھر پڑے ہون وہ تجربہ کیطرف نظر کرکے سمجھ سکتا ہے
کہ اس اسلام مین کیسے کیسے امیر ہوتے گئے کہ اگر عدم معرفت اونکے کفر ہو تو کفر [illegible]
ایمان تصور ہوتا ہے۔ اسلیے مصداق اس حدیث کے غیر از جناب امیر و ائمہ معصومین
علیہم السلام جنکی عصمت و صداقت وحقیت وغیرہ از روی بسیاری آیات و احادیث
صحیحہ مقبول الطرفین ثابت ہے کوئی دوسرا نہین وباللہ التوفیق دوم قولہ تعالے
یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین یعنی اے [illegible] لوگ

جو ایمان لائے ہو پرہیزگاری کرو واسطے اللہ کے اور رہو ساتھ صادقون کے مناقب ابن مردویہ اور مناقب اخطب مین ابن عباس سے مروی ہے کہ صادقین علیؑ اور اونکے اصحاب ہین اور سیوطی نے تفسیر درمنثور مین اور ثعلبی نے تفسیر مشہور مین اپنے ابن عباس اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مراد صادقین سے محمد و علی علیہما السلام ہین اور ابراہیم بن محمد ثقفی نے کتاب شرف النبی مین اصمعی سے اور اوسنے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مراد صادقین سے محمد و علیؑ ہین۔ اور اوسی راوی نے جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ صادقین ہم ہین اور ہمارے محبان اور امام فخر رازی نے اپنی تفسیر مین نسبت معنی اس آیہ کے نہایت حیرت ظاہر کی ہے لیکن بعد ثابت کرنے اس امر کے کہ صادقین غیر از معصوم نہین لکھتا ہے کہ اس آیہ مین ہر وقت و ہر زمان کے لوگ مخاطب ہین تو ثابت ہوا وجود معصوم ہر زمان مین ضرور ورنہ حکم آیہ عبث متصور اور رہنا معصوم کا ہر زمان مین سوائے اصول مذہب امامیہ ثابت نہین اس صورت مین اصول مذہب امامیہ حق تصور ہو سکتا ہے اور بھی علمانے ہمارے رضوان اللہ علیہم بہت طرح سے ثابت کیا ہے کہ صادقین سے مراد غیر از جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام نہین لیکن ہم کہتے ہین کہ معیت صادقین بغیر معرفت صادقین ممکن نہین اور معرفت صادقین قابل یقین مثل معرفت صالحین وغیرہ کے بغیر گواہی خاص خدا و رسول یعنے بغیر نص یا حدیث یا قول معصوم کے محال جیسا بحث تشخیصات مین ثابت ہو چکا اس صورت مین حسب دلیل آخر آیہ مندرجہ بالا کے بخوبی ثابت ہو سکتا ہے کہ صادقین سے مراد غیر از جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کے جنکی عصمت و صداقت و حقیت از روی بسیار

آیات و احادیث متفقہ کے ثابت ہی کوئی دوسرا ہو نہین سکتا یعنے ہرگاہ معرفت صادقین
بغیر نص ممکن نہین تو اگر بعد رسول صلعم کے ہر زمان مابعد کے لیے صادقین یقینی یعنے
اشخاص منصوص بصداقت نہ رکھے جائین۔ تو حکم معیت صادقین تکلیف مالا یطاق و ظلم
قرار پاتا ہے اور ہر مومنین مکلفین کے جو خدا سے ناممکن الوقوع لہذا ضرور ہے کہ بصورت حکم
معیت صادقین کے صادقین واسطے شناخت یقینی کے ظاہر و منصوص کیے جائین اور
یہی لوگ مراد ہوں اس آیہ مین نہ دوسرے پس چونکہ صداقت بلکہ معصومیت (کہ بیش از
درجۂ صداقت متصور ہے) قابل یقین یعنے از روی نصوص و احادیث صحیحہ متفقہ سواے
جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کے دوسرے کی نسبت ثابت نہین ہو سکتی ہے جیسا
بعد ازین ثابت کیا جاتا ہے انشاء اللہ تعالے لہذا ضرور متصور کہ صادقین سے مراد
جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام ہون نہ کوئی دوسرا اس صورت مین ظاہر ہے
کہ ہرگاہ اس آیہ مین معیت اونکی واجب کی گئی ہے تو خلافت منصوصی اونکی بخوبی ثابت
سوم [۳] قولہ تعالے انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون
الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ یعنی نہین ہے کوئی
ولی یعنے کوئی والی و امیر یعنی اولے الامر تمہارا مگر خدا و رسول اور وہ مومن جو پڑھتے
ہین نماز اور دیتے ہین زکوۃ درحالیکہ رکوع مین ہون جمیع مفسرین اہلسنت متفق
ہین کہ یہ آیہ شان مین جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوئی بر طبق خیرات انگشتری
بیش بہا بحالت رکوع۔ چنانچہ جامع الاصول مین صحیح نسائی سے حسب روایت عبد اللہ
بن سلام لکھا ہے کہ راوی کہتا ہے کہ ایک روز حاضر ہوا مین خدمت بابرکت
حضرت رسالت مین اور عرض کیا مین نے کہ یا حضرت جیسے ہمنے کہ تصدیق خدا و

رسولؐ کی کی ہے اوس دن سے قوم نے ہماری ہمسے کنارہ کیا ہے اور ہمسے دشمنی اختیار
کی ہے اور قسم کھائی ہے کہ ہمسے بات نکرین گے۔ پس حق تعالے نے اس آیہ کو نازل
کیا۔ پس بلال نے واسطے نماز ظہر کے اذان کہی اور لوگ واسطے نماز کے کھڑے ہوئے
اور مشغول نماز ہوے پس بعضے سجود مین تھے اور بعض رکوع مین تھے اور بعضے
مسواک کرتے تھے۔ ناگاہ سائل نے سوال کیا پس علی علیہ السلام نے بیچ رکوع کے
انگوٹھی اوسکو دی اور وہ سائل اوس انگوٹھی کو لیے ہوئے خدمت مین رسولخدا
صلعم کے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا حضرت علی ؑ نے یہ انگوٹھی حالت رکوع مین مجکو
عنایت فرمائی۔ حضرت رسولؐ خدا نے اس آیہ کو تلاوت فرمایا اور ثعلبیہ نے اپنے تفسیر مین
روایت کی ہے کہ ایک روز ابن عباس چاہ زمزم پر بیٹھے تھے اور نقل احادیث فرماتے تھے
ناگاہ ابوذر حاضر ہوے اور کہا ایہا الناس مین ہون ابوذر غفاری سُنا ہی مین نے
حضرت رسولخدا صلعم سے ساتھ اپنے ان دونون کانون کے۔ اگر جھوٹ کہون تو بہرا
ہوجاؤن۔ اور دیکھا تھا مین نے اون حضرت کو انہین اپنے دونون آنکھون سے
اور اگر دروغ کہون تو اندھا ہوجاؤن کہ وہ حضرت فرماتے تھے کہ علی پیشوا ہے نیکوکارون
اور کشندہ ہے کافرون کا مدد کیا گیا ہے وہ شخص جو اوسکی مدد کرے اور ذلیل و خوار ہے
وہ شخص کہ جو اوسکی مدد و نصرت نکرے مین نماز پڑھتا تھا ایک روز ساتھ رسولخدا صلعم
کے نماز ظہر۔ پس ایک سائل آیا مسجد مین اور اوسنے سوال کیا اور کسی نے کچھ نہ دیا
سائل نے اوسوقت ہاتھ بلند کیے طرف آسمان کے اور کہا خدا وندا گواہ رہنا کہ مین نے
مسجد رسولؐ مین سوال کیا اور کسی نے مجھے کچھ نہ دیا اوسوقت جناب امیرؑ نے کہ حالت
رکوع مین تھے اشارہ کیا طرف سائل کے بانگشت کوچک دست راست اور ہمیشہ اوس

اونگلی مین حضرت انگوٹھی رکھتے تھے سائل نے جو حضرت کے اشارہ کو دیکھا حضرت کے پاس
آیا اور اوس انگوٹھی کو انگشت مبارک سے اوتار لیا بعد نماز حضرت رسول خدا مطلع ہوئے
سر سوے آسمان بلند کیا اور کہا خداوندا برادرم موسیٰ نے تجھسے سوال کیا اور کہا پروردگارا سینہ
میرا کشادہ کر اور آسان کر مجھپر کام میرا اور کھول گرہ کو میری زبان کے تا لوگ سمجھین کلام
میرا اور مقرر کر میرا وزیر واسطے میرے اہل سے میرے کہ وہ ہارون ہے اور محکم فرما بازو کو
میرے اوس سے پس تو نے دعا اونکی قبول فرمائی خداوندا مین محمد پیغمبر برگزیدہ تیرا
ہون۔ خداوندا پس کھول تو سینہ میرا اور آسان کر اوپر میرے کام میرا اور گردان واسطے
میرے وزیر اہل سے میرے کہ وہ علیؑ ہے۔ محکم کر ساتھ اوسکے پشت میری ابوذر کہتے ہین
کہ ہنوز کلام اوس عالی مقام کا تمام ہوا تھا کہ حضرت جبرئیل نازل ہوے از جانب
خداوند جلیل اور کہا کہ اے محمد پڑھو اس آیہ کو پس حضرت نے اس آیہ کی تلاوت فرمائی
اور اسیطرح سیوطی اور فخر رازی نے اور زمخشری نے اور نیشاپوری نے اور ابن البیع
نے اور واحدی نے اور سمعانی نے اور بیہقی نے اور نطنزی نے اور صاحب مشکات نے
اور مؤلف مصابیح نے بلکہ سب مفسرین و محدثین شیعہ او رسنی نے سُدی سے اور مجاہد
سے اور حسن بصری سے اور اعمش سے اور غالب بن عبد اللہ سے اور قیس بن الربیع
سے اور ابن عباس سے اور ابوذر وغیرہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ شان مین علیؑ
کے نازل ہوئی ہے بلکہ شاعرون نے مثل حسان وغیرہ کے نظم بھی کیا ہے۔ صرف
اختلاف یہ ہے کہ اہل سنت معنی لفظ ولی کے محبوب قرار دیتے ہین پس واضح ہو کہ قرار دینا
اس معنی کا خیال ازبیرا ہہ روی نہین کیونکہ تخصیص وحصر لفظ انما سے صاف ظاہر ہے
کہ اس آیہ مین لفظ ولی اوسوقت بعد خدا و رسولؐ کے مخصوص کیا گیا ہے واسطے جناب

امیر علیہ السلام کے - حالانکہ محبت کل اہلبیت کی حسب آیۂ مودت ودیگر احادیث کے
بلکہ کل مسلمانون کی کل مسلمانون کو حسب آیۂ والمؤمنون والمؤمنات
بعضہم اولیاء بعض ودیگر احادیث بسیار کے لازم وموکد کی گئی ہے - لہذا لعورت
معنے محبت کے تخصیص وحصر محبت جناب امیر علیہ السلام خلاف احکام متعددہ متعورہ
اور جب تخصیص غلط ہوگئی تو یہ معنی بھی صحیح ہو نہین سکتے ہین - اور ظاہر ہے کہ لفظ
انما سے تخصیص وحصر جناب امیر علیہ السلام کا نسبت لفظ ولی اوسوقت بعد خدا ورسول
کے بخوبی ثابت ہے اسلیے منجملہ معنی ہاے لفظ ولی کے اس مقام پر وہی معنے حتماً ویقیناً
مناسب مقام تصور ہوتے ہین جنکی تخصیص وحصر اوسوقت بعد خدا ورسول نسبت جناب
امیر علیہ السلام کے بیان متصور ہو اور وہ معنی سواے والی وامیر کے دوسرے نہین ہوسکتے
ہین جس سے خلافت بلافصل جناب امیر علیہ السلام کی بخوبی ثابت ہوئی جاتی ہے کیونکہ
امیر بعد خدا ورسول کے ایک سے زیادہ نہین ہوسکتا - اس سے صاف ثابت ہے کہ
یہ آیۂ نص صریح وخاص واقع ہوئی ہے اور نص ایمائے وعام آیات مذکورہ بالا کے
اور اولی الامر منکم میں آیۂ اول اس آیہ مین شناخت کروایا گیا ہے اور یہی ظاہر ہے
کہ اس آیہ مین امارت وایمان دونون ساتھ منصوص ہین - اس صورت مین اگر معنے
والی کے امیر نہ تصور ہون تو بھی بوجہ رہنے نص ایمان کے حسب مصداق آیۂ اول نص
امارت بخوبی ثابت ہے اور بوجہ موجودگی النصوص عصمت وعلم بموجب آیات واحادیث دیگر
جیسا ظاہر ہوتا ہے انشاء اللہ تعالے - نص امارت واجب الاطاعت کلی اسصورت مین
آیۂ ہذا صریح دلیل مستحکم وحتمی ہے واسطے خلافت جناب امیر علیہ السلام کے اور بسبب
اوس تخصیص وحصر کے کہ لفظ انما سے آیۂ مذکور مین کی گئی ہے دلیل کامل ویقینی ہے

اور خلافت بلا فصل اونکے اور اگر بالفرض کل دلیلوں سے درگذر کرکے معنی ولی کے محبوب ہی
تصور کرلئی جائین تو بھی مدعا ہمارا ہاتھ سے نہین جاتا یعنے ثبوت خلافت مین جناب امیر
علیہ السلام کے کوئی ہرج لاحق نہین ہوتا ہے جیسا بحث حدیث من کنت مولاہ
فعلی مولاہ مین بعد ازین ثابت کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالے۔ مگر ہم تعجب کرتے ہین انصاف
پر اہل سنت کے اور نہین سمجھتے کہ اونکو صرف اثبات مدعا ولی سے غرض ہے یا حصول نتیجہ
واقعی سے بھی کچھ مطلب ہے کیونکہ اگر ایمان کو سامنے رکھکر غور کیا جائے تو ایسے معنی
دور از قیاس کبھی ذہن مین نہین آسکتے ہین باقی رہا یہ کہنا بعض متعصبین اہل خلاف
کا کہ آیہ وافی ہدایہ مذکور مین والذین امنوا بصیغہ جمع واقع ہوا ہے شخص واحد سے
کیونکہ مراد ہو سکتی ہے تو جواب اسکا جو علمانے ہمارے رضوان اللہ علیہم دیا ہے کہ یہ
صیغہ جمع تعظیماً آیا ہے اور ایسا کلام عرب مین جاری وساری اور بھی خود کلام شریف
مین بہت جگہ موجود کافی ووافی ہے۔ پھر بھی ہم کہتے ہین کہ ہر گاہ بموجب شرح احادیث
موروودہ روایات اہلسنت مندرجہ بالا کے بخوبی ثابت ہے کہ یہ آیہ شان مین جناب
امیر علیہ السلام کے نازل ہوئی اور صیغہ جمع تعظیماً واسطے واحد کے کلام عرب مین مستعمل تو
اس صورت مین بمقابلہ اون سب شرح احادیث کے راے بے بنیاد بعض متعصبین پر دل
دینا صریح بیراہہ روی ہے۔ اور علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ اگرچہ والذین امنوا بصیغہ جمع
واقع ہوا ہے مگر لفظ ولی مفرد ہے واسطے جمع کے آ نہین سکتا تو چونکہ والذین امنوا
دو مفردات یعنی خدا ورسول صلعم کا معطوف علیہ ہے اور بعد خدا ورسولؐ کے بجاے
لفظ ولی کوئی دوسرا لفظ جمع کا واسطے والذین امنوا کے آیا نہین تو اس صورت
مین ضرور ہے کہ مشاراً الیہ والذین امنوا کا بھی مثل خدا ورسول کے مفرد ہو

نہ جمع اور رسالے علمائے شیعہ کہ یہ صیغہ جمع لفظیاً واقع ہوا ہے صحیح و درست اور بھی ظاہر ہے
کہ اگر وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے جمع مراد لیجائے تو دو حال سے خالی نہین یا کوئی چند اشخاص
مراد ہون یا کل مومنین مگر سوائے جناب امیر علیہ السلام کے کوئی چند اشخاص بروایات
فریقین ثابت نہین تو حکم آیہ نسبت ولایت چند اشخاص مہمل تو تنزیل آیہ بفایدہ و
عبث آمذا یہی کہا جا سکتا ہے کہ کل مومنین مراد ہین مگر اس صورت مین ضمیر کم کی مہمل
رہی جاتی ہے کیونکہ ضرور ہے کہ ضمیر کم کیطرف کل مومنین کے راجع ہو تو ہم ضمیر کم و ہم
مراد لفظ ولی دونون کو طرف کل مومنین کے رجوع سمجھنا سراسر قبول نقیض و تضاد و خطگی ہے
لہذا ظاہر ہے کہ ہرگاہ ضمیر کم کیطرف کل مومنین کے راجع ہے تو مشار الیہ لفظ ولی کا شخص
واحد ہو مگر اسصورت مین ضرور ہے کہ وہ شخص واحد بنا بر ولایت مومنین بصفت خاص و
نشان مخصوص جملہ مومنین سے علحدہ و ممیز کر دیا جاے تا حکم آیہ مہمل نرہجائے چنانچہ اسلیے
وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ صفت خاص و نشان مخصوص سے علحدہ و متمیز
کر دیا گیا - اب اگر یہ کہا جاے کہ وہ کل مومنین مراد ہین جو نماز پڑھتے ہین اور زکات
دیتے ہین اور راکعون سے مراد خاشعون ہے جیسا صاحب تفسیر بیضاوی نے لکھا ہے
تو اس صورت مین ظاہر ہے کہ یہ امر اون کل روایات صحیحہ متواترہ متفقہ فریقین کے خلاف
ہوتا ہے جو اوپر ظاہر و ثابت ہو چکین اور بھی ظاہر ہے کہ حکم ولایت صاحبان ایمان و
اعمال غیر صالح یا مشتبہ خدا سے ناممکن و غیر امکان و شناخت ایمان و اعمال صالح کی انسان پر دشوار و محال ہے
جیسا مبحث تشخیصات مین معلوم ہوا تو اس حالت مین بغیر اظہار ایمان و اعمال صالح حکم ولایت
صاحبان ایمان و اعمال صالح تکلیف مالا یطاق و ظلم متصور ہے جو خدا سے ناممکن الوقوع اور بھی ظاہر ہے
کہ ثنا و صفت عبادت غیر قابل صفت خدا سے ناممکن اور عبادت قابل صفت مین خشوع داخل

منصور اظہار خشوع علیحدہ بفائدہ ویغیر ضرر آمد اظاہر ہے کہ معنی لفظ رکوع کے خلاف
لفظ واقع وخلاف شرح احادیثی کو مجمودہ روایات فریقین خشوع لگا کر معنی آیات قرآنی کے نری عقل سے
بدل دینا خالی از گمراہی وبیراہ روی نہین ہوسکتا بلکہ انکو شریک حضرت رسول صلعم کا سمجھنا ہے کما لا یخفی
وباللہ التوفیق چہارم قولہ تعالے انما انت منذر ولکل قوم ھاد یعنی ای محمد نہین ہے
تو مگر دہشت دلانے والا اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے۔ شواہد التنزیل مین ابو بردہ اسلمی
سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلعم نے آب وضو طلب فرمایا جب وضو سے
فارغ ہوے تو دست علیؑ کو پکڑا اور اپنے سینہ حقائق دفینہ پر رکھا اور فرمایا انما انت
منذر ولکل قوم ھاد اور حافظ ابو نعیم اصفہانی کہ مشاہیر محدثان اہل سنت سی ہے
کتاب ما نزل فی القرآن فی علی مین ساتھ کئی سند ون کے ابن عباس سے روایت کرتا ہی
کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو آنحضرت نے دست مبارک اپنا دوش جناب امیر علیہ السلام پر
رکھا اور فرمایا کہ تو ہی ہے یا علی ہادی اور ساتھ تیرے ہے ہدایت پائینگے ہدایت پانیوالے
بعد میرے اور مسند محدث حنبلی اور فردوس الاخبار شیرویہ اور اربعین اور مواداتـ مین
ابن عباس سے اور ابن مسعود سے وجابر انصاری سے مروی ہے کہ جب آیۂ نازل ہوئی تو
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین منذر ہون اور علیؑ ہادی ہے پس ظاہر ہے کہ لفظ ہادی
حاوی ہے اوپر معنی خلافت کے یعنی جو ہادی ہے وہی خلیفہ منصوص ہے کیونکہ کار پیغمبر
بجز ہدایت نہین۔ تو کار خلیفہ غیر از ہدایت ہو نہین سکتا پنجم قولہ تعالے
وممن خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون یعنی منجملہ
مخلوقات اپنی پیدا کیا ہے مین نے ایک امت کو کہ ہدایت کرتے ہین لوگون کو طرف راہ حق
کے اور بتوفیق خدا راہ باطل سے علیحدگی ڈھونڈھتے ہین۔ بحر المناقب اور مناقب

ابن مردویہ مین زادان سے مروی ہے کہ فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے کہ وہ فرقہ مین
ہون اور محبان میرے۔ پس ظاہر ہے کہ خلافت ہدایت کنندۂ راہ حق کو زیبا ہی نہ دوسرے کو
ششم حدیث غدیر مدارج النبوت مین لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ باثناے مراجعت
از حجۃ الوداع بمقام غدیر خم آنحضرت صلعم نے بطرف یاران واصحاب متوجہ ہوکر فرمایا
الستم تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسهم یعنی آیا نہین جانتے
تم لوگ کہ زیفضل وبہتر ہون مین نزدیک مومنان کے نفسون سے اونکی جیسا کہ اوتعالے
فرماتا ہے جیسا فرماتا ہے النبی اولی بالمومنین من انفسهم اور مروی ہی کہ اس
کلمہ کو تین بارہ فرمایا لفظاً ومعنیاً۔ معنی یہ کہ امر نہین کرتا ہون مین مومنون کو مگر جسمین
انکی بہبود ہو خیریت دنیا وآخرت کی اونکی ہو۔ بخلاف اونکے نفوس کے کہ کبھی طرف
شر وفساد کے ہی خواہش دلواتے ہین قالوا بلی یعنے لوگون نے کہا کہ سچ بعد ازان
فرمایا کہ گویا مجکو اوس عالم مین طلب کیا ہے اور مین نے قبول کیا۔ پس تم آگاہ ہو کہ
دو امر عظیم درمیان تمہارے چھوڑتا ہون مین۔ کہ ایک بزرگتر ہے دوسرے سے اور وہ
قران اور اہلبیت میرے ہین۔ نگاہ رکھو اور احتیاط کرو کہ بعد میرے ساتھ ان دو چیزون
کے کیا سلوک کرتے ہو اور رعایت اونکی حقوق کی کس کیفیت سے بجالاتے ہو اور یہ
دونون امر بعد میرے آپس سے ہرگز جدا نہونگے تا بلب کوثر نزدیک میری پہونچینگے
اوسوقت فرمایا کہ خدا مولا میرا ہے اور مین مولا جمیع مومنون کا۔ بعد ازان ہاتھ جناب
امیر علیہ السلام کا پکڑکر فرمایا۔ کہ اللهم من کنت مولاہُ فعلی مولاہُ
یعنے خداوندا جسکا مولا مین ہون علی اوسکا مولا ہے اللهم وال من والاہُ
وعاد من عاداہُ یعنی خداوندا دوست رکھ اوسکو جو علیؑ کو دوست رکھے

اور دشمن رکھ اوسکو جو علی کو دشمن رکھے اور ایک روایت مین اسقدر زیادہ ہے وانصر
من نصرہ واخذل من خذلہ یعنی مدد کر اوسکی جو علی کی مدد کرے اور
چھوڑدے اوسکو جو علی کو چھوڑدے وادر الحق حیثما دار یعنی اور پھیر حق
جسطرف علی پھرے اور اس حدیث کو روایت کیا ہے احمد نے براء بن عازب اور زید بن
ارقم سے جیسا کہ مشکاۃ مین مندرج ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے اور روایت کی گئی ہے بہت
کتابون مین مثل صحیح ترمذی وصحیح نسائی وصحیح مسلم اور مسند احمد بن حنبل اور صواعق
محرقہ وغیرہ کی۔ اور طرق اوسکے بہت ہین اور روایت کی ہے جمع کثیر نے صحابہ سے
اور گواہی دی علی کو اوسکی جسوقت کہ نزاع ہوئی ہے امر خلافت مین اوسنے اور بہت
اسانید اوسکے صحیح وحسان ہین اور التفات نہین ہے طرف قول اونکے جنہون نے
کلام کیا ہے صحت مین اوسکے اور نہ طرف قول اون بعضون کے جنہون نے کہا ہے۔
زیادت از والِ من والاہ موضوع ہے اسلیئے کہ ساتھ طرق متعددکے تصحیح کیا ہے
اوسکو ذہبی نے اور اس حدیث سے نہایت فضل وتکریم ہے واسطے علی مرتضی علیہ السلام
کے وتحریص وترغیب مومنون کو طرف مودت وموالات اونکے اور اجتناب واحتراز بغض
وعداوت سے اونکے جیسا کہ دوسری حدیث مین آیا ہے کہ دوست نہین رکھے علی کو مگر مومن اور
دشمن نہین رکھے علی کو مگر منافق۔ ولیکن دلالت اوس سے اوپر استخلاف اور نصب بامامت
اونکے پس اسمین اہل سنت کو لازم ہے اور شیعون نے تمسک کیا ہے کہ یہ نص قطعی ہے واسطے
امامت کے اور معنی قول آنحضرت صلعم الست اولی بکم کے ناصر ومحبوب نہین
ہین کہ اس صورت مین اجتماع جملہ اصحاب ہمراہی اور اسقدر مبالغہ واہتمام ودعا وغیرہ کی
احتیاج نہ تھی کیونکہ ان باتون کو صحابہ پیشتر سے جانتے تھے اور بعد اسکے بہ نقل کلام صاحب

صواعق محرقہ اس طرح لکھتا ہے کہ لانسلم کہ مولا در بجاے خود والی و حاکم باشد بلکہ بمعنی ناصر و محبوب است انتہی۔ ترجمہ کلامہ۔ اب جو شخص کچھ بھی ایمان رکھتا ہوگا اور کچھ بھی آخرت سے ڈرتا ہوگا اوسکو اسی عبارت مدارج النبوۃ کو دیکھنے سے ظاہر و ثابت ہوجائیگا کہ یہ مقدمہ غیراز نصب ولی عہد یعنے خلیفہ و امام کے نہین۔ یہان معنی مولا کے صرف ناصر و محبوب وہی قرار دے گا جو چارون طرف سے آنکھین بند کرلے۔ اور جسکے حق مین خدا نے یہ فرمایا ہے کہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ ورنہ ہر شخص جانتا ہے کہ معنی الفاظ ذو معنیین کے حسب موقع و محل و قرائن و ضرورت وغیرہ وجوہ قوی کے قرار دیے جاتے ہین نہ بلا وجہ یا بوجہ ضعیف یا حسب مدعاء طبعی۔ پس وجوہ معنی امارت ظاہر ہے کہ اول ظاہر کرنا آنحضرت صلعم کا کہ مین اولی ہون نفسہاے مومنان سے بسبب امر و حکم محض بکارہاے نیک و حق کے یہ یاد دہی آیہ کریمہ النَّبِیُّ اَولٰی الی آخرہ کے۔ اور بعد ازان فرمانا کہ جسکا مین مولا ہون علیؑ اوسکا مولا ہے۔ صاف ظاہر کرتا ہے کہ اصدار حدیث ہذا سے غرض اصلی اظہار امارت حقہ جناب امیر علیہ السلام کے ہے اور لفظ مولا جو ہم مادہ ہے لفظ اولی کا اس حدیث مین معنی امیر برحق یعنے معنی امر کنندۂ امور نیک و حق کے واقع ہوا ہے نہ بمعنی محض محبوب کے۔ دوم اصدار اس حدیث کا بعد بیان خبر رحلت و وفات اپنے و اظہار عظمت و بزرگی اہلبیت و وصیت و تاکید نسبت رعایت حقوق اونکے صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ مقدمہ غیراز نصب ولی عہد یعنے خلیفہ و امام کے نہین۔ سوم یہ فقرہ حدیث کا کہ اہلبیت و قرآن ہرگز بعد میرے جدا نہونگے آپسمین الی آخرہ یعنے اہلبیت سے کبھی خلاف قرآن عمل یا حکم کرنا ممکن نہین۔ صاف ثابت کرتا ہے مراد خلافت و امامت کو کیونکہ ایسا اعتقاد دلوانا غیراز ہادی و خلیفہ و امام کے

دوسرے کے لئے ضرور نہین اور خلافت حق اوسی کا ہو سکتا ہے جو ایسا معتمد ہو چہارم
یہ دعا کہ مدد کر اوسکی جو علیؑ کے مدد کرے اور پھیر حق کو جس طرف علیؑ پھرے صاف ظاہر
کرتی ہے مراد خلافت کو جناب امیر علیہ السلام کے کیونکہ ایسی تاکید نصرت اور ایسے
اظہار حقیت سوائے خلیفہ و امام کے دوسرے کے لئے غیر ضرور۔ اور کبھی باوجود موجود ہونے
ایسے شخص کے جسپر اس طرح کا اعتماد دلایا گیا ہو دوسرے کو لائق خلافت و امامت
وہدایت کے تصور کرنا صریح ضلالت اختیار کرنا ہے اور علاوہ اسکے صاحبان ذی انصاف
سے پوشیدہ نہین کہ باوجود نازل ہونے آیۂ یا ایھا الرسول بلغ الی آخر کے اور آیہ
الیوم اکملت لکم دینکم الی آخرہ بروز غدیر خم کے قبل و بعد اظہار حدیث مذکور کو
کے جیساکہ اکثر روایات اہل سنت مین وارد ہوا ہے اور بحث خلافت عام مین ظاہر کیا گیا
اور باوجود اظہار کرنے آنحضرت صلعم کے حدیث مذکور کو اوس میدان ریگستان مین بعین
تابش آفتاب باہتمام ہاے بلیغ و بعد اجتماع کل ہمراہیان حجۃ الوداع یعنے بازپس رفتگان
و انتظار پس ماندگان۔ و باوجود بیعت لینے آنحضرت صلعم کے از طرف جناب امیر علیہ السلام
اوس مقام پر بقیام سہ روزہ اور امیر المومنین کہلوانے جناب امیر علیہ السلام کو اوس روز
سے۔ اور باوجود مبارکباد دینے کل صحابہ کے جناب امیر علیہ السلام کو اوس روز تہنیت
ولایت خلافت روز نزول آیۂ مودت و ورود دیگر احادیث تاکید محبت کے اور کہنے خلیفہ
دوم کے کہ خوش ہو خوش ہو اے علیؑ صبح نہین کی تو نے کہ مولا ہوا ہمارا اور کل مومنین
اور مومنات کا آجکے روز سے۔ اور باوجود ضبط قصیدہ کرنے حسان بن ثابت کے امر
خلافت جناب امیر علیہ السلام کو اوسیوقت اور سنانے آنحضرت صلعم کو اور سکوت آنحضرت
صلعم کے اور باوجود اعتراض کرنے ایک اعرابی کے آنحضرت سے بدعاے خلافت بعد نزول

مدینہ منورہ کے اور جواب دینے آنحضرت صلعم کے کہ یہ امر بغیر حکم خدا نہین اور باوجود طلب سنگ کرنے اعرابی مذکور کے پروردگار سے بطور مباہلہ بعد اس تعجب کے اور موت اعرابی مذکور از سنگ آسمانی وخبر دہی پروردگار از واقعہ موت اعرابی مذکور بذریعہ آیہ کریمہ سئل سائلٌ الی آخرہ کے اور باوجود ثبوت ضرورت شدیدہ از خلیفہ مامور من اللہ و منصوص از روی دلائل قویہ وقطعیہ مندرجہ بحث ہاے سابق کے اور رہنے جناب امیر علیہ السلام کے لائق خلافت بجمیع وجوہ ضروری اور باوجود نازل رہنے دیگر آیات وصادر رہنے دیگر احادیث کثیرہ بتائید مدعاے خلافت بلافصل جناب امیر علیہ السلام کے جیسا یہ سب حال اکثر روایات اہل سنت مین وارد ہوا ہے اور کتب تواریخ واحادیث وتفاسیر مین اونکے موجود نشان جسکا کتاب مستطاب عبقات الانوار مصنفہ جناب مستطاب مولانا سید حامد حسین صاحب سے بشرح وبسط تمام مل سکتا ہے اسپر بھی معنی مولا کے اس حدیث مین محض قرار دینا غیر از بیراہہ روی دوسرا متصور نہین ہو سکتا۔ اور علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ محبت جناب امیر علیہ السلام کی قبل اسکے بارہا بذریعہ آیات واحادیث متعددہ واجب ومؤکد ہو چکی تھی۔ اور صحابہ بخوبی واقف وآگاہ تھے۔ پس جو شخص آیہ مودت پر لحاظ نکرتا وہ اس حدیث پر کب لحاظ کر سکتا تھا۔ اور بھی ظاہر ہے کہ اگر اس حدیث مین صرف مطلب تاکید محبت سے ہوتا۔ تو ذکر آیہ مودت کا جسکے رو سے محبت اہل بیت کی واجب ہے ضرور کیا جاتا۔ نہ ذکر آیہ النبی اَولیٰ الی آخرہ کا۔ اور بھی علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ پہلی امارت جناب امیر علیہ السلام کی از روے آیہ اطیعوا اللہ الی آخرہ کے بکنایہ اولی الامر منکم منصوص ہوئی جیسا ثابت کیا گیا۔ بعد ازان بذریعہ آیہ انما ولیکم اللہ الی آخرہ کے ساتھ نص صریحی وحتمی کے منصوص کیگئی اور اوسکا مطلب اصلی اسمین

علانیہ کیا گیا۔ جیسا ظاہر ہوا۔ لیکن چونکہ شہرت ان نصوص کی مجمع عام مین ضرور تھی
اور ایسا اجتماع جو حجۃ الوداع مین حاصل تھا پھر میسر آنا دشوار تھا اسلیے اشتہار ضروری
اون نصوص کا اوس اجتماع کثیر مین بذریعہ حدیث مذکور فرمایا گیا اور کہا گیا کہ یہ
خبر حاضر و غائب کو اور باپ بیٹون کو برابر پہونچاتے رہین جیسا کتب اہل سنت مین
موجود ہے تا کسیکو کوئی عذر باقی نہ رہے اور حجت خدا ہر خاص و عام پر بخوبی تمام ہو
چنانچہ الفاظ منصوص آیات و حدیث مذکورہ مین ایک ہی مادہ کے واقع ہوئے ہین
یعنے اولی و ولی و مولی۔ ہم مادہ لفظ اولے مورودہ اوس آیہ کے جو شان مین
آنحضرت صلعم کے وارد ہوئی یعنے آیہ النبی اولی الی آخرہ جسکے معنی مین آپ نے فرمایا
کہ مین اولے ہون نفسہاے مومنان سے بسبب امر امور نیک و حق کے اور بھی لفظ
ولی عہد جو ایک لفظ مشہور ہے یعنے حاکم بجانی اسی مادہ سے ہے اس صورت مین
معنی مولی کے حدیث مذکور مین خلاف قراین بسیار مذکورہ بالا کے والی و امیر قرار
ندے کر محض محبوب و ناصر قرار دینا کیونکر خالی از بیراہہ روی تصور ہو سکتا ہے اور
بھی گواہی طلب کرنا عالم و صادق و معصوم یعنے جناب امیر علیہ السلام کا نسبت حدیث
مذکور بوقت نزاع خلافت جیسا عبارت کتاب مدارج النبوت سے ظاہر ہے زیادہ تر
اس مدعا کا مثبت ہو باقی رہا یہ کہنا اکثر علماے اہل خلاف کا کہ سبب اس خطبہ اور وجہ
اظہار اس حدیث کے عداوت بعض صحابہ کے تھی ساتھ جناب امیر علیہ السلام کے مثل
بریدہ اسلمی وغیرہ کے کہ سفر یمن سے حجۃ الوداع مین مراجعت کرکے کچھ شکایت اون
جناب کی جناب رسول خدا صلعم سے کی تھی جس پر آنحضرت صلعم صحابہ مذکور سے ناخوش
ہوئے تھے اور آخر بخیال اسکے کہ اگر ایک دو شخصون کو ایسی شکایت سے ممانعت کیجا

تو اوس پر پاس و رعایت اوس علاقہ نازک کے کہ جناب امیر علیہ السلام کو اون حضرت صلعم سے
ہے محمول ہوگا یہ خطبہ عام فرمایا جیسا مولوی عبد العزیز دہلوی نے بھی اپنے تحفہ اثنا عشریہ
مین لکھا ہے پس صاحبان ایمان و انصاف پر پوشیدہ نہین کہ بریدہ اسلمی وغیرہ نے
جو شکایت جناب امیر علیہ السلام سے کی تھی اوسکی تردید آنحضرت صلعم نے اوس مجلس مین
کردی تھی اور دیگر صحابہ تاکیدات محبت سے اون جناب علیہ السلام کے بارہا واقف
ہو چکے تھے حاجت اس خطبہ عام کی نہ تھی اور اگر صحابہ حسب قول مولوی صاحب اقوال
صادق دینی رسول صلعم کو اوپر پاس علاقہ نازک کے محمول کرتے تھے تو آگے صاحبان
ایمان و انصاف کے ایمان بے اون لوگون کا ساتھ خدا و رسول صلعم کے درست نہین
ٹھہرتا ہے تا محبت جناب امیر علیہ السلام چہ رسد اور جب اون لوگون کے آگے قول مجمع خاص
حضرت رسول صلعم کا درست و صادق نہین ٹھہرا تو قول مجمع عام کب درست و صادق ٹھہر سکتا
تھا۔ پس ایسی حالت مین آنحضرت صلعم کو پہلے نسبت درستی ایمان و اعتقاد اونکے ساتھ
اپنے تاکید فرمانا چاہتا تھا نہ نسبت محبت جناب امیر علیہ السلام کے کما لا یخفی چنانچہ اب
صاف صاف ظاہر ہو جائیگا کہ اوسی نادرستی ایمان اور صادق نہین جانتے قول
رسول صلعم کے سبب خلافت کو غصب فرمایا اور اسی سبب سے آنحضرت صلعم اظہار
کرنے مین اس حدیث کو ڈرتے تھے جسکی نسبت اوتعالے نے آیۂ یا ایہا الرسول بلغ الے
آخرہ مین وعدہ فرمایا کہ واللہ یعصمک من الناس۔ اور بھی ظاہر ہے کہ جو شکایت جناب
امیر علیہ السلام کی بریدہ اسلمی نے کی تھی وہ نسبت تصرف ایک کنیزک کے تھی مال
غنایم مین سے تو اگر غرض اس خطبہ سے تردید اوس شکایت کی ہوتی تو اظہار اوس
شکایت کا مجمع عام مین ضرور کیا جاتا اور بھی تردید اوس شکایت کی اظہار حقیقت سے

ہو سکتی تھی نہ تاکید محبت سے اور اگر اس تاکید محبت سے اظہار حقیت لقصور ہو تو بھی ظاہر ہے کہ ایسے اظہار حقیت سوائے خلیفہ و امیر کے لیئے جسکے قول و فعل کی اطاعت و بیعت ضرور ہو دوسرے کے لیے ضرور نہین فاعتبروا یا اولے الابصار۔ اور علاوہ اسکے اگر معنی مولا کے محبوب ہی لقصور کر لیے جائین تو بھی کوئی ہرج در بارۂ ثبوت خلافت و امارت جناب امیر علیہ السلام اور اختتام حجت خدا کی لقصور نہین ہوتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ علت حصول خلافت و امارت یا حکم خدا ہے اگر نازل ہو یا قوت امیر اگر حاصل ہو یا محبت خلائق و رعایا اگر شامل ہو اور علت محبت افضل ہے کل علتون سے۔ کیونکہ اطاعت حکم خدا بغیر محبت امیر کے جبر اور انجام کار جبر بطور احسن دشوار اور قوت امیر قبل از اجتماع محبت خلائق و رعایا مشکل مگر محبت رعایا ایک ایسی علت ہی واسطے امارت کے کہ مستغنی کر دیتی ہے کل علتون سے دوسری علتین اس علت سے رد ہو سکتی ہین۔ مگر یہ علت کسی علت سے رد ہو نہین سکتی یعنی محبت کی آگے نہ حکم خدا سے خوف آتا ہے نہ کسی کی قوت سے خطر کیا جاتا ہے جان کا گنوانا اسمین ہزار نعمت کہانا ہے اور تکلیف کا اوٹھانا اسمین ہزار آرام پانا کوئی سامان بے دوست خوش آتا نہین اور کوئی ساز بے یار بھاتا نہین۔ دوست آگے جان و دل تک پیارا نہین اور کوئی صفت و خوبی و کوئی بہتری و بہبودی اور کوئی اعزاز و اکرام اور کوئی عظمت و احترام غیر از دوست گوارا نہین ہمہ اوست و ہمہ از دوست و ہمہ برلے او تقاضائے محبت کا ایک شمہ ہے اور ہمہ بیش او ہیچ الفت کا ایک کرشمہ ہے کیا نہین سنتے اور نہین دیکھتے کہ لوگون نے اس محبت مین کیسی کیسی تباہی و خرابی اپنے اوپر اختیار کر لی ہے بلکہ خدا و عقبیٰ سے ہاتھ اوٹھا بیٹھے ہین

جیسا یہود بسبب محبت حضرت اسحاق علیہ السلام کے باوجود قوت و یقین حقیت آنحضرت
صلعم کے رجوع باسلام نہوئی اور حسران عقبی کا اندیشہ نہ لائے اور انصار مدینہ بوجہ محبت و
استغفار آنحضرت صلعم کے ایک ہی ملاقات مین مل گئے اور کسی کی قوت سے خوف وخطر نفرمایا
بلکہ علت محبت سے اجتماع خلائق کہ ہم باعث وہم حاصل خلافت ہے آپ سے آپ حاصل
ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے خدا و رسول صلعم نے نسبت محبت جناب امیر علیہ السلام کے
اہتمام کثیر و تاکید بلیغ فرمائی و آیات متعدد و احادیث کثیر تاکید محبت مین آپکے نازل و
وارد فرمائین۔ چنانچہ کسی کو دوست و دشمن سے وجوب محبت مین آپکے عذر و انکار نہین
ونہ ہو سکتا ہے اور بھی اسیوجہ سے خلافت و امارت کو جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ
اپنے زبان مبارک سے منصوص فرمایا ہے کہ جن الفاظ کے معنی سے ہم امارت وہم محبت یعنی علت و
معلول دونوں پیدا ہوں تاکہ انتہائے تاکید و حسن کلام ظاہر ثابت ہوا ور تاکہ کوئی
کسی طرح انکار نکر سکے نہ بذریعہ معلول ونہ بذریعہ علت کے اور انہین جو ثابت
سمجھا اسے کافی ہو واسطے ثبوت خلافت کے کیونکہ نص محبت بسبب ہونے علت قوی
امارت عین نص خلافت متصور ہے۔ پس اگر اہل دین کو حسب تاکیدات مذکور محبت
جناب امیر علیہ السلام کی بھی ہوتی تو بھی خلافت غیر از جناب امیر علیہ السلام کے
دوسرے پر قرار نپاتی کیونکہ کوئی شخص بحالت محبت دلی ایسا اعزاز و اکرام غیر از دوست
اپنے کسی دوسرے کے واسطے گوارا نہین کر سکتا ہے۔ قلنا و نیز حسب مسئی اہل سنت بموجب
حکم آیۂ مذکورہ کے جسکو اول آنحضرت صلعم نے تائید معنی کلام آخر اپنے پیش کیا تھا
کہ النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم یعنی نبی بہتر و افضل ہے
مومنوں کو نفسوں سے انکی تو ہرگاہ بعد اظہار اس آیہ کے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکا

مولا مین ہوا وسکا مولا علی ہے علیہ السلام۔ لہذا جناب امیر علیہ السلام کی بہتر و افضل ہوئے
کل مومنون کو نفسون اونکی سے تا بہ نفس دیگران چہ رسد آپ واضح ہو کہ اہل تشیع کہتے ہین کہ
نبی بہتر ہے نفوس مومنان سے باعتبار اطاعت و اہل سنت کہتے ہین کہ باعتبار محبت اور ہم
کہتے ہین کہ باعتبار محبت و اطاعت دونون کے کیونکہ نبی کے لیے اطاعت و محبت دونون
بیش از نفس خود درکار ہے تو یہ زیادہ تر حسن کلام منظور ہے کہ ایک تمثیل یا لفظ ایسا
رکھا جاسے کہ کل معنی ہاسے ضروری پر حاوی ہو بلکہ محبت کے لئے اطاعت لازم ہے
اور اطاعت کے لیے محبت لازم نہین۔ لہذا السبب آنکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکا مولا
مین ہون اوسکا مولا علی ہے جناب امیر علیہ السلام مطاع و محبب دونون ہوئے یعنی امیر
محبوب یعنی پیارا حاکم یعنے وہ امیر جسکی امارت خاطر مطلوب ہو اور جسکا امر قلب با رغبت
کیونکہ تعمیل امور دین بغیر رغبت قلب داخل تعمیل تصور نہین ہوتی ور رغبت قلب بانفس
امیر دشوار۔ بلکہ اس حالت مین اگر معاذ اللہ بالفرض اختیار امارت جناب امیر علیہ السلام
خلاف مرضی خدا بھی ہوتا تو بھی یہ عذر باقی رہتا تھا کہ ہرگاہ محبت جناب امیر علیہ السلام
اس شد و مد سے واجب کی گئی کہ بغیر محبت اونکے ایمان مقبول نہین اور محبت اونکی
عین ایمان و بغض اونکا عین نفاق ہے تو اقتضاے محبت یہی تھا کہ ایسے نفس کو
اعزاز غیر از دوست اپنے یا دوسرے کے لئے گوارا نہ کیا جاتا۔ اور ظاہر ہے کہ محب
معذور و مقبول ہے چنانچہ نقل ہے کہ لوگون نے مجنون سے پوچھا کہ خلافت کس کا حق ہے
کہا کہ حق لیلی۔ پس جاے غور و انصاف ہے کہ مجنون تو بہ سبب محبت دنیاوی غیر ناقص
سب کو خلافت سے خلع کرکے حق لیلی قرار دے۔ اور ہم با وصف محبت دینی واجبی سکے
حق علی قرار ندین۔ مصرعہ وای بر الفت و محبت ما ۔ ع نہ نیم شد نہ تمم شد برلیعاد زر کار

فاعتبروا یا اولی الابصار حدیث ہفتم انی اقول کما قال اخی موسیٰ اجعل لی وزیرا من اهلی علیا اخی اشدد به ازری واشرکه فی امری سند احمد ابن حنبل وہدایت السعدا مین مسطور ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ مین بھی وہی کہتا ہون جیسا برادر میرے موسیٰ نے کہا کہ بارخدایا ٹھہرا واسطے میرے اہل میرے سے وزیر علی کہ برادر میرا ہے قوی کر پشت میری اوس سے اور شریک کر اوسکو کام مین میرے پس ظاہر ہے کہ دعاے آنحضرت صلعم بہرحال مقبول و مستجاب ہی تو خلیفہ غیر از وزیر دوسرا کون ہو سکتا ہے حدیث ہشتم یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی صحیح ترمذی صحیح مسلم وصحیح بخاری ومصابیح ومشکوٰة وصحائف وہدایت السعدا مین سعد وقاص و زید بن ارقم وشرف النبی مین اسمار بنت عمیس سے ومواوات مین جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ کہا آنحضرت صلعم نے کہ اے علی تو نزدیک میرے بمنزلہ ہارون کے ہو نزدیک موسیٰ کے مگر یہ کہ بعد میرے نبی نہین ہے پس ظاہر ہے کہ شال دنیا مخبر صادق کا ساتھ خلیفہ پیغمبر اولے العزم کے غیر خلیفہ کو ممکن نہین اور غیر خلیفہ صفت مین خلیفہ پیغمبر اولے العزم کے داخل ہو نہین سکتا۔ اور جسکی صفت ایسی زبان صادق مطلق سے ثابت ہو وہی خلیفہ منصوص ہے اور بھی معنی سے حدیث مذکور کے ظاہر ہے کہ اگر نبوت بعد آنحضرت کے ہوتی تو جناب امیر علیہ السلام کو ہوتی۔ اس صورت مین خلافت وامامت کہ بعد آنحضرت صلعم کے قائم ہے ضرور ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کو ہو حدیث نہم ماتریدون من علی ماتریدون من علی ان علیا منی وانا منه وهو ولی کل مؤمن بعدی مسند احمد بن حنبل ومسند ابن جوزی ومستدرک

حاکم وصحیح ترمذی ومصابیح ومشکوٰۃ وصواعق محرقہ مین عمران بن حصین سے مروی ہے
کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کیا چاہتے ہو علی سے کیا چاہتے ہو علی سے تحقیق کہ علی مجھسے ہے
اور مین اوس سے ہون اور وہ ولی ہے کل مومنون کا بعد میرے پس ظاہر ہے کہ ولی
مومنان غیراز خلیفہ وامیر مومنان ہو نہین سکتا۔ اسصورت مین لفظ ولی سے خلافت
و لفظ بعدی سے خلافت بلا فصل جناب امیر علیہ السلام کی بخوبی ثابت اور نیز اوس
تخصیص سے جو لفظ بعدی سے اس حدیث مین کی گئی ہے یہ بھی ثابت ہو کہ معنی سواے
یہان بھی محب نہین ہو سکتے بلکہ والی و امیر ہین کما لا یخفے۔ حدیث دوم مثل
اهلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی ومن تخلف عنہا هلک
مسند ابن حنبل ومشکوٰۃ وشرف النبی وہدایت السعدا مین ابی ذر غفاری سے مروی ہے
کہ وہ در کعبہ کو پکڑے ہوئے کہتا تھا کہ سنا مین نے رسول خدا صلعم سے کہ فرماتے تھے کہ مثل
اہلبیت میرے کے تم مین مثل سفینہ نوح کے ہے کہ جو سوار ہوا اوسنے نجات پائی اور جسنے
تخلف کیا ہلاک ہوا۔ پس اس حدیث سے ترغیب اطاعت اہلبیت بوجہ اتم ظاہر ہے اور ایسی ترغیب
اطاعت سے خلافت منصوصی اونکی ثابت اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سواے اوسکے کہ اطاعت جسکی باعث نجات ہووے
کون لائق خلافت منصوص ہو سکتا ہے حدیث یازدہم یا ایها الناس انی ترکت
فیکم الثقلین ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب الله وعترتی اهلبیتی
صحیح ترمذی ومشکوٰۃ مین جابر انصاری سے اور مصابیح وہدایت السعدا مین حسان بن
ثابت سے مروی ہے کہ بروز عرفہ آنحضرت صلعم نے منبر پر رونق افروز ہو کر بعد توحید
وتمجید خدا فرمایا۔ کہ ای مردمان چھوڑتا ہون مین تم مین دو چیز کہ اگر رجوع لاؤ اور تمسک
کرو اوس سے تو ہرگز ضلالت مین نہ پڑو۔ اور وہ کتاب اللہ اور عترت میری ہے

پس اس حدیث سے ترغیب تمسک اہلبیت ظاہر ہے اور ترغیب تمسک سے خلافت منصوصی ثابت اور یہی ظاہر ہے کہ سوای اوسکے کہ تمسک جسکا باعث نجات از گمراہی ہو۔ دوسرا کون لائق خلافت وامارت دینے کے ہو سکتا ہے۔ حدیث دوازدھم ۱۲ الا یا ایھا الناس انما انا بشر مثلکم یوشك ان یاتینی رسول ربی فاجیب وانا تارك فیکم الثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدی والنور فخذوا بکتاب اللہ واھلبیتی اذکرکم اللہ فی اھلبیتی من اتبعھما کان علی الھدی ومن ترکھما کان علی الضلالۃ

صحیح مسلم ومصابیح ومشکوٰۃ ومشارق الانوار وہدایت السعدا وتفسیر ثعلبی وکتاب الشفاء والنصاب الاخبار واربعین مین زید بن ارقم سے روایت ہے کہ موضع غدیر خم مین آنحضرت صلعم نے بعد ادائے خطبہ فرمایا کہ دانا اور آگاہ ہوا ے مردمان کہ سوائے اسکے نہین کہ مین بشر ہون مثل تمہارے قریب ہے کہ آئے میرے پاس فرستادہ خدا یعنے ملک الموت اور مین قبول کرون اوسکو واسطے انتقال وارتحال دنیا کے۔ حالانکہ چھوڑتا ہون مین تم مین دو امر عظیم اول قرآن کہ اوسمین ہدایت ونور ہے پس عمل کرو موافق کتاب اللہ کے دوسرا اہلبیت میری اور بیان کرتا ہون مین خدا کیطرف سے درباب اہلبیت اپنے کے کہ جسنے تبعیت کی ان دونون کی وہ ہے اوپر ہدایت کے اور جسنے چھوڑا اونکو واسطے اوسکے ہے ضلالت پس اس حدیث سے تاکید تبعیت اہل بیت ظاہر ہے اور تاکید تبعیت سے خلافت اونکی ثابت اور یہی ظاہر ہے کہ سوائے اوسکے جسکی تبعیت موجب ہدایت اور جسکا تخلف باعث ضلالت ہو دوسرا کون خلافت کے لئے لائق تصور ہو سکتا ہے حدیث سیزدھم ۱۳ ھذا امیر البررۃ وقاتل الکفرۃ منصور من نصرہ مخذول

من حنظ له مستدرک حاکم وصواعق محرقہ ومودات مین جابر بن عبداللہ انصاری
سے مروی ہے کہ سُنا مین نے رسولخدا صلعم سے بمقام حدیبیہ کے اوس حالت مین کہ
پکڑے ہوئے تھے آنحضرت صلعم ہاتھ علی علیہ السلام کا کہ یہ علی بادشاہ ہے نیکو کارون کا
اور کشندہ ہے کافرون کا نصرت کیا گیا ہے وہ جو یاری کرے اوسکی اور چھوڑا گیا ہے
وہ جو چھوڑے اوسکو اور اس کلام مین آواز آنحضرت صلعم کی بلند تھی پس اس
حدیث سے امارت جناب امیر علیہ السلام کی بلفظ امیر بھی ثابت اور سوائے ایسے
شخص کے یعنی امیر البرہ کے کوئی دوسرا کون خلافت کی لئے لائق تصور ہو نہین
سکتا اور قبول کرنا صریح ناحق و ناجائز ہے حدیث چہاردہم ان علیاً
منی وانا من علی و ھو ولی بکل مؤمن و مومنة بعدی لا یؤدی
عنی دینی الا علی صحاح ستہ وصواعق محرقہ ومسند احمد
بن حنبل ومشکوۃ مین بروایت حبشی بن جنازہ کے مسطور ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے
کہ تحقیق کہ علی مجھسے ہی اور مین علی سے اور وہ ولی کل مومنین کا ہے بعد میرے ادا
نکریگا اور نہ پہونچائیگا دَین میرا مگر علی پس اس حدیث سے بھی صاف صاف
خلافت جناب امیر علیہ السلام کی ثابت ہے ۔

کلام سوم اون آیات واحادیث مین جو تصدیق علم و دانش جناب امیر علیہ السلام کے واقع ہوئے ہین

قولہ تعالےٰ وتعیہا اذن واعیة یعنی پایا جاتا ہے اور فہم کرلیتا ہے کلمہ
حق وتحقیق کو وہ گوش جو شنوا و فہم کنندہ ہے صحیح ترمذی مین بروایت جناب امیر

علیہ السلام کے اور تفسیر واحدی اور ثعلبی اور مناقب ابن مردویہ مین بروایت بریدہ اسلمی
سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یا علی اللہ تعالے نے حکم کیا کہ مین تجکو نزدیک
رکھون اور دور نکرون اور تعلیم و تفہیم کرون تیری کہ تو فہم و دریافت کنندہ ہے پس آیۂ
مذکور نازل ہوئی۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہین کہ اوس روز سے جو کچھ مین نے سنا
وہ سمجھا اور یاد رکھا دوم قول تعالے قل کفے باللہ شہیدًا بینے و
بینکم و من عندہ علم الکتاب یعنی کہہ اے محمد کافی ہے اللہ گواہ درمیان
میرے اور تمہارے اور وہ کہ جسکے پاس ہے علم کتاب محدث حنبلی محمد حنیفہ سے روایت
کرتا ہے کہ جسکے پاس علم کتاب ہے وہ ہی جسکے حق مین فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ
انا مدینۃ العلم و علیٌ بابھا سوم قولہ تعالے ثم اورثنا
الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا یعنی بعد ازان میراث مین دیا مین نے
کتاب اپنی برگزیدہ بندگان کو اپنے مناقب حافظ احمد موسےٰ بن مردویہ مین جناب
امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ نحن اولئک یعنی وہ بندگان برگزیدہ ہم
اہلبیت ہین۔ چہارم حدیث قسمت الحکمۃ علی عشرۃ اجزاء فاعطے
علیٌ تسعۃ اجزاء و الناس جزءً و احد۔ تفسیر ثعلبی مین
عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا آنحضرت صلعم سے
کہ کیا فرماتے ہین آپ حق مین علیؑ کے فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ قسمت کی گئی حکمت
دس حصون پر پس دیا گیا نو حصہ علی کو اور ایک حصہ تمام عالم کو پنجم حدیث
انا مدینۃ العلم و علیٌ بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب
صحیح ترمذی و حلیۃ الاولیا و مسند بزار و اوسط طبرانی مین جابر انصاری سے اور مواد

ومستدرک حاکم وصواعق محرقہ مین جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ مین ہون شہر علم کا اور علی اوسکا دروازہ ہے پس جو شخص چاہے علم کو چاہئیے کہ آئے شہر مین دروازہ سے پس بحکم واتوا البیوت من ابوابھا یعنی آؤ گھرون مین دروازون سے اونکی بغیر توسل جناب امیر علیہ السلام رسولخدا صلعم سے بہرہ پانا ممکن نہین اور یہ دلیل کامل ہے اوپر خلافت جناب امیر علیہ السلام کے ششم حدیث انا دار الحکمۃ وعلی بابھا صحیح ترمذی اور مستدرک حاکم ومشکوٰۃ ومصابیح و حلیۃ الاولیا وصواعق محرقہ مین جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ مین ہون گھر حکمت کا اور علی دروازہ ہے اوسکا پس جو چاہے داخل ہو سرائے حکمت رسولؐ مین لازم ہے کہ دروازے سے آئے ورنہ بحکم السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما دست امید کو دامن مقصود سے کوتاہ کر رکھے اسصورت مین صاف ظاہر ہے کہ خلافت یعنی امارت ہدایت اوسی مقام پر ہے کہ جس مقام سے رستہ ملتا ہے سرائے حکمت وہدایت کا ہفتم حدیث اعلم امتی علی ابن ابیطالب کتاب اربعین مین سلمان فارسی سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ دانا تر امت میرے کا علی ابن ابیطالب ہے پس خلافت اوسی جگہ ہے جہان علم ہوا ہے ہشتم حدیث علی اقضی امتی صحیح ترمذی مین امام حسین علیہ السلام سے اور استیعاب مین ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ عادل تر امت میرے کا (یعنی واقف تر از احکام قضا) علی ابن ابیطالب ہے پس ظاہر ہے کہ خلافت کیواسطے واقف کاری احکام قضا امر لازمی سے ہے اور سوائے ایسے شخص کے دوسرے کو خلافت پہونچ نہین سکتی۔

کلام چہارم اون آیات واحادیث مین جو بہ تصدیق صدق و عصمت جناب امیر علیہ السلام واقع ہوے ہین ٭

قولہ تعالے انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا صواعق محرقہ مین لکھا ہے کہ جمہور مفسرین متفق ہین کہ یہ آیۂ شان مین جناب امیر علیہ السلام کے و سیدۃ النساء و حسنین علیہم السلام کو نازل ہوئی ہے اور ام سلمہ سے مروی ہے کہ بعد نزول اس آیہ کے آنحضرت صلعم نے ان سبکو اندر عباے مبارک کے لیکر فرمایا اللہم ہؤلاء اہلبیتی وخاصتی اذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا یعنے بار خدایا یہ ہین اہلبیت اور خاصہ میری دور کر انسے رجس اور پاک کر لائق پاک کرنے کے پس نزدیک صاحب الضاف کے صاف ظاہر ہے کہ تشہیر اس تطہیر کی غیر از ہادی وامام دوسرے کے لیئے ضرور نہین کہ ہر شخص کو عصمت عقبیٰ مین کام آتی ہے اور ہادی کو نیز دنیا مین تا راستی و درستی قول وفعل پر اونکے بخوبی یقین ہو کر اختیار تبعیت واتباع مین اونکی کوئی شبہہ لاحق ہو نہ سکے نہ کہ اونکا دعوی رد کیا جاے اور اونکی دعوی پر گواہ طلب ہون اور گواہی اونکی حسب قاعدہ دیگر گواہان شرعی کے رد کیجائے کہ ہذا من الکفر کما لایخفے اور زیادہ تر حیرانی یہ ہے کہ اون لوگون نے کیونکر وحدانیت خدا کو خلاف شرع اوپر گواہی ایک رسول کے راست جانا اور رسول سے اوپر دعواے رسالت اونکے مطابق شرع کیون گواہ عادل طلب نہین کیئے۔ اب واضح ہو کہ اس آیہ کے رو سے اہل تشیع ائمۂ طاہرین علیہم السلام کو معصوم کہتے ہین اور اہل سنت محفوظ کہتے ہین مگر چونکہ بحث ہای مندرجہ رسالہ ہذا کے لیے دونون لفظون کا حاصل ومفاد ایک ہی لہذا ہم اس رسالہ مین

تکرار لفظی کو مناسب نہین جانکر یہی کہتے ہین کہ جہان کہین اس رسالہ مین بسبب ائمہ معصومین علیہم السلام کے لفظ معصوم کا لکھا گیا ہے اوس سے اہل سنت معصوم سمجھین یا محفوظ اعتقاد کرین ہے دوم قولہ تعالے والذین جاؤا بالصدق وصدق بہ محدث حنبلی امام باقر علیہ السلام سے اور ابن مردویہ مجاہد سے روایت کرتے ہین۔ کہ الذین جاء بالصدق محمد مصطفے صلعم ہین اور صدق بہ علی مرتضی سوم قولہ تعالے من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ فمنھم من قضے نحبہ ومنھم من ینتظر یعنی منجملہ مومنان مردان ہین سچے کہ پورا کیا اوس عہد وپیمان کو جو باندھا ساتھ خدا کے بعضے اونسے شہید ہوے اور بعضے منتظر ہین مناقب اخطب مین مروی ہے کہ یہ آیۂ شان مین جناب امیر علیہ السلام وحضرت حمزہ وعبیدہ کے نازل ہوئی حضرت حمزہ وعبیدہ شہدا ہین۔ اور جناب امیر علیہ السلام منتظر چہارم حدیث الصدیقون ثلثۃ حبیب النجار مؤمن آل یس وحزقیل مومن آل فرعون وعلی وھو افضلھم شرح مصابیح وصواعق محرقہ مین ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ صدیقان امتہا تین ہین۔ اول حبیب نجار دوم حزقیل۔ سوم علی۔ اور علی افضل ہے کل صدیقون سے پنجم حدیث رحم اللہ علیاً اللھم ادر الحق معہ حیث ما دار صحاح ستہ مین ترمذی سے جناب امیر علیہ السلام مسطور ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ رحمت کرے خدا علی پر اے خدا پھیر حق کو ساتھ علی کے جس طرف پھرے علی پس اہل ایمان پر روشن ہے کہ ایسا اعتماد ولانا غیر از ہادی وجانشین پیغمبر دوسرے کے لیئے ضرور نہین اور ایسے معتمد کو چھوڑ کر دوسرے کو ہادی بنانا صریح ناجائز و بیجا ہے ششم قولہ تعالے وانذر

امنوا باللہ ورسولہ اولٓئک ھم الصدیقون والشہداء
عند ربھم لھم اجرھم ونورھم یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے ہین ساتھ خدا و پیغمبر
اوسکے وہ ہین صدیق اور شہدا خاص کر اونکے لیئے ہے مزد اور نور محدث حنبلی
لکھتا ہے کہ یہ آیہ شان مین جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے
کہ سب سے پہلے تصدیق رسالت کی۔ اور تمام عمر ساتھ آنحضرت صلعم کے رہ کر فی سبیل اللہ
جہاد کیا اور آخر بدرجہ شہادت کے فائز ہوسے ہفتم قول جناب امیر علیہ السلام
انا عبد اللہ واخو رسول اللہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولھا غیری
الا کاذب مفتری یعنی مسند احمد بن حنبل مین ابن عباس سے
مروی ہے کہ سُنا مین نے جناب امیر علیہ السلام سے کہ کہتے تھے کہ مین ہون قطعی بندہ
اور برادر رسول سبحان اور مین ہون صدیق اکبر نہین کہہ سکتا کوئی اس کلمہ کو بجز
میرے مگر جھوٹھا و مفتری پس قول صادق اکبر کے رو سے وہ بیان اہل سنت کا جسکی
رو سے خلیفہ اول کو صدیق اکبر کہتے ہین باطل ہوا جاتا ہے کما لا یخفی

کلام پنجم اون آیات و احادیث مین جو باظہار اخلاق عام و
فضائل مالا کلام جناب امیر علیہ السلام کے واقع ہوسے ہین
اول مناقب حافظ احمد بن مردویہ مین عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ
نہین ہے قرآن مین کوئی آیہ مگر یہ کہ جناب امیر سردار و پیشوا اوس آیہ کے ہین
اور نہین ہے خطاب یاایھاالذین امنوا کہ جناب امیر علیہ السلام امیر اہل
خطاب کے ہون۔ اور نہین لطف فرمایا اللہ تعالیٰ نے اوپر کسی کے اصحاب رسول
صلعم سے ساتھ بعضی آیات قرآن مجید کے کہ جناب امیر علیہ السلام کو بجز نیکوئی یاد

نفرمایا ہو اور نہین نازل ہوا کسی کے شان مین کتاب اللہ سے جسقدر نازل ہوا شان
مین جناب امیر علیہ السلام کے بلکہ نازل ہوا شان مین جناب امیر علیہ السلام کے
تین سو آیہ کریمہ - اور جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن چار حصون پر نازل ہوا ہے
ایک ربع مین تعریف و توصیف ہماری ہے اور ایک ربع مین مذمت اعدا ہمارے
کے اور ایک ربع مین سیر و قصص وغیرہ ہین - اور ایک ربع مین فرائض و احکام شریعت
از اوامر و نواہی ہین - اور ہمکو ہین آیات کریمہ و شریفہ قرآن مین دوم قولہ تعالے
و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ یعنی مردمان سے کوئی
ہے کہ بیچے اپنی جان کو راہ خدا مین بنا بر طلب رضا اوسکے تفسیر ثعلبی و کتاب حداث
جامع کاشف و کشاف مین عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیہ شان مین جناب
امیر علیہ السلام کے نازل ہوئی - شب غار مین جب سوئے آپ بطوع و رغبت اوپر بستر
آنحضرت صلعم کے کہ بعد ازان فرمایا اوتعالے نے جبرئیل و میکائیل کو کہ مین نے تم دونون
مین برادری دی پس کون زندگی برادر کو اختیار کرتا ہے اوپر زندگی اپنے دونون نے
عرض کیا کہ ہم اپنی زندگی چاہتے ہین فرمایا اوتعالے نے کہ کیون مثل علی ابن ابیطالب
نہین کرتے کہ عقد مواخات باندھا مین نے درمیان محمدؐ اور اوسکے پس سو یا وہ اوپر
بستر محمدؐ کے اور فدا کی جان اپنی اوپر جاؤ تم دونون اور حفاظت کرو اوسکی - چنانچہ
کھڑے ہوئے جبرئیل آکر جانب سر - اور میکائیل جانب پا اور کہتے تھے کہ بشارت ہو
تجکو اے علیؑ کہ کون ہے مثل تیرے بدرستیکہ خداے تعالے ساتھ تیرے مباہات
کرتا ہے اوپر فرشتگان زمین و آسمان کے صاحب مناقب مرتضوی لکھتا ہے کہ کیون
نہو کہ آنحضرت صلعم نے آپکو واسطے اپنے اختیار کیا - یعنی شب غار اپنا بستر دیا - اور بروز

غدیر منبر و برائے رزم تیغ دو سر و برائے بزم دختر و بآخرت کوثر آور یہ مخفی نہین ہے
بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ جہاد اونکا فی اللہ تھا اور مساکین اور فقراکو اپنے نفس پر
مقدم کرنا بوجہ اللہ اور جان دینا اونکا برضات اللہ سوم قوله تعالےٰ
الذین ینفقون اموالھم باللیل والنہار سرا وعلانیۃ فلھم
اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون یعنی وہ
لوگ جو صدقہ کرتے ہین اموال اپنا رات اور دن پوشیدہ اور ظاہر پس ہے اونکے لیے
اجر نزدیک پروردگار اونکے اور نہین اونکو کوئی خوف وغم تفسیر ثعلبی اور نزول واحدی
اور کشاف زمخشری اور مناقب ابن مردویہ اور مسند احمد بن حنبل ونہج الحق وصواعق محرقہ
مین عبید اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیہ شان مین جناب امیر علیہ السلام کے
نازل ہوئی جب خیرات کیا آپ نے چار دینار موجودہ کو یکی بہ شب و یکی بروز و یکے
پنہان و یکے بہ آشکارا الے آخرہ چہارم قوله تعالےٰ افمن کان مؤمنا
کمن کان فاسقا لا یستوون یعنی وہ شخص کہ مومن ہے مثل اوس شخص کے ہوسکتا ہے
کہ فاسق ہے یہ دونون برابر نہونگے۔ کشاف و بحر المناقب مین لکھا ہے کہ جمہور مفسرین
متفق ہین کہ شان نزول اس آیہ کا یہ ہے کہ ایکبار جناب امیر علیہ السلام و ولید
بن عقبہ مین تکرار ہوئی۔ ولید نے کہا جناب امیر علیہ السلام کو کہ چپ رہ کہ تو لڑکا ہے
اور جناب امیر علیہ السلام نے کہا ولید کو کہ چپ رہ کہ تو فاسق ہے پس بہ تصدیق
قول جناب امیر علیہ السلام کے آیہ مذکور نازل ہوئی۔ پنجم قوله تعالےٰ
اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الاخر
وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ

یعنی برابر کیا تمنے پانی دینا حاجیان کو اور عمارت مسجد الحرام کی مانند اوس شخص کے کہ
ایمان لایا خدا پر اور روز آخرت پر اور جہاد کیا راہ خدا مین یہ صفات برابر نہین ہو سکتے
ہین نزدیک خدا کے واحدی اسباب نزول مین اس آیہ کے لکھتا ہے کہ ایکبار عباس
نے کہا کہ پانی پلانے والا حاجیان کا ہون اور طلحہ بن شیبہ نے کہا مین مجاور خانہ کعبہ
کا ہون اور جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو در حقیقت مین سب سے
پہلے ایمان لایا اور نماز پڑھی ساتھ رسولخدا صلعم کے اور مین ہون صاحب جہاد کیس
خدا نے بہ تصدیق قول جناب امیر علیہ السلام یہ آیہ نازل فرمائی اور بعد ازان جہت
ازدیاد منزلت بیان فرمایا کہ الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل
اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون
یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنات لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابدا
ان اللہ عندہ اجر عظیم یعنی وہ لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد
کیا راہ خدا مین ساتھ مالون اور نفسون اپنے کے رتبہ اونکا عظیم تر ہے دوسرون سے
نزدیک اللہ کے اور یہ لوگ ہین فائز و رستگار مژدہ و بشارت دیتا ہے اونکو پروردگار
اونکا ساتھ رحمت اپنے کے اور ساتھ رضامندی و خوشنودی اور نجات کے اور ساتھ
جنات کے کہ اوسمین ہے نعیم اور مقیم رہین یہ لوگ اوسمین ہمیشہ تحقیق کہ اللہ کی نزدیک
اجر عظیم ہے۔ واحدی بعد تحریر آیات مذکور کے لکھتا ہے کہ اللہ سبحانہ نے مرتضی علی
کو دعوی مین اونکے صادق کیا اور گواہی دی نسبت اونکے دربارہ ایمان و مہاجرت
و جہاد کے اور تزکیہ اور ستائش کی اونکی۔ اور رفیع اور بلند کیا منزلت اونکی کو اور نازل
کیا شان مین اونکی ایسے آیات اور رتبہ اونکا اوس جگہ پر پہونچایا کہ بعد از نبی کوئی شخص

اوس رتبہ پر پہونچ نہین سکتا ہے ششم قولہ تعالے انی لغفار لمن تاب
وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدی صواعق محرقہ مین امام جعفر صادق
علیہ السلام سے مروی ہے کہ ثم اهتدی پیروی اہلبیت کی ہے اور مسند احمد بن حنبل
وکتاب شفاء ودستور الحقائق وہدایت السعداء مین جناب امیر علیہ السلام سے مروی
ہے کہ بدرستیکہ آنحضرت صلعم نے ہاتھ حضرت حسنین علیہم السلام کا پکڑکر فرمایا من
احبنی واحب هذین واباهما وامهما کان معی فی درجتی یوم القیامۃ
یعنے جو کہ دوست رکھے مجھکو اور ان دونون کو اور پدر و مادر کو انکے وہ ہوگا ساتھ میرے
درجے مین میرے روز قیامت کے ہفتم قولہ تعالے فمن حاجک فیه من بعد
ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم
وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنۃ
اللہ علی الکاذبین صحیح مسلم اور مصابیح ومشکوۃ مین سعد وقاص سے
مروی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے علی وفاطمہ وحسنین علیہم السلام
کو طلب کرکے فرمایا کہ هؤلاء اهلبیتی اور صواعق محرقہ وکشاف زمخشری مین
لکھا ہے کہ اس سے قوی تر کوئی دلیل اوپر فضیلت آل عبا کے (کہ علی وفاطمہ وحسنین
علیہم السلام ہین) نہین ہے کیونکہ بعد نزول آیہ مباہلہ مذکور کے ہنگام مباہلہ جگہ
دی آنحضرت صلعم نے حسنین علیہم السلام کو دونون پہلو مین اپنے اور علی کو آگے
اور حضرت فاطمہ کو پیچھے اپنے پس بخوبی جانا گیا کہ حق سبحانہ تعالے نے علی کو بلقب نفس
پیغمبر واولاد وذریتہ کو بلقب ابناءنا وحضرت فاطمہ کو بلقب نساءنا آنحضرت صلعم کے
یاد فرمایا ہے ہشتم قولہ تعالے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی

یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما یعنی تحقیق کہ اللہ اور ملائکہ درود بھیجتے ہین اوپر نبی کے اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو درود بھیجو اوپر اوسکی اور سلام صواعق محرقہ مین کعب سے مروی ہے اور بھی مستدرک حاکم مین آیا ہے کہ بعد نزول اس آیۂ کے ایک صحابی نے دریافت کیا طریق درود وسلام آنحضرت صلعم سے پس فرمایا کہ کہو اللھم صل علی محمد و ال محمد منقول ہے کہ ایک صحابی نے وعلی آل محمد کہا۔ پس فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ نہ فرق کرو مجھمین اور آل میرے مین۔ پس جسنے فرق کیا وہ نہین ہے امت میری سے نہم قولہ تعالے سلام علی ال یاسین صواعق محرقہ مین لکھا ہے کہ تحقیق کہ نقل کیا ہے جمیع مفسرین نے ابن عباس سے کہ مراد آیۂ مذکورسے سلام اوپر آل محمد صلعم کے ہے دہنم قولہ تعالے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم یعنی نہین کیا ہے اللہ نے عذاب اوپر اُس جماعت کے کہ تُو اونمین ہو۔ صواعق محرقہ مین لکھا ہی کہ انت فیھم مین اہلبیت داخل ہین جیسا فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ النجوم امان لاھل السماء واھلبیتی امان لامتی یعنی نجوم امان ہین واسطے اہل سماء کے اور اہلبیت میرے امان واسطے امت میری کے یازدہم قولہ تعالے الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ مناقب ابن مردویہ و خطب خوارزم مین زید بن شراحیل انصاری سے مروی ہے کہ سنا مینے جناب امیر علیہ السلام سے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے یا اخی (قول او تعالے بدرستیکہ جو ایمان لائے ہین اور عمل نیک کیے ہین وہ گروہ بہترین مخلوقات کے ہین) وہ تو ہے اور محبان تیرے اور وعدہ گاہ میری اور تمہاری حوض کوثر ہے اور بھی خطیب خوارزم

جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کرتا ہے کہ ایک روز آنحضرت صلعم درمیان صحابہ
کبار کے بیٹھے تھے کہ علی مرتضیٰ آئے۔ فرمایا آنحضرت صلعم نے بھائی میرا طرف تمہاری
آیا اور بعد اوسکے ہاتھ طرف کعبہ کے کرکے فرمایا کہ بحق اوسکے کہ جان میری ید قدرت مین
اوسکی ہے یہ اور محبان اسکے رستگار ہین روز قیامت کے پہلا تمہارا ہے قبول ایمان
مین اور اگلا تمہارا ہے وفاے عہد خدا مین اور بہترین تمہارا ہے قیام فرمان الٰہی مین
اور عادل ترین تمہارا ہے حق رعیت مین اور نیکو ترین تمہارا ہے نزدیک حق تعالے کے
افزونی قدر و منزلت مین۔ جابر کہتا ہے کہ بعد نزول آیہ مذکور جب علی مرتضیٰ آتے تھے
تو اصحاب کہتے تھے کہ جاء خیر البریۃ یعنے آیا بہترین مخلوقات دوازدھم ۱۲
قولہ تعالے والسابقون السابقون اولئک المقربون فی جنات
النعیم مناقب اخطب اور کشف الغمہ مین ابن عباس سے مروی ہے کہ معنی اس
آیہ کے آنحضرت صلعم سے پوچھے۔ پس فرمایا جبرئیل نے مجھسے کہا کہ وہ علی ہے۔ کہ
سابق الایمان و پیشتر و جنت ہے اور مقرب درگاہ خدا ہے اور بھی محبان اوسکے ہین
سیزدہم قولہ تعالے قل لا اسئلکم اجرا الا المودۃ فی القربیٰ
یعنی کہہ اے محمد امت اپنی سے کہ کوئی مزد طلب نہین کرتا ہون مین اوپر ہدایت
اپنے مگر محبت و دوستی اپنے قریبون یعنی اہلبیت کی۔ تفسیر مدارک و فصل الخطاب و
ہدایت السعدا و کشف الغمہ مین مسطور ہے کہ بعد نزول اس آیہ کے پوچھا اصحاب نے
آنحضرت صلعم سے کہ کون ہین وہ لوگ جنکی محبت و مودت واجب کی گئی اوپر خلائق
کے بنظر تاکید تین بار فرمایا کہ علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام ہین چہاردھم
قولہ تعالے ان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین

یعنی بدرستیکہ خدا تعالے ناصر ہے و جبرئیل و صالح مومنون کا مسند ابن حنبل مین مجاہد سے اور تحفہ اور مشارق مین عمرو عاص سے اور مناقب ابن مردویہ مین ابن عباس اور اسمار بنت عمیس سے مروی ہے کہ سنا مین نے آنحضرت صلعم سے کہ فرماتے تھے کہ صالح المومنین علی مرتضیٰ ہے پانزدہم قولہ تعالے یا ایہا النبی حسبک اللہ و من اتبعک من المومنین یعنی اے نبی بس ہے تجکو اللہ اور وہ موسنان کہ اتباع تیرے اختیار کیئے۔ محدث حنبلی لکھتا ہے کہ جمیع مفسرین متفق ہین کہ مراد اتبعک سے علی ابن ابیطالب ہے۔ شانزدہم قولہ تعالے و کفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا یعنی بس کیا اللہ تعالی نے جنگ کرنیوالے مومنین کو اور اللہ ہے قوی غالب۔ مناقب ابن مردویہ مین ابن مسعود سے مروی ہے کہ یہ آیۂ نازل ہوئی جنگ احزاب مین شان مین جناب امیر کے۔ جبکہ جنگ کی عمرابن عبدود سے بحالت انکار و تامل کل مسلمانون کے بعد اوسکے آنحضرت صلعم نے یہ حدیث فرمائی شان مین جناب امیرؑ کے کہ لضربۃ علی یوم الاحزاب خیر من عبادۃ الثقلین یعنی ایک ضرب علی کی بروز احزاب بہتر ہے عبادت ثقلین سے باقی کل حال جنگ احزاب کا سورۂ احزاب مین منصرح ہے۔ ہفتدہم قولہ تعالے واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر یعنی اعلام و آگاہ کرنا حاصل ہوا خدا و رسول سے اوسکے بطرف مردمان کے بروز حج اکبر کے حافظ احمد ابن مردویہ مناقب مین لکھتا ہے کہ یہ اشارہ اوس واقعہ سے ہے کہ جناب امیر علیہ السلام واسطے سنانے چہل آیۂ سورۂ برات کے بزد امیر اول یعنے خلیفہ اول کے مامور ہوئے تھے کہ آنحضرت صلعم نے

شتر اپنا جناب امیر علیہ السلام کو دیکر روانہ کیا اور فرمایا کہ مامور ہوا ہون مین دربارہ
پہونچانے اس سورہ کے کہ مین ہون یا وہ کہ مجھسے ہے ہیجدہم قولہ تعالے
واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ من المؤمنین و
المھاجرین یعنی جو انسان نزدیک کے کہ مومن ہون اور مہاجر بہ نگر اولے واحق ہین
کتاب اللہ مین۔ جملہ مفسرین اہل سنت متفق ہین کہ یہ آیہ شان مین جناب امیر علیہ السلام
کے نازل ہوئی۔ کہ خویش و نزدیک تھے آنحضرت صلعم کے اور بھی مومن و مہاجر
نوزدہم قولہ تعالے یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ
مستطیرا ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا انما نطعمکم
لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء و لا شکورا الی اخرہ
یعنی وفا کرتے ہین نذر اور ڈرتے ہین اوس روز سے کہ محنت و شدت اوسکی فاش و
آشکارا ہے اور کھلاتے ہین طعام اوپر محبت خدا کے مسکین اور یتیم اور اسیر کو سوا ے
اسکے نہین ہے کہ کھلاتا ہون مین طعام صرف لطلب رضاے خدا کے اور نہین چاہتا
ہون مین تمسے کوئی مزد و مکافات نہ شکر و سپاس تفسیر بحر المواج و حافظی و حسینی
مین لکھا ہے کہ شان نزول مین ان آیات بینات سورۂ ھل اتی کے جملہ مفسرین
متفق ہین کہ ایک روز آنحضرت صلعم گھر مین جناب امیر علیہ السلام کے تشریف لیگئے
دیکھا کہ حسنین علیہم السلام بیمار ہین۔ فرمایا جناب امیر اور سیدالنساء علیہم السلام کو
کہ کچھ نذر کرو کہ فرزندان تمہارے صحت پائین۔ اوںھون نے نذر کیا کہ تین روزہ رکھین
بعد صحت کے روزہ رکھا۔ اور قدرے جو قرض حسنہ لیکر روٹی پکائی وقت نماز شام
چاہتے تھے کہ افطار کرین کہ ایک مسکین نے دروازہ پر آواز دی کہ یا اہلبیت مین مسکین

ہون مجکو طعام دیو۔ جناب امیر علیہ السلام نے حصہ اپنا اوٹھا دیا اور سب اہلبیت نے موافقت کی۔ آخر آب خالص سے افطار کرکے شب عبادت مین گذاری اور دن کو پھیر روزہ رکھا۔ پھر افطار کے وقت ایک یتیم نے آواز دی اوسیطرح جو طعام موجود تھا اوسکو دیدیا اور دن کو پھیر روزہ رکھا۔ روز سوم بھی ایک اسیر نے آواز دی اوس روز بھی جو طعام تھا عطا فرمایا اور آب خالص سے افطار کیا اور شب عبادت مین گذاری۔

بعد ازان سورۂ ھل اتی نازل ہوئی بستم قولہ تعالے محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم ترٰھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التورٰیۃ ومثلھم فی الانجیل

یعنی محمد صلعم رسول خدا ہے اور جو کہ ساتھ اوسکے ہین سخت اور شدید ہین کافرون پر اور مہربان ہین آپس مین دیکھتا ہے تو اون کو رکوع اور سجود کرنے والے ہین واسطے اونکے زیادہ ہے ثواب اور خوشنودی اللہ کی علامتین ہین رخسارون مین اونکے اثر سجود سے یہ ہین وصف اونکی توریت مین اور صفت اونکی انجیل مین۔ واضح ہو کہ اس آیہ مین درمیان اہل سنت اور اہل تشیع کے اختلاف ہے اہلسنت الذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم سے ہر ستہ مقتدیان خود و رکعا سجدا سے جناب امیر علیہ السلام مراد لیتے ہین یعنی الذین معہ کو نسبت بمقتدائے اول بہ سبب معیت غار کے و اشدآء علی الکفار کو نسبت بمقتدائے دوم بسبب فتوحات وغیرہ کے و رحمآء بینھم کو نسبت بمقتدائے سوم بسبب آنکہ بصلہ رحم مشہور تھے ضم کرتے ہین اور کوئی شان نزول یا ثبوت حدیثی اس مدعا پر پیش نہین کرتے اور اہل تشیع از الذین معہ

تا مثلهم فی الانجیل بشان جناب امیر علیہ السلام کے سمجھتے ہین اور ظاہر ہے
کہ اول لفظ معہ تحقیق ہے والذین کی اور باقی صفت معہ کی یعنی وہ لوگ جو ساتھ
ہین اوسکے کیسے ہین کہ شدید ہین اوپر کفار کے اور رحیم ہین آپسمین اور رکوع وسجود
کرنے والے ہین۔ اس صورت مین اگر یہ کہا جاتا کہ ہر چہار شخص ہر چہار صفت مین
داخل ہین تو ممکن تھا۔ مگر علیحدہ علیحدہ کرنا چارون صفتون کا واسطے چار شخصون کے
خالی از غرائب نہین۔ اور یہ وہی مثل معلوم ہوتی ہے کہ جہان انگلی پکڑنے کا
موقع ملے وہان پہونچا پکڑ لین۔ اور جہان پاؤن رکھنے کی جگہہ ملی وہان گھر بنالین
دوم اگر بالفرض ہر چہار صفات علیحدہ علیحدہ تصور کیجائین تو بھی جناب امیر
علیہ السلام چارون صفات مین بوجہ احسن واولے موصوف ہین نہ دوسرے۔ کیونکہ پہلی
معہ پس ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام از قبل پیدائش اپنے تا حیات آنحضرت صلعم کے
برابر ساتھ آنحضرت صلعم کے رہے۔ پس معیت قبل پیدائش حدیث صحیح بخاری یعنی خلقنی
وعلیاً من نور واحد الی آخرہ سے (جو بعد ازین لکھی جاتی ہے انشاء اللہ تعالے)
بخوبی ثابت اور وقت پیدائش آنحضرت صلعم کا گود مین لینا اور لعاب دہن مبارک کا
کھلانا۔ کلام جناب امیر علیہ السلام سے (کہ بارہا بر سر منبر فرماتے تھے اور جملہ کتب اہلسنت
مین موجود ہو کہ این سبید از من ماورای عرش کہ درمیان دوپہلوی من علوم بسیار اند
واین اثر لعاب خیر البشر است) ظاہر ہے۔ بعد ازان ہمراہ رکھنا و تعلیم کرنا آنحضرت
صلعم کا تا زمانہ بعثت تواریخہائے اہل سنت سے بخوبی آشکارا اور بعد ازان سب سے
پہلے ایمان لانا اور نماز پڑھنا ساتھ آنحضرت صلعم کے اس روایت صحیح ترمذی سے کہ
اول من صلی مع النبی علی بن ابیطالب بہر صورت عیان۔ اور بعد ازان معار

مین آنحضرت صلعم کا ساتھ رکھنا اور دختر دینا اور عقد مواخات شامل اپنے باندھنا اور مباہلہ مین شامل لینا اور وقت رحلت آنحضرت کو غسل دینا اور تجہیز و تکفین کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا اور آخر از ہمہ قبر مبارک سے بیرون آنا پوشیدہ نہین آور آخرت مین شامل رہنا۔ آنحضرت صلعم کے بلواے حمد میدان حشر مین اور پل صراط اور حوض کوثر پر اور اندر بہشت کے بسیاری آیات واحادیث سے ثابت اس صورت مین ان سب روایات سے آنکھین بند کرکے صرف بوسیلہ ایک بیعت غار کے ذہنی معنی آیات قرآنی کے قرار دے لینا صریح ناجائز و بیجا۔ پس اس صورت مین بخوبی ثابت ہی کہ الذین معہ سے مراد غیر از جناب امیر علیہ السلام دوسرا ہو نہین سکتا دوسرے اشدآء علی الکفار پس جہاد و قتل جناب امیر علیہ السلام کا پوشیدہ نہین ہے کہ کسی جنگ سے خوف علین کیا اور کسی معرکہ مین پشت نہین دیا۔ جنگ احد و حنین مین باوجود فرار ہونے جملہ مجاہدین کے ثابت قدم رہے و جنگ احزاب مین باوجود دہشت و انکار جملہ مسلمانان کے عمر ابن عبدود سے جنگ کرکے قتل فرمایا اور مسلمانون کو اوسکی خوف سے رہائی دی و جنگ خیبر مین باوجود پسپا ہونے چندکرت مقتداے اول و دوم اہل سنت کے کس امنگ سے مرحب کو قتل کیا۔ اور کس زور و شور سے قلعہ سنگی کو فتح فرمایا کہ آیہ کریمہ وکفی اللہ المومنین القتال اونکی شان مین نازل ہوئی و حدیث کرار غیر فرار اونکی صفت مین صادر ہوئی و بسیاری آیات و احادیث بہ ثبوت و تعریف شجاعت و قتال و جہاد جناب امیر علیہ السلام کی کتب اہل سنت مین موجود ہین اس صورت مین ضم کرنا اس صفت کا اوسکے حق مین جسکا فرار ہونا جنگ احد و خیبر و حنین سے بخوبی ثابت ہے اور فتح کرنا روم و شام کا غیر ذات خود ظاہر۔ زیادہ تر تعجب کا مقام ہے اس صورت مین

اشداء علی الکفار بھی غیر جناب امیرؑ کے دوسرے کی صفت ہو نہین سکتی تیسرے رحماء بینہم پس یہ صفت بھی جناب امیر علیہ السلام کی ہے۔ کیونکہ تاحیات خود غیر از نان جو افطار نہین فرمایا۔ اور جب اہلبیت تکلیف تناول طعام کی کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ ملاحظہ رکھتا ہون مین کہ بعد میرے کوئی گرسنہ رہا ہو اور مین سیر رہون۔ اور تفسیر حافظی مین تفسیر سورۂ فاتحہ لکھا ہے کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام بر سر منبر خطبہ پڑھتے تھے اور جامہ آپکا کہنہ اور پُر پیوند تھا اور پاپند آپکا لیف خرما کا تھا۔ عبداللہ بن عباس خاطر مین لائے کہ یہ امر مناسب حال ستودہ مآل امیر نہین ہے آپ نے علم امامت سے دریافت کر کے فرمایا کہ بدرستیکہ اسقدر رقعہ پر رقعہ سلوایا مین نے کہ سینے والے سے شرمندہ ہوا مین علی کو زینت دنیا سے کیا کام ہے کہ گل یہان کا خار ہے اور نوش یہان کا نیش کیونکر شاد ہون مین اس لذت سے کہ اندک عرصہ مین اختتام ہو جاسے گی اور کیونکر سیر کہاؤن مین کہ ولایت حجاز مین بہت پیٹ گرسنہ ہونگے پس جو لوگ مجھے امیر کہین اور مقتدا اپنا جانین کیونکر شریک حال اونکا نہون غرض کہ بسیار حالات ایسے کتب فریقین مین موجود ہین چنانچہ ایثار کرنا طعام خود باوجود روزہ سہ روزہ مسکین و یتیم و اسیر کو بہ بیان آیہ یوفون بالنذر کے ظاہر ہو چکا۔ اور جسکی نسبت یہ صفت ضم کیجاتی ہے ظاہر ہے کہ اوسکے صلہ رحم سے کیا کیا فتور واسطے عامہ خلائق کے پڑتے گئے اور کیا کیا بدعتین اور سبب سے ناشی ہوتی گئین لینے معاویہ کو امیر شام اور ولید بن عقبہ کو کہ اشرب خمر و فسق سے شہرہ تھا والی کوفہ کیا ایسا صلہ رحم خلاف حکم خدا و رسولؐ کب جائز و قابل صفت خدا مقصود ہو سکتا ہے چنانچہ ان خرابیون سے آخر اکثر صحابہ وغیرہ نے متفق ہو کر قتل کر ڈالا جیسا کہ یہ سب حال بخوبی کتب تواریخ اہل سنت

مین مسطور ہے اسصورت مین صفت رحماء بینھم بھی غیر جناب امیر علیہ السلام دوسرے مین ثابت نہین ہوتی۔ لھذا ثابت ہوا کہ کل آیہ مذکور شان مین جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوئی ہے۔ سوم معاینہ سے شان نزول کے جیسا کل تفاسیر اہل سنت وصحاح ستہ ومشکوۃ وغیرہ مین درج ہے ظاہر ہے کہ آیہ مذکور بجنگ خیبر نازل ہوئی۔ اور پوشیدہ نہین کہ مقتدائے اول و دوم انکے دونون دو دو بار اوس جنگ مین فرار ہو چکے تھے کہ قلعہ خیبر دست حق پرست جناب امیر علیہ السلام پر فتح ہوا۔ اسصورت مین اگر بشکر یہ فرار اس آیت کا نازل ہونا کوئی عاقل قبول کر سکے تو بصفت فراریان کے قرار دینا مضائقہ نہین ورنہ بیشک کل آیہ شان علی جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوئی ہے چہارم آخر مین آیہ مذکور کے خبر ہے کہ یہ صفت انکی توریت وانجیل مین ہے۔ حالانکہ نام کسی صحابہ کا توریت وانجیل مین درج رہنا ثابت نہین بجز نام جناب امیر علیہ السلام کے کہ توریت مین الیا۔ وانجیل مین سنطیا ہے اس سبب سے یہ آیہ غیر شان جناب امیر علیہ السلام کے دوسرے کی شان مین متصور نہین ہو سکتی اگر یہ کہا جائے کہ آیہ مین صیغہ جمع واقع ہے شخص واحد کیونکر مراد ہو سکتا ہے۔ تو جواب اسکا وہی ہے جو آیہ انما ولیکم اللہ الی اخرہ مین دیا گیا ولبس لسبت ویکم حدیث ان اللہ خلقنی وعلیا من نور واحد بین یدی العرش نسبح اللہ و نقدسہ قبل ان یخلق ادم بالفی عام فلما خلق ادم سکنا فی صلبہ ثم نقلنا من صلب وبطن طاھر لا نھتک فینا حائلۃ الی صلب ابراھیم حتی وصلنا الی صلب عبد المطلب فصار قسمین قسم فی عبد اللہ وقسم فی ابیطالب فخرجت منہ وخرج منہ علی ؑ

ثم اجمع نوری وعلی فی فاطمۃ والحسن والحسین
نورٰان من نور رب العالمین صحیح بخاری وہدایۃ السعداء مین
جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اللہ تعالے
نے مجکو اور علی کو ایک نور سے پیدا کیا ساکن ہوئے ہم دونون صلب آدم مین
پس انتقال کیا ہم دونون نے صلب وشکم پاک سے اور نہین تھا درمیان ہم دونون
کے کوئی پردہ تا اسکے ہم دونون صلب نوحؑ مین اور پھر انتقال کیا ہم دونون نے
صلب وبطن پاک سے اور نہین تھا درمیان ہم دونون کے کوئی پردہ تا صلب
ابراہیم علیہ السلام کے تا آنکہ داخل ہوئے ہم دونون صلب عبدالمطلب مین پس
ہوا وہ نور دو قسم ایک قسم صلب عبداللہ مین قرار پایا اور قسم دیگر صلب ابیطالب
مین۔ پس برآیا مین پشت عبداللہ سے اور علی پشت ابیطالب سے پس جمع ہوا
نور میرا اور علی کا فاطمہ مین اور حسنینؑ دو نور ہین نور پروردگار سے آور قریب اسی کے
ایک حدیث یعنی کنت انا وعلیؑ نورا الی اخرہ کتاب اربعین ونزول السائرین
وکنز الشافعی ومناقب اخطب ومواوات ومسند احمد بن حنبل وبحر الانساب مین سلمان
فارسی سے مروی ہے بجنسہٖ فرق لبست ودوم حدیث مکتوبٌ علی باب
الجنۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ اخ رسول اللہ قبل ان
یخلق اللہ السموات بالفی عام صحاح ستہ ومواوات مین مسطور ہے کہ فرمایا
آنحضرت صلعم نے کہ لکھا گیا ہے اوپر دروازہ بہشت کے کہ نہین ہے اللہ مگر اللہ اور
محمدؐ رسول خدا ہے اور علی برادر رسولؐ خدا ہے بدو ہزار سال اوسکے کہ پیدا کیا خدا نے
آسمان کو۔ لبست وسوم حدیث یا علیؑ انت منی فی الدنیا والاخرۃ

صحیح ترمذی و مصابیح و مشکوۃ و صواعق محرقہ مین بروایت قادہ و عبد اللہ مروی کہ
جب آنحضرت صلعم نے میان اصحاب برادری قرار دی تو جناب امیر علیہ السلام کے
ساتھ کسی کی برادری قرار ندی آپ آئے نزدیک آنحضرت صلعم کے اور کہا برادر
میرا کون ہے پس فرمایا کہ اے علی تو برادر میرا ہے دنیا و آخرت مین بست چہارم
حدیث انت منی وانا منك صحیح مسلم و بخاری مین برا بن عازب سے
مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے علی علیہ السلام سے کہ تو مجھسے ہے اور مین تجھسے
بست و پنجم حدیث من احبّ علیًا فقد احبّنی ومن ابغض علیًا
فقد ابغضنی ومن اذی علیا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ
مسند ابو ثعلبی و مسند بزّار و صواعق محرقہ و استیعاب مین سعد وقّاص سے مروی
ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جو شخص دوست رکھے علی کو پس تحقیق کہ دوست رکھے
مجکو اور جو شخص دشمن رکھے علی کو۔ پس تحقیق کہ دشمن رکھے مجکو اور جو شخص اذیّت
پہونچائے علی کو پس تحقیق کہ اذیت پہونچائے مجکو اور جو اذیّت پہونچائے مجکو اوسنے
اذیت پہونچائی خدا کو۔ بست و ششم حدیث من اراد ان ینظر الی ادم
فی علمہ والی نوح فی فہمہ والی یحییٰ فی زھدہ والی موسے
فی بطشہ فلینظر الی علی بن ابیطالب صحیح واقدی مین ابو الحمرا سے
مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جو شخص چاہے کہ دیکھے آدم کو بعلم اوسکے اور
نوح کو بفہم اوسکے اور یحییٰ کو بزہد اوسکے اور موسیٰ کو بہ ہیبت اوسکے پس نظر کرے
طرف علی ابن ابیطالب کے اور بھی یہی حدیث شرف النبی مین ابو الحمرا سے مروی ہے
اوسمین الی یحییٰ فی زھدہ کے بعد الی ابرھیم فی حلمہ آیا ہے اور بھی یہی حدیث

بیہقی نے باسناد خود روایت کی ہے اوسمین الی علیہ فی عبادتہ زائد ہے اور بھی یہی
حدیث صحف ہدایت السعد امین جابر الغفاری سے باین عبارت مروی ہے کہ من
احب ان ینظر الی اسرافیل فی ھیبتہ والی میکائیل فی رتبتہ
والی جبرئیل فی جلالتہ والی آدم فی سلمہ والی نوح فی خشیتہ
والی ابرھیم فی خلتہ والی یعقوب فی حزنہ والی یوسف فی جمالہ
والی موسے فی مناجاتہ والی ایوب فی صبرہ والی یحیی فی زھدہ والی یونس فی ورعہ
والی عیسی فی سننہ والی محمد فی حسنہ وخلقہ فلینظر الی علی فان فیہ تسعین خصلۃ
من خصال الانبیا جمع اللہ فیہ ولم یجمع احداً غیرہ
یعنی فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جو شخص دوست رکھتا ہے کہ دیکھے اسرافیل کو بہیبت
اوسکے اور میکائیل کو برتبت اوسکے اور جبرئیل کو بہ بزرگی اوسکے اور ادم کو بدوستی
اوسکے اور نوح کو بترس اوسکے اور ابراہیمؑ کو بمحبت اوسکے اور یعقوب کو باندوہ اوسکے
اور یوسفؑ کو بجمال اوسکے اور موسیٰؑ کو بمناجات اوسکی اور ایوبؑ کو بصبر اوسکے اور
یحییٰؑ کو بزہد اوسکے اور یونس کو بہ پرہیزگاری اوسکے اور عیسیٰؑ کو بعبادت وسنت
اوسکے اور محمدؐ کو بہ بزرگی وخلق اوسکے پس دیکھے وہ طرف علیؑ کے بدرستیکہ اوسمین
نوّے خصلتین ہین خصال انبیا سے کہ جمع کی ہین خداے تعالیٰ نے اوسمین اور
نہین جمع کریگا کسی مین سواے اوسکے پس ظاہر ہے جامع ہونا اسقدر صفات انبیا کا
غیر از نبی و امام ممکن نہین اور ایسے شخص کے موجود ہوتے ہوئے کون شخص واسطے
امامت وخلافت کے مقبول ہوسکتا ہے اور ایسے ہی شخص کو جانشینی وخلافت حضرت
اشرف الانبیاء کے زیبا ہی نہ مصرعہ ہر کہ بت را سجدہ کرد و خمر خورد و نرد باخت ؎

بست و ہفتم حدیث لا تشکوا علیا فواللہ انہ لاخشی فی ذات اللہ او فی سبیل اللہ یعنی صواعق محرقہ و مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ شکوہ نکرو علیؑ کا کہ تحقیق وہ ترسندہ تر ہی ذات خدا یا راہ خدا مین۔ بست و ہشتم حدیث لا یحب علیاً منافق ولا یبغضہ مؤمن یعنی مسند احمد بن حنبل و صحیح ترمذی و مشکوۃ مین ام سلمہ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ دوست نہین رکھتا ہے علی کو منافق اور دشمن نہین رکھتا ہے علی کو مومن بست و نہم حدیث من سب علیا فقد سبنی مستدرک حاکم و مسند احمد بن حنبل و مشکوۃ و صواعق محرقہ مین ام سلمہ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے جسنے سب کیا علی کی پس اوسنے سب کیا میری۔ سی ام حدیث النظر الی علی عبادۃ معجم طبرانی و مستدرک حاکم و صواعق محرقہ و بحر المعارف مین ابن مسعود سے مروی ہے کہ نظر کرنا طرف علی کے عبادت ہے سی و یکم حدیث ذکر علی عبادۃ جمع دیلمی و صواعق محرقہ و بحر المعارف مین مروی ہے کہ ذکر علی عبادت ہے سی و دوم حدیث علی یزہر فی الجنۃ ککوکب الصبح لاہل الدنیا صواعق محرقہ و جمع دیلمی و جمع بیہقی مین انس بن مالک سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ علی جب آئے بہشت مین چمکی مثل آفتاب کے اہل دنیا پر — سی و سوم حدیث اللہم لا تمیتنی حتی تریی علیا صحیح ترمذی و مشکوۃ مین بروایت ام سلمہ لکھا ہی کہ آنحضرت صلعم نے وقت روانہ کرنے جناب امیر علیہ السلام کے بطرف ایک غزا کے بفرط محبت ہاتھ اوٹھا کر فرمایا کہ خداوندا نہ موت دیجیو مجکو جبتک علی کو نہ دیکھون سی و چہارم حدیث علی فی الجنۃ صحیح ترمذی مین عبد الرحمن بن عوف سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے

کہ علی بہشت مین ہے سی و پنجم حدیث دمک دمی و لحمک لحمی و قلبک قلبی و نفسک نفسی و روحک روحی
ہدایت السعدا و بعضی کتب دیگر مین سبب ورود اس حدیث کا یہ لکھا ہے کہ ایک
اعرابی نے آنحضرت صلعم سے نسبت حسنین علیہم السلام کے پوچھا کہ یہ کیسکے لڑکے ہین
فرمایا کہ میرے۔ بعد ازان اوسنے پوچھا کہ علیؑ کے لڑکے کہان ہین فرمایا کہ یہی ہین پس
جناب امیر کو کنار مین لیکر حدیث مذکور فرمائی۔ سی و ششم حدیث یا علی لا یحل
لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری و غیرک صحیح ترمذی و مصابیح
و مشکوات و طیبی و ہدایت السعدا مین ابو سعید خدری سے اور مسند بزار و صواعق محرقہ
مین سعد سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ ای علی علیہ السلام نہین ہے حلال
کسیکو کہ جنب اس مسجد مین آوے گر مجکو اور تجکو سی و ہفتم حدیث علی خیر البشر
بعدی من ابی فقد کفر صحائف ہدایت السعدا و مودات مین حذیفہ بن الیمان
سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ علی بہترین البشر ہے بعد میرے جو شخص ابا کرے
پس تحقیق کہ وہ کافر ہے سی و ہشتم حدیث علی باب حطۃ من دخل فیہ
کان مؤمنا و من خرج منہ کان کافرا افراد دار قطنی اور صواعق محرقہ اور مودات
مین ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ علی در توبہ و استغفار ہے
جو درآئے بیچ اوس در کے مومن ہے اور جو باہر جائے اُس در سے وہ کافر ہے
سی و نہم حدیث علی منی بمنزلۃ الراس من بدنی مناقب
خطیب میں براء بن عازب سے اور جمع دیلمی و فردوس الاخبار و مودات و صواعق
محرقہ مین ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ علی مجھسے بجاے
سر کے ہے بدن سے چہلم حدیث انا و علی من شجرۃ واحدۃ و الناس

من اشجار شتّی اوسط طبرانی وصواعق محرقہ مین جابر بن عبد اللہ انصاری
سے اور مواوات مین ابن عباس سے مروی ہے کہ مین اور علی ایک درخت سے
ہون اور دیگر مردمان درختان دیگر پراگندہ سے چہل ویکم حدیث انّ اللہ
تعالی جعل ذرّیۃ کل نبی فی صلبہ وجعل ذرّیتی فی صلب
علی بن ابیطالب اوسط طبرانی وصواعق محرقہ وفردوس الاخبار ومواوات
مین جابر سے اور مناقب خطیب مین ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا آن حضرت
صلعم نے کہ تحقیق کہ خداے تعالے نے ہرایک نسل کل پیغمبرون کے صلب مین
رکھی اور میرے لئے نسل میری صلب مین علی کی چہل و دوم حدیث عنوان
صحیفۃ المؤمن حبّ علیّ بن ابیطالب مناقب خطیب ومواوات وصواعق محرقہ
مین انس بن مالک سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ سرنامہ صحیفہ اعمال
مومن محبت علی بن ابیطالب ہے چہل وسوم حدیث ان الجنۃ تشتاق
الی ثلثۃ علی وعمار و سلمان صحیح ترمذی وصحیح نسائی ومستدرک و
صواعق محرقہ مین انس بن مالک سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ
تحقیق کہ بہشت واسطے لقاے تین شخص کے مشتاق ہے علی وعمار یاسر وسلمان
فارسی کے چہل وچہارم حدیث من احبّ علیا فقد احبنی و
من احبنی فقد احبّ اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن
ابغضنی فقد ابغض اللہ سنن ترمذی مین سلمان سے اور صواعق محرقہ مین ام سلمہ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت
صلعم نے جسنے دوست رکھا علی کو اوسنے دوست رکھا مجکو اور جسنے دوست رکھا مجکو اوسنے دوست رکھا
خدا کو اور جسنے بغض رکھا علی سے اوسنے بغض رکھا مجھسے اور جسنے بغض رکھا مجھسے اوسنے بغض رکھا خدا سے

چہل و پنجم حدیث یا علی انت قسیم النار والجنۃ یوم القیمۃ
سنن دار قطنی اور صواعق محرقہ مین ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اے علی تو قسمت
کنندہ دوزخ و بہشت ہی بروز قیامت کے چہل و ششم حدیث مسند احمد بن حنبل
و مستدرک حاکم و صواعق محرقہ مین ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک روز ہم
مع جمعی از صحابہ خدمت مین آنحضرت صلعم کے گئے او سوقت جناب امیر علیہ السلام
نعلین شکستہ آنحضرت صلعم کی اصلاح کرتے تھے پس فرمایا آنحضرت صلعم نے یا ایہا
الناس من یقاتل علی تاویل القران کما قاتلت علی تنزیلہ فقلنا من ھو
یا رسول اللہ فقال ذالک خاصف النعل فخرجت فبشرتہ بما قال
رسول اللہ صلعم فلم یلتفت بہ وجدنہ کانہ سمعہ
یعنی اے مردمان تم مین کوئی ہے کہ قتال کرے تاویل قرآن پر جیسا کہ مین نے تنزیل
پر کیا۔ سب نے کہا کہ یا رسول اللہ کون ہے وہ آدمی۔ فرمایا کہ یہ جو نعل مین میرے
اصلاح کرتا ہے ابو سعید کہتا ہے کہ مین نے پیش امیر جا کر بشارت دی کچھ ملتفت
نہوئی جیسا سنا ہو۔ چہل و ہفتم حدیث انا حرب لمن حاربہم و سلم
لمن سالمھم صحیح ترمذی اور مصابیح اور مشکوۃ مین زید بن ارقم سے مروی ہے
کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام سے کہ مین جنگ کرنے والا
ہون اوس سے جو ساتھ تمھارے جنگ کرے اور صلح کرنے والا ہون اوس سے
جو ساتھ تمھارے صلح کرے اور صواعق محرقہ مین لکھا ہے کہ بروز نزول آیہ تطہیر
یہ حدیث آنحضرت صلعم نے فرمائی چہل و ہشتم حدیث احبوا اللہ لما
قدم من نعمہ و احبوا انی بحب اللہ و احبوا اہل بیتی بحبی

مشکوٰۃ و لغاب الاخبار و فصل الخطاب و معانی الاخبار و ہدایت السعدا و خلاصۃ المناقب
مین مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ دوست رکھو خدا کو بجہت آنکہ پرورش کیا ہی
تمکو نعمت اپنی سے اور دوست رکھو مجکو بوجہ محبت خدا کے اور دوست رکھو اہلبیت میری کو
بوجہ دوستی میری چہل و نہم حدیث یا علی اما ترضی انک معی فی الجنۃ والحسن
والحسین وذریاتنا خلف ظہورنا وازواجنا خلف ذریاتنا و
شیعتنا عن ایماننا وشمائلنا مناقب ابن مردویہ و صواعق محرقہ مین لکھتا ہے
کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اے علی راضی نہین ہے تو کہ رہے ساتھ میرے بہشت مین
اور حسنؑ و حسینؑ اور فرزندان میرے پس پشت ہمارے اور ازواج ہمارے پس
پشت فرزندان اور شیعیان ہمارے چپ و راست ہمارے پنجاہم حدیث
معرفۃ ال محمد براءۃ من النار وحب ال محمد جواز علی الصراط
المستقیم وولایۃ ال محمد امان من العذاب معانی الاخبار
و فصل الخطاب مین مسطور ہے کہ معرفہ آل محمد باعث نجات از آتش دوزخ ہے اور
محبت آل محمد سبب سلامتی صراط اور اطاعت آل محمد سبب امان از جمیع عذاب پنجاہ
و یکم حدیث لاعطین الرایۃ غداً رجلا کرارا غیر فرار یحب اللہ
ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یعنی عطا کرونگا مین کل نشان اپنا
اوس شخص کو کہ کرار غیر فرار ہے اور دوست رکھتا ہے اللہ و رسول کو اور دوست
رکھتا ہے اوسکو اللہ و رسولؐ۔ صحاح وغیرہ کتب اہل سنت مین مسطور ہے کہ یہ حدیث
جنگ خیبر مین بعد شکست سہ روزہ آنحضرت صلعم نے فرمائی اور اون روزون چشم
جناب امیر علیہ السلام رمد کرائے تھے۔ آخر روز دوم آنحضرت صلعم نے طلب فرماکر چشم مبارک

اونکے لب مبارک لگایا تا صحت حاصل ہوئے اور نشان جناب امیر علیہ السلام کو
عطا فرمایا۔ چنانچہ قلعہ خیبر ہاتھ پر جناب امیر علیہ السلام کے فتح ہوا پس معنی سے
اس حدیث کے صاف ظاہر ہے کہ فرار یان بیشتر کہ خلیفہ اول و دوم تھے صفت
مین حدیث مذکور کے داخل نہ تھے کیونکہ صفات متذکرہ حدیث صاحب لوای آخر
کے لیئے مخصوص کیئے گئے ہین فافہم **پنجاہ و دوم حدیث** صحیح ترمذی ومشکوۃ
ومسند احمد بن حنبل وصحیح نسائی و ہدایت السعدا مین ابن عباس و زید بن ارقم
و برار بن عازب سے مروی ہے کہ چندکس صحابہ نے دروازے اپنی طرف مسجد
نبوئی کے کھولے تھے ایک روز آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بند کرو دروازے اپنے
سوائے دروازے علی علیہ السلام کے۔ صحابہ نے آپس مین گفتگو کی اسمین پس
فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ واللہ کہ نہین بند کیا اور کھولا مین نے کوئی دروازہ مگر
یہ کہ اوسیر مامور ہوا مین۔ **پنجاہ وسوم حدیث** اَللّٰھُمَّ اِئْتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ
اِلَیْكَ حَتّٰی یَاْكُلَ مَعِیْ هٰذَا الطَّیْرَ صحیح ترمذی وصحیح نسائی وصحائف ومشکوات
ومصابیح ودستور الحقائق وہدایت السعدا وجلد ثانی حبیب السیر مین انس سے
مروی ہے کہ ایک روز ایک شخص مرغ بریان نزد آنحضرت صلعم کے لایا کہ آنحضرت صلعم
نے رو بطرف آسمان کرکے فرمایا کہ خدایا بھیج دوست ترین خلق اپنے کو نزدیک میرے
تا یہ مرغ بریان ساتھ میرے تناول کرے پس اوسیوقت جناب امیر علیہ السلام تشریف
لائے اور آن حضرت صلعم نے اوس مرغ بریان کو ساتھ اونکے تناول فرمایا۔

بحث پنجم ردّ خلافت غیر از ائمہ معصومین علیہم السلام مین

واضح ہو کہ دربارۂ خلافت کے اعتقاد شیعو نکا یہ ہے کہ خلیفہ کو منصوص ہونا (یعنے

از جانب علام الغیوب و واقف صلاح و عیوب ماموروو مقرر ہونا) ضرور ہے چنانچہ
جناب امیر علیہ السلام کو حسب دلائل مندرجۂ بحث ہائے ثبوت خلافت و دیگر دلائل
بسیار بعد آنحضرت صلعم کے خلیفۂ بلا فصل اور کل آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کو یکے
بعد دیگرے خلیفۂ ماموروو منصوص سمجھتے ہین اور اونکی اطاعت مثل اطاعت رسول
صلعم واجب جانتے ہین اور خلافت و امارت و امامت و وصایت کو الفاظ مترادفہ
یعنی متحد المعنی یا لازم و ملزوم تصور کرتے ہین اور اہلسنت منصوص و ماموور ہونا خلیفہ
کا ضرور نہین سمجھتے - بلکہ امر خلافت یعنی تقرری خلیفہ کی اوپر راے اہل اسلام کے
چھوڑنا ظاہر کرتے ہین اور یہی اعتقاد رکھتے ہین لیکن بالفعل اکثر لوگ بعض حدیث
و روایت کو (جو بجز وہم قیاس کرنے پر بھی موثر نہین ہین - مثل حکم پیش نمازی وغیرہ
کے) بہ ثبوت تقرری و رضاے آنحضرت صلعم کے پیش کیا کرتے ہین - پس علاوہ
تردیدات علماے شیعہ نسبت صدق حکم مذکور ظاہر ہے کہ روایت حکم پیش نمازی
مذکور بطور بیان اہل سنت بموجب اصول شیعہ البتہ ایک عظمت کی بات ہی - سو
اونکے یہان ثابت نہین بلکہ وہ خود روایات اہل سنت سے تردید اوسکی کرتے
ہین - لہذا او نیز استدلال اسکا ناروا باقی رہا استدلال خود اہل سنت کو اوپر
اپنے - سو پیش نمازی اصول اہلسنت کے روسے کوئی عظمت کی بات نہین -
ہر شخص نماز پڑھا سکتا ہے اور ضرور ہے کہ یہ اصول مطابق سنت کے رکھا گیا ہو
نہ خلاف سنت اس سے ثابت ہے کہ پیش نمازی حسب اصول اونکے اوسوقت
بھی کوئی عظمت کی چیز نہ تھی - اسلیئے حکم پیش نمازی بصورت صحت نزدیک اونکے
بھی حسب اصول اونکے (کہ صلوا خلف کل بر و فاسق یعنی کہ نماز پڑھو

واقتدا کرو پیچھے ہر مرد نیک وفاسق کے) کوئی دلیل بنا بر امر عظیم خلافت کے ہونہین سکتا ہے اور بھی ظاہر ہے کہ اگر خلافت خلفاء اہل خلاف کی کچھ بھی مقصود خدا ورسول صلعم ہوتی تو آنحضرت صلعم اوس زمانۂ قریب انتقال مین اپنے اون لوگون کو ہرگز واسطے جنگ موتہ کے شامل جیش اسامۃ بن زید لعینات کرکے اوس سختی کے ساتھ جیسا کتب احادیث وتواریخ فریقین مین آیا ہے مدینہ منورہ سے نہین نکالتے اور روانہ نفرماتے اور جب نکالا اور روانہ فرمایا تو اسی سے ثابت کہ خلافت اونکی ہرگز مقصود خدا ورسول نہ تھی اور اون لوگون نے صرف حرفت سے اپنی اس خلافت کو لیا۔ اور علاوہ اسکے باوجود اثبات شورۂ سقیفۂ بنی ساعدہ کے (کہ مبنی اوپر تجویز خلیفہ کے تھا) پیش کرنا ثبوت تقرری کا قبول نقیضین وتضاد سے کم نہین کسلیئے کہ بصورت تقرری شورۂ تجویز ناجائز ودرصورت شورۂ تجویز تقرری یا کذب یا نامقبول بصورت کذب ہو المقصود وبصورت عدم قبول تقرری پیغمبر شعبۂ از کفر ونفاق پس قول وفعل کفاران یا منافقان غیر قابل اعتبار وتسلیم وتبعیت باین وجہ جتنی دلیلین موثر یہ تقرری قرار دیجائین وپیش کیجائین سب کذب وبہتان وبیہودہ وباطل متصور ہین اصل اعتقاد اہلسنت کا وہی ہے کہ امر خلافت غیر منصوص ومامور رہکر مسلمانون کی راے پر چھوڑا گیا جیسا قول علماے اہلسنت کا ہے کہ مات محمد ولم ینص علی احد پس واضح ہو کہ شریک شورہ نرہنا اور شامل نکر لیا جانا جناب امیر علیہ السلام کا (جو باتفاق عالم تر وصادق ومعصوم تر است ہین اور جنکی حقیت قول وفعل ساتھ بسیاری آیات واحادیث متفقہ غیر محتملہ کے ثابت ہے اور جو بقول اکثر اہلسنت کے وصی پیغمبر بھی ہین جیسا اقرار وصایت اوسیوقت خود زبان خلیفہ اول سے بقصۂ

غدیر ثابت ہے اور معارج النبوت مین بحالات بعد وفات آنحضرت صلعم مندرج
اور جیسے یہ رباعی شافعی کی مشہور ہے رباعی علیؑ حبہ جنۃ*
قسیم النار والجنۃ* وصی مصطفےٰ حقاً* امام الانس و الجنۃ* اور بھی قبل
معلوم کرنے راے ایسے شخص کے کسی شخص کا شریک شورہ ہوکر راے اپنی ظاہر کرنا
یا فیصل کرنا امر عظیم خلافت کو یا قبول کرنا دوسرون کی راے ناقابل الاعتبار کو
(جو صریحاً و بدیہاً بیباکی وجرأت متجاوز از حد متصور ہے) ہر صورت مین واسطے
رد خلافت مجوزہ کے کافی ووافی ہے اور یہ کہنا کہ اوسوقت جناب امیرؑ تجہیز و تکفین
پیغمبرؐ مین مشغول تھے کافی نہین ہو سکتا کیونکہ تیسرے روز حاضر ہونا جناب امیر
علیہ السلام کا لطلب دعوی خلافت اپنے خود روایات اہل سنت سے ثابت ہے
اس صورت مین دو ایک روز توقف کرنے اور باز رہنے مین اس جرأت ناقابل الاختیار
سے کسیطرح کوئی عاقل منصف مضائقہ نہین تصور کر سکتا۔ اور بھی اگرچہ دعوی کرنا
عالم وصادق ومعصوم یعنے جناب امیرؑ کا نسبت حق خلافت اپنے بعد استقرار خلافت
مجوزہ جیسا کتب اہل سنت سے ثابت ہے اور معائنہ کنندگان کتب احادیث و تواریخ
پر اونکی ظاہر ہے بہت بڑا ثبوت یقینی نسبت حق خلافت جناب امیر علیہ السلام ورد
خلافت مجوزہ واصول ناقصہ کے ہے۔ تاہم چند دلیلین بتردید اس قول واس
اعتقاد کے لکھے جاتے ہین اوّل ہرگاہ اس دعوی کے ساتھ کوئی ایسا ثبوت
پیش نہین کیا جاتا ہے کہ خدا یا رسولؐ نے فرمایا ہو۔ کہ تقرری خلیفہ کی اہل دین
کی راے پر چھوڑی جاتی ہے تو اس صورت مین امر خلافت مجوزہ ومقررہ اہل اسلام
نہ داخل اوامر متصور ہو نہ داخل نواہی تو داخل افعال عبث ہوا اور نہ بحکم خدا یعنے

واجب متصور ونہ بحکم رسولؐ یعنی سنت تو داخل بدعت ہوا اور فعل عبث و بدعت یا خطا ہے یا غیر نافع کسی حال مین واجب التسلیم والاطاعت نہین اور نہ تردید اوسکی داخل خطا و معصیت حالانکہ حسب قول خدا و رسول صلعم وجود امیر واجب الاطاعت کا ثابت ہی جیسا ثابت ہوچکا ۔لھذا خلافت مذکور صریح ناجائز و ناحق ۔کیونکہ امیر واجب الاطاعت وہی ہوسکتا ہے جو بموجب امر خدا ماموریا مقرر ہو نہ دوسرا دوئم بر تقدیر تسلیم غیر کار عبث و بدعت ۔اگر خلیفہ کے لیئے اور کوئی قید ضرور نہ سمجھی جاسے تو ایماندار و صالح ہونا تو ضروریات سے متصور ہے کیونکہ غیر صالح و ایماندار سے دین کا اپنی حالت اصلی پر قائم رہنا غیر ممکن حالانکہ بحث تشخیصات مین ثابت ہوچکا کہ شناخت قابل لیقین ایماندار و صالح کے بغیر گواہی خاص خدا و رسولؐ کے محال ہے اور یہ کہنا یا سمجہنا کہ کل اصحاب آنحضرت صلعم ایماندار و صالح ہین (باوجود واقفیت از قصہ اصحاب حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام و دیگر امثال اور معلوم کرنے دلائل مندرجہ بحث تشخیصات کے) بیش از وہم و ظن و گمان نہین و وہم و گمان پر اعتقاد کرنا و اعتقاد رکھنا خلاف ایمان کیونکہ ایمان ساتھ لیقین کے ہے اور اعتقاد اندر لیقین کے یعنی جو امر لیقینا یا حسب ثبوت قابل لیقین ثابت و صادق سمجھا جاسے اوسپر ایمان لانا چاہیے اور جو امر غیر ثابت اندر اوس لیقین کے ہو اوسپر اعتقاد کرنا مثلاً پیغمبر کو بمعائنہ معجزات یعنی بہ ثبوت قابل لیقین پیغمبر برحق جانکر نسبت افضل الناس ہونے اوسکے بجمیع صفات ۔(کہ پیغمبر کے لیئے لیقینی ضرور ہے) ایمان لائے ۔تو بعد ازان جو کچھ صفت اوسکی اندر اوس لیقین کے بیان و ظاہر کیجاسے ۔سب پر بغیر معائنہ و بغیر طلب ثبوت اعتقاد کرسکتے ہین ۔لیکن اگر کوئی خدا کہے یا بعثت ہے ۸۰

خدا موصوف کرے تو چونکہ یہ امر اوس یقین سے باہر ہے اعتقاد ہو نہین سکتا پس
ہر گاہ یقین پیغمبری پیغمبر بغیر ثبوت قابلِ یقین (بوجہ وبخوف امکان رجوع بطرف
غیر پیغمبر) جائز نہین تو دوسرے امر کا یقین بغیر ثبوت قابلِ یقین کیونکہ جائز
ہو سکتا اور اس صورت مین کیا مشکل تھا خدا ورسول کو بیان کر دینا اس بات کا
کہ کل اصحاب یعنی صاحبان رسول صلعم نیک وصالح ہین تا یقین کے لئے کافی
ہوتا۔ باقی رہی گواہی خاص خدا ورسول وہ قابلِ یقین ثابت نہین کیونکہ کوئی
آیت الٰہی بشانِ خلفاء خلاف خود اہل سنت کے یہان بہ بیانِ صادق پیغمبر ثابت
نہین اور بعض آیہ جو مثل آیہ والّذین معہ وغیرہ مین تاویل کیجاتی ہے اوسکی
تاویل مین خود جملہ علماے اہل سنت متفق نہین۔ تا بمخالف چہ رسد۔ جیسا صاحب
مناقب مرتضوی نے خود تردید اس تاویل کی ہے باقی رہی حدیث۔ سو جسقدر
احادیث بشان خلفاء خلاف کتب اہل سنت مین وارد ہوئے ہین وہ خود اونکے
یہان متواتر نہیں اور جو صحیحین مین درج کی گئی ہین اونمین اکثر خود بقول صاحب
صحیحین غریب اور بھی دیگر احادیثِ صحیحہ سے متناقض اور بیان اکثر کا اونمین سے
مملو از تعجب واختلال اور راویان اونکے نہ باتفاق عادل نہ خالی از اغراض یعنی
راوی احادیث شان خلیفۂ اول یا خلیفۂ دوم ہین۔ جو بانی وسبانی اس خلافت
کے ہوئے یا عائشہ دختر اوسکی راوی احادیث شان خلیفۂ دوم یا خلیفۂ اول وعمر
ابن عاص وزیر معاویہ ہین یا عبد اللہ بسر۔ اور راوی احادیث شان خلیفۂ سوم
یا معاویہ یا عمر ابن عاص وزیر معاویہ جیسا یہ سب حال معائنہ کنندگان کتب
احادیثِ اہل سنت پر پوشیدہ نہین چنانچہ علماے شیعہ اکثر کتب مین تفصیل وتشریح

اسکی کرتے گئے ہین یہ رسالہ اسکی تفصیل و تشریح کی گنجایش نہین رکھتا بلکہ مولوی
وحید الدین خانصاحب نے جو ایک رسالہ حد تحقیق بالفصل لکھا ہے اوسکے معائنہ سے
بھی یہ سب حال بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے بلکہ وہ رسالہ ایک جز و اس مقام کا ہے۔
اور بھی ثابت رہنا اکثر مطاعن مخل ایمان کا نسبت خلفاء مذکور کے از کتب اہل سنت
مثل تعرض صلح حدیبیہ و اظہار شک بر رسالت آنحضرت صلعم و منع قرطاس و قلم و نسبت
ہذیان با آنحضرت صلعم و ایذا رسانی جناب امیر و حضرت فاطمہ علیہ الصلوۃ و السلام
بقصد احراق بیت و غصب فدک وغیرہ اور رد کرنا دعوی کو معصومہ یعنی حضرت فاطمہ
صلوات اللہ کے اور گواہی کو معصومین یعنے جناب امیر اور حسنین علیہم السلام کے
درباب فدک اور قبول نکرنا قرآن جمع کردۂ عالم تراست و معصوم تراست یعنی جناب
امیر علیہ السلام کو اور جلانا اکثر کلام شریف کا اور مارنا اکثر صحابی جلیل القدر کو
اور فرار کرنا جہاد احد و خیبر و حنین وغیرہ سے جو گناہ کبیرہ ہے اور تخلف جیش اسامہ
جسکی نسبت آنحضرت صلعم نے لعنت فرمائی تھی اور مقبول کرنا مردودان خدا و رسول
صلعم یعنے مروان و حکم وغیرہ کا) زیادہ تر اثبات صحت احادیث صفاتیہ کا اونکے
رخنہ زن و خلل انداز ہے مگر بخیال تطویل و ملال اس بحث طولانی سے (کہ دیگر کتب مبسوطہ
مین مثل حق الیقین وغیرہ کے) مفصل درج ہے اور جسکا ثبوت مجمل حاوی و کافی عنقریب
لکھا جاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالی) درگذر کرکے طرف ایک دلیل جامع کے رجوع
کیا جاتا ہے یعنی اگر بالفرض اہل خلاف بزعم باطل خود گواہی خاص خدا و رسول کا
موجود رہنا ثابت بھی سمجھتے ہونگے یا سمجھین گے تو نسبت ایمان و صلاح اون عین چند
اشخاص کے جو بعد آنحضرت صلعم کے موجود تھے یعنی نسبت خلفاء ثلثہ کے نہ ہر زمانہ کے

لوگون کے نسبت اور قائم رہنا امر خلافت و امارت دینی کا ہر زمانہ مین تا قیام [illegible]
ضرور و مطلوب عقلاً و نیز بموجب اقوال خدا و رسولؐ جیسا اوپر ظاہر ہوتا گیا۔ مثل
اس آیت کے کہ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین
اور مثل اس حدیث کے کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات
میتۃ جاھلیۃ یعنے جو مرا اور نہین پہچانا اپنے امام زمان کو پس مرا وہ بموت جاہلیت
کے اور مثل اس حدیث کے کہ صحاح اہل سنت مین وارد ہے لا یزال ھذا الدین
عزیزاً الی اخرہ یعنے نہین زوال پکڑے گا یہ دین روز قیامت تک مادامیکہ ہوین اسکے
بارہ خلیفہ ہون قبیلۂ قریش سے وغیرہم) تو اس صورت مین تجویز و تشخیص و تعین والی
ایماندار و صالح اگر اوسوقت کے لیے حسب زعم باطل اہل خلاف کے محال و دشوار و متعذر
ہو تو آیندہ کے لیے بیشک محال متصور ہے۔ لہذا ظاہر ہے کہ جو اصول ہر زمانہ کے لیے
صحیح و کافی متصور نہو۔ وہ اصول کسی زمانہ کے لیئے بھی صحیح و جائز متصور ہو نہین سکتا
اس صورت مین کوئی قلب قبول نہین کر سکتا ہے کہ حکیم مطلق و دانا سے برحق نے
تعین امر عظیم خلافت و تقرر خلفاء آنحضرت صلعم کا واسطے ہر وقت و زمان کے ایسا
قابل یقین و مثل اصدار نص یا اظہار صفات لازم یا اعطاے معجزات کے خود [illegible]
اون لوگون کی راے پر چھوڑا ہو جو ایمان و ایماندار تک کے پہچاننے کی [illegible] نہین
رکھتے ہین تا بشناخت صالح و عادل و صادق وغیرہ چہ رسد۔ چنانچہ اسی اصول
ناقص کے سبب جیسے جیسے لوگ خلیفہ و امیر مقرر ہوتے گئے اور جو جو تباہیان
و خرابیان دین مین لاحق ہوتی گئین بتجربہ کیطرف نگاہ کرنے سے یعنی کتب احادیث
و تواریخ فریقین کے دیکھنے سے ظاہر و عیان ہین اگر اوسوقت نہین سمجھا گیا تو ثبوت

بعد تجربہ سمجھا ایسے شکل ثبوت سوم جسطرح وجود اعجاز تقرب اور صدق وصفات اور
خلافت وغیرہ کا ثبوت اعجاز کو ثابت کرتا ہے اوسیطرح عدم وجود اعجاز تقرب اور صدق
وصفات اور خلافت وغیرہ کا انکار کو رد کرسکتا ہے اور بھی جسطرح وجود اعجاز مثبت دعوی
پشتیبان و موید ثبوت آیات و احادیث صفاتیہ صاحب اعجاز موصوف کا متصور
ہے اوسیطرح عدم وجود اعجاز مثبت پشتیبان دعوی عدم صحت وضع صفاتیہ
وضعی غیر صاحب اعجاز وغیر موصوف کا متصور ہو سکتا ہے کیونکہ بحث ہاے ماقبل
مین ظاہر ہوا کہ اعجاز مثبت تقرب ہین اور تقرب مثبت صدق وصفات اور
صدق وصفات مثبت صدق دعوی ہین پس ویسے ہی صدق وصفات علت
تقرب متصور ہین اور تقرب علت اعجاز اس صورت مین ظاہر ہے کہ بصورت
اصلی ہونے صفات کے تقرب لازم ہے اور بصورت تحقیقی ہونے تقرب کے اعجاز
ممکن کیونکہ علت کے موجود رہنے کی صورت مین معلول کا موجود ہوجانا دشوار
نہین لہذا جو شخص وجود معلول یعنے اعجاز کو اپنے مین ثابت نکر سکے یا جسمین
وجود معلول یعنے اعجاز ثابت نہ پایا جاے اوسمین وجود علت یعنی تقرب اور
صدق وصفات بھی بمقابلہ صاحب اعجاز موصوف غیر ثابت اور جسمین وجود
تقرب اور صدق وصفات ثابت نہ رہا اوسکا ہر دعوی و ہر قول و ہر فعل غیر ثابت
وغیر قابل لیقین اور جسکا ہر دعوی و ہر قول و ہر فعل غیر ثابت وغیر قابل لیقین
نرہا اوسکا دعوی خلافت بھی ہر صورت مین غیر قابل لیقین لیئے جو صدق وصفات
اصلی رکھتا ہے ضرور ہے کہ تقرب اوسکو حاصل ہو اور جسکو تقرب اصلی حاصل ہو
ضرور ہے کہ ہر دعا اوسکی مقبول ہو اور جسکی دعا مقبول ہو اوسکو اعجاز کا حاصل ہونا

دشوار نہین اور جسکو اعجاز حاصل نہوسکے اوسکی دعا مقبول نہین اور جسکی دعا مقبول نہین اوسکو تقرب حاصل نہین اور جسکو تقرب حاصل نہین وہ بیشک صدق وصفات اصلی نہین رکھتا اور جو صدق وصفات اپنے اصلی نہین رکھتا وہ ہرگز قابل خلافت تصور نہین ہوسکتا۔ پس چونکہ وجود اعجاز سواے جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کے کسی دوسرے مین از دعویداران خلافت۔ باتفاق ثابت نہین لہذا جملہ صفات اونکے غیر ثابت ومحتمل لوضع و ثبوت ہاے تردید صفات اقوی تر خلافت اونکی بمقابلہ صاحب اعجاز موصوف بیشک غیر ثابت وغیر قابل اعتبار و یقین ناحق و باطل چہارم بمصداق قصہ طالوت جیسا کلام شریف مین آیا ہے کہ باوجود انکار و روگردان ہوجانے اکثر اہل دین کے پروردگار عالم نے سالاری طالوت کی موقوف نرکھکر فرمایا کہ یہ لطف وعنایت خدا کی ہے جسکو چاہے دے اور جو اللہ جانتا ہے تم نہین جان سکتے ہو علم وجسم سے آور اسیپر بس اکتفا نہ فرمایا جستقدر لوگ شامل طالوت کے چلے اونکو تین روز کی تشنگی مین بحکم پینے پانی کے چلو پانی کے آزمایا چنانچہ اس حکم کے سبب کل اہل دین روگردان ہوکر صرف تین سو آدمی ثابت قدم طالوت کے ساتھ باقی رہ گئے اور کچھ پروا نہ کی خدا نے اور اونھین تین سو آدمی سے بلکہ صرف ایک حضرت داؤد سے طالوت کو فتح بخشی جالوت کافر و ظالم پر پس جب ہرگاہ پروردگار نے ایک ادنی سالار فوج کا مقرر کرنا حسب راے اہل دین جائز نرکھا اور پھر جانے سے اسقدر اہل دین کی کچھ پروا نفرمائی۔ توکیونکر یقین ہوسکتا ہے کہ تقرری امر عظیم خلافت کی خصوص خلافت آنحضرت صلعم کی ایسے اہل دین کی راے پر چھوڑ دی جنمین مومن ومنافق دونون شامل ہون اور اپنے

لطف عظیم کو بحق خلفاء و مومنان دین آنحضرت صلعم کے دریغ رکھے کیونکہ یہان تو حسب اعتقاد باطل اہل خلاف کے اہل دین ایسے بھی نہ تھے جنپر پھر جانے کا گمان ہو اور اگر پھر بھی جاتے تو وہی لوگ جنکا ایمان درست نہو تا پس نا نقصان ایمان کے داخل دین رہنے سے کیا فائدہ اور اونکے پھر جانے سے کیا نقصان خدا کا مقصود تھا ہرگاہ ثابت ہے کہ اوتعالی نے پھر جانے سے اوسقدر نا نقصان ایمان قوم طالوت کی پروا نفرمائی۔ یہ سب قصہ نظیر ہین ایماندارون کے لیئے نہ بیفائدہ و عبث بیان کیئے گئے ہین کلام شریف مین۔ اسصورت مین ممکن نہین کہ پروردگار عالم نے امر عظیم خلافت آنحضرت صلعم کو خود تقرر نفرماکر اسے ناقص اہل دین پر چھوڑا ہو بلکہ بیشک پروردگار عالم نے خلفاء آنحضرت صلعم کو حسب دلائل مندرجہ بحث ہاے ثبوت خلافت تقرر و مامور فرمایا اور بیشک برفع علت اول نفاق یعنی خوف و موجودگی علت دوم یعنے طمع کی اہل دین کو آزمایا۔ جسطرح آزمایا قوم طالوت و اصحاب حضرت موسی علی نبینا و علیہ السلام و دیگر امتان کو جیسا اکثر احادیث سے ثابت ہو کہ جناب امیر علیہ السلام فارق ایمان و نفاق ہین اور جیسا اوتعالے خود فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون یعنی آیا مردمان ٹھہرائے تھے کہ معاف و متروک رہین گے اس کہنے پر کہ ایمان لائے اور یہ لوگ آزمائے نجائینگے **پنجم** باقی رہی حدیث اجماع سو عالمون نے ہمارے رضوان اللہ علیہم ہزارون دلیلون سے اور ہزارون طریقون سے اس اجماع کو غلط ٹھہرادیا ہے اسیلئے یہان اسیقدر پر اکتفا کیا جاتا ہے یعنی **پہلی** اجماع تام خلیفہ اول پر بھی نہین ہوا یعنے سعد بن عبادہ نے کسیوقت بیعت نکی جیسا کتب اہل سنت سے ظاہر ہے **دوسری** بصورت تمسک اجماع بخلافت خلیفہ اول

وصیت خلیفہ اول نسبت خلافت خلیفہ دوم ناجائز و بصورت جواز وصیت تمسک اجماع غلط تیسری بصورت صحت تمسک اجماع کے تقرر شورۂ مسدسئہ خلافت سوم یعنی امر خلیفہ دوم اور بھی خلافت خلیفہ سوم جو شورۂ مذکور پر قرار پائی تھی ناجائز و بصورت جواز امر خلیفہ دوم و خلافت خلیفہ سوم تمسک اجماع غلط و غیر صحیح چوتھی اگر اجماع سے جمع ہونا کل اہل دین کا یا کثرت راے اہل دین کی مراد ہے تو یہ دونون اجماع بعہد خلافت جناب امیر علیہ السلام کے صریح غلط ہوگیا۔ کیونکہ خلافت جناب امیر علیہ السلام پر نہ کل اہل دین جمع ہوگئے نہ کثرت راے واقع ہوئی حالانکہ اہل سنت جناب امیر علیہ السلام کو خلیفہ چہارم برحق جانتے ہین پس ظاہر ہے کہ یہ دونون سخنانِ متضاد و نقیضین حق و قابل قبول ہو نہین سکتے اس سے چارہ نہین کہ یا اس اجماع کو غلط کہین یا خلافت جناب امیر علیہ السلام کو ناحق قرار دین۔ مگر بسبب نازل رہنے آیات وافر و صادر رہنے احادیث متکاثر کے بہ ثبوت عصمت و صداقت و حقیت قول و فعل جناب امیر علیہ السلام کے خلافت کو اونکے ناحق ٹھہرانا مشکل بلکہ داخل کفر اسلیے اس اجماع کے غلط ہونے مین کسیطرح کا شک و شبہہ نہین بلکہ ظاہر ہے کہ بصورت صحت حدیث اجماع کے حدیث مذکور اسی امر کے مصدق متصور ہے کہ اگرچہ اتفاق باطل پر بالکل غیر امکان نہین مگر اتفاق کل امت محمدی صلعم باطل پر غیر امکان ہے اس صورت مین معنی اس حدیث کے یہی ہونگے کہ اختلاف امت محمدی صلعم کا جو بموجب حدیث دیگر تہتر فرقون مین تعین کر دیا گیا ہے۔ پس جس امر مین یہ کل فرقے متفق ہون وہ امر بغیر چون و چرا صحیح و درست و یقینی ہے باقی امرون کی تصحیح لازم یا یہ معنی کہ ان تہتر فرقون مین کوئی فرقہ ضرور حق پر ہوگا

نہ کل ناحق پر جمع ہونگے جیسا ایک فرقہ کا ناجی ہونا خود اسی حدیث سے ثابت ہے۔
نہ یہ معنی کہ جس امر پر پانچ آدمی ایک وقت خاص مین برضاے قلب یا بغیر رضای
قلب یا بغرض خاص راے ملالین وہ درست ہو جائیگا گو وہ راے خلاف راے دیگر
اشخاص یا خلاف عقل یا خلاف حکم خدا و رسولؐ ہو ایسے معنی کوئی نادان بھی کہہ نہین سکتا
سواے مضطرب و متردد کے زیادہ اس سے تردید اجماع بحث مابعد مین ظاہر ہوگی
انشاء اللہ تعالے **ششم** اگر بالفرض حسب قول باطل اہل سنت کے تسلیم کر لیا جائے
کہ تقرر امر خلافت کا اوپر راے مسلمانون کے چھوڑ دیا گیا تھا تو اس صورت مین
مسلمانون کو واجب و ضرور تھا کہ تجویز و تقرر خلیفہ کا ایماناً و انصافاً کرتے نہ بگذاشت
ایمان و انصاف کیونکہ فعل بے ایمانی و بے انصافی جائز و قابل تسلیم نہین اور
ایماناً و انصافاً تجویز و تقرر کرنا خلیفہ کا بلحاظ انہین امورات کے ہوسکتا تھا۔
یعنی **پہلے** بلحاظ تقرب یقینی خدا و رسولؐ کے **دوسرے** بلحاظ شرف ولایت و
امامت و وصایت و ظہور کشف و کرامت کے کہ اکثر اہل سنت ان مدارج کو بتفریق خلافت
بنام خلافت باطنی مخصوص بجناب امیر علیہ السلام کہتے ہین **تیسرے** بلحاظ کمال علم
و دانش کے **چوتھے** بلحاظ تفضیل صدق و عصمت کے **پانچوین** بلحاظ ایمان
صادق و اعمال صالح یعنی اتقاے ثابت کے **چھٹے** بلحاظ انتہاے شجاعت و
عدالت و دیگر فضائل اخلاقیہ کے **ساتوین** بلحاظ شرف ذات و قرابت و محبت
رسول صلعم کے پس ظاہر ہے کہ یہ سب امور جسطرح یقین کے لیئے کافی و وافی ہوسکین
(یعنی از روے آیات متواترہ و احادیث متکاثرہ صحیحہ متفقہ کے) نسبت جناب امیر
علیہ السلام کے ظاہر و ثابت ہین نسبت دوسرے کے نہین جیسا بحث اثبات فضائل

جناب امیر علیہ السلام مین ظاہر ہو چکا۔ لہذا اس صورت مین بھی جناب امیر علیہ السلام احق ترین مردمان واولےترین مسلمانان تھے واسطے خلافت کے نہ کہ تجویز خلافت باعتبار کبرسن کے لائق پذیرا ہے کہ اس بات کو بضرورت وقوف از حال نبوت طفلی حضرت یحییٰ علیہ السلام کے کوئی لڑکا بھی قبول نہین کرسکتا جیسا شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ بزرگی بعقل است نہ بسال۔ لہذا اس صورت مین بھی حق جناب امیر علیہ السلام کا نسبت خلافت کے بہر نوع ثابت ہے اور جب حق جناب امیر علیہ السلام کا ثابت ہی تو خلافت مجوزہ البتہ خلاف ایمان و انصاف و ناحق اور فعل بے ایمانی و بے انصافی و امر ناحق ہرگز قابل قبول و تبعیت نہین ہفتم اگر یہ فرض کرلیا جاوے کہ استقرار امر خلافت مسلمانون کی رائے بغیر وجوہ یعنی صرف رجوع و خواہش طبیعت پر چھوڑا گیا تھا تو اگرچہ یہ فرض محال ہے کما لا یخفی مگر اس صورت مین بھی باعتبار اوس محبت کے جو نسبت جناب امیر علیہ السلام کے بوجوہ متعددہ اوپر کل مسلمانون کے واجب کی گئی ہے (اور کوئی اوسمین محبت و انکار نہین رکھتا۔ علی الخصوص اہل سنت کہ کل نصوص خلافت کو تاویل محبت کرکے صرف محبت پر ثابت قدم ہوئے ہین بلکہ بعد خدا و رسول تخصیص جناب امیر علیہ السلام کے قائل ہین جیسا بحث ماقبل مین ظاہر ہوا) ضرور تھا کہ درصورت رہنے محبت مذکور کے رجوع قلب کل اہل دین کا بطرف جناب امیر علیہ السلام کے ہوتا نہ بطرف اپنے یا دوسرون کے جیسا بحث ماقبل مین ظاہر ہوا پس اس حالت مین بھی اہل سنت کو ان دو صورتون سے چارہ نہین یا عدم محبت جناب امیر علیہ السلام کے مقر ہوکر کفر و نفاق علانیہ اپنے اور اپنے مقتداؤن کے ذمہ لین یا اس اعزاز و اکرام اختیاری کو غیر از دوست

یعنی جناب امیر علیہ السلام کے کسی دوسرے کے لئے گوارہ نکرین جیسا خدا فرماتا ہے
کہ تم مین سے کوئی مومن نہین ہو سکتا جب تک کہ نچاہے اپنے دوست کے لئے
جو چاہے اپنے واسطے پس جاے غور ہے کہ ہرگاہ بمقابلہ ذات خاص یہ حکم ہے تو بمقابلہ
دیگران چہ رسد اور ہرگاہ بحق دوستان عام یہ تاکید ہے تو بحق دوست خاص حب
واجب المحبت چہ گنجد۔ غرض کہ اوس دانا مطلق وحکیم برحق نے کوئی راہ واسطے
پیش رفت جانے باطل کے نہین چھوڑی ہے اور کوئی جگہ واسطے قائم ہونے کذب
کے نہین رکھی ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ جاء الحق و زھق الباطل ان
الباطل کان زھوقا یعنی اور آیا حق اور مٹ گیا باطل تحقیق کہ باطل مٹا ہوا ہے

بحث ششم برفع بعض توہمات معترضہ اہل خلاف نسبت بخلافت حقہ

توہم اول جناب امیر علیہ السلام نے باوجود رہنے غالب علی کل غالب کے غصب
خلافت پر اپنے کیون صبر اختیار کیا اور جنگ وجدل نہین فرمائی اور باوصف ایسی
شجاعت کے کیا خوف مانع تھا آپکو۔ جنگ وجدل کرنے مین پس جواب واضح ہو کہ
بمقابلہ دلائل قطعیہ یقینیہ مندرجہ بحث ہاے ماقبل کے (اور باوجود جاننے اس بات
کے کہ کل افعال جناب امیر علیہ السلام باعث رکھنے عصمت وصداقت کے مثل
افعال خدا ورسول صلعم مستند ہین چون وچرا کا مقام نہین) ایسے توہمات کا
پیش کرنا غیر از عجز کلام دوسرا متصور نہین تاہم اول وجہ عقلی ظاہر ہے کہ جناب
امیر علیہ السلام خدا ورسول سے بڑھکر غالب علی کل غالب نہ تھے اور نہ معاذ اللہ
شیعونکا ایسا اعتقاد ہے بلکہ یہ غلبہ اعجازیہ جو آپ کو حاصل تھا صرف بوجہ
اطاعت خدا ورسول بعطاے پروردگار تھا نہ بذاتہ تو ہرگاہ خدا ورسول نے

حسب بیان شد جو بحث مسئلہ جبر و اختیار خلاف اصول خلقت انسانی یعنی زور و غلبۂ خدا رقی پیش آنا جائز نرکھا جیسا کہ ظاہر ہے تو جناب امیر علیہ السلام (کہ بہر نوع پیرو احکام خدا و رسول صلعم تھے) خلاف قاعدۂ خدا و رسول صلعم کیونکر جائز رکھ سکتے تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جنگ و قتال کہ باعث موجودگی خلقت انسانی کے ہے واسطے دین کے ضرور نہیں مگر بضرورت شدید جیسا معلوم ہوا بلکہ پیغمبر بشیر و نذیر نہیں کہ اسقدر خدا کو ضرور ہے جیسا اکثر مقاموں میں اولتا لے خود بھی فرماتا ہے تا بخلیفہ چہ رسد اور واسطے غلبہ کے غالب رہنا اور بر ہر مقابل اپنے کافی ہے۔ جیسا جناب امیر علیہ السلام کسی مقابل سے اپنے کبھی مغلوب نہیں رہے نہ تنہا فتحیاب ہونا اور پر لاکھوں آدمیوں کے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ جنگ معاویہ میں اگرچہ ہمیشہ غلبہ طرف آپکے رہا لیکن فتح کامل آپ کو حاصل نہوئی۔ حالانکہ اوس جنگ میں شامل آپ کے ہزاروں آدمی تھے نہ تنہا تھے اور کیونکر فتح ہو کہ ... خلاف قاعدہ و اصول شرع تعمیل نہیں کرتے تھے مثلاً تعاقب فراریان و ... نہیں فرماتے تھے کہ آپکو راہ حق یعنے راہ خدا کا قائم کرنا منظور تھا ... خدا کا ... قلب قبول راہ نیک یا اختتام حجت سے غرض ہے نہ اطاعت جبر ... ملک سے اور طرفثانی کچھ خیال اصول شرعی کا نہ رکھتے تھے کہ اونکو فتح ملک سے مطلب تھا نہ راہ نیک سے وجہ دوم وجہ شرعی پس واضح ہو کہ خلیفہ برحق (کہ پابندی شرع ... اوسکو لازم ہے) کوئی جنگ غیر از جہاد کر نہیں سکتا ہے اور معلوم ہے کہ جہاد کے لیے شرعاً شرائط و قیود مقرر ہیں نہ یہ کہ جو شخص جسوقت جس مقام پر جس طرح چاہے جہاد کرلے اور منجملہ شرائط جہاد واسطے جہاد کے قوت اجتماعی تا معمول و رواج کا ہونا ضرور ہے

تاکہ خلاف عادت انسانی متصور ہو کر موافقین پر تکلیف زائد اور مخالفین پر محض جبر وزور قدرتی ثابت ہو جیسا آنحضرت صلعم نے بغیر حصول قوت ظاہری قصد جہاد نفرمایا اور نہ خدا نے حکم دیا جیسا او تعالے خود فرماتا ہے کہ بمقابلہ سو کفار کے دس مومنان ثابت قدم اور جب تعداد افواج طرفثانی معلوم نہو یا کسی حالت مین واسطے جہاد کے چالیس آدمی سے کم ہونا جائز نہین جیسا آنحضرت صلعم نے کبھی کسی سریہ مین بھی چالیس آدمیون سے کم روانہ نہین فرمایا اور ظاہر ہے کہ خدا ایسی تکلیف مالا یطاق کو روا رکھ نہین سکتا ہے کہ تنہا یا قلیل آدمیون سے ساتھ لاکھون آدمیون کے جنگ کرنا واجب کرے جسکے فرار کو گناہ عظیم قرار دیا ہے حالانکہ خود فرماتا ہے کہ نہین تکلیف دی مین نے کسیکو مگر بقدر وسعت اوسکے اور پوشیدہ نہین کہ اوسوقت جناب امیر علیہ السلام کیطرف سوائے ستّرہ آدمیون کے اور کوئی نہین تھا۔ چنانچہ حسب روایت شیعہ آپ فرماتے تھے کہ اگر چالیس آدمی بھی مجھپر جمع ہوتے تو مین جہاد کرتا اس صورت مین اگر آپ چالیس آدمی سے کم مین جہاد فرماتے تو سراسر خلاف قیود جہاد و خلاف شرع و خلاف بندگی متصور ہوتا اور امر مخلاف بندگی خلیفۂ برحق اور ایسے صاحب دین سے جسنے دنیا کو تین طلاق دیئے ہون۔ اور جسکے شان مین آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہو ناروا و ناممکن اور کیا نہین دیکھتے قصۂ ہائے انبیاء سلف کو کہ کفارون نے کیسے کیسے ظلم اونپر کئے ہین مگر بزور قدرتی و اعجازی کبھی پیش نہین آئے ہین سوم مصلحت پس واضح ہو کہ بحث مسئلہ جبر و اختیار مین معلوم ہوا کہ پروردگار عالم نے جس اصول پر انسان کو خلق فرمایا ہے اوسی اصول کے اندر اونسے معاملہ کرتا ہے تاکہ خلاف اصول ہو کر خلاف مقصود خلقت و خلاف

عدل نہو چنانچہ شرع اوسی اصول پر وارد ہے پس اگر انسان حسب معاملۂ اصولی
بالطوع و رغبت راہ خدا کو اختیار کر لیتا ہے تو ہو المقصود ورنہ او تعالی اوسی اصول
کے اندر بحکمت کارفرما ہو کر اپنے مطلب و مصالح صالحین کو فوت ہونے نہین دیتا
اور اسی کو مصلحت کہتے ہین اگرچہ پروردگار نے ہر کام مین اپنے جسقدر مصلحتین رکھی
ہین اون سبکا سمجھنا عقل انسانی سے محال ہے اور جسقدر بغور سمجھے جاتے ہین
اونکی بھی گنجایش یہ رسالہ نہین رکھتا مگر مصلحت ضروری الاظہار ظاہر کیجاتی ہے
واضح ہو کہ اگر کل اہل دین (کہ اونمین ممکن ہے کہ بسبب موجودگی علت نفاق
مومنین و منافقین و سست اعتقاد تینون شامل ہون جیسا بحث تشخیصات مین
ظاہر ہوا) بعد آنحضرت صلعم بحالت رفع علت اول نفاق یعنے بحالت اختیار
بیخوفی حکم خدا و رسول پر راضی ہو کر بخوشی قلب خلافت ماموری جناب امیر علیہ السلام
کو قبول کر لیتے اور بطرف علت ثانی نفاق یعنے طمع دنیاوی کے رجوع نہ لاتے
تو ہو المقصود خدا بلکہ اس صورت مین رضاے خدا پر بخوشی دل دنیا دل ہوتا اور پر
درست ہو جانے اعتقادون کے اور ہرگاہ ایسا نکرکے خلاف اسکے پیش آئے
تو بھی مطلب خدا فوت نہوا کیونکہ اس حالت مین صورت تفریق مومنان و منافقان
یعنی کامل الایمان و غیر کامل الایمان کے باہتمام حجت پیدا ہو گئی۔ مگر اس صورت مین پروردگار
کو منظور رہا کہ راہ حق کو واسطے مومنین و صالحین وقت و آیندہ کے ظاہر و صاف
کرسے و کر رکھے لہذا اوسوقت قتال و جہاد کا قائم ہونا کسیطرح قرین مصلحت متصور
نہین ہوتا کیونکہ اول ظاہر ہے کہ اوسوقت کے ہنگامہ شیطانی مین کل لوگ
چہ نیک وچہ بد سمجھے و بے سمجھے خلاف ہو گئے تھے تو درصورت قیام جنگ و قتال

غور کرنا و سمجھنا زیادہ تر اون لوگون کو مشکل و محال ہوجاتا اور اون مومنین کے لیئے جو بغیر سمجھے بوجھے حالت اضطراب مین شامل اجماع ہو گئے تھے بہت ضرر متصور تھا اور بسبب موقوفی جنگ ہر شخص کو سمجھ بوجھکر اعتقاد حق کی طرف رجوع کرنیکا بخوبی موقع حاصل ہوا دوسرے معلوم ہے کہ کل احادیث احکامی و تفاسیری خصوص اخبار فضائل ائمہ معصومین علیہم السلام سے دکہ اس فساد عظیم مین وہی اخبار رہبر راہ حق ہوے مین) کل اونحین لوگون کے ذہن و زبان پر متفرق تھے تو درصورت قیام جنگ وجدال ضرور تھا کہ لوگ زیادہ تر منحرف اور عداوت پر قائم ہوکر اون کل اخبارات کو زیادہ تر مخفی و ضائع و تغیر و تبدل کرڈالتے کہ جسکے سبب مومنین حال و گذشتہ کو راہ حق کا دریافت کرنا مشکل و محال ہوجاتا اور موقوفی جنگ و جہاد مین یہ فائدہ ہوا کہ وہ لوگ مقصود اپنا پاکر زیادہ تر مدعی دین نہوے مگر بقدر نفع اپنے اور اس عرصہ مین کل احکام شرعیہ اور فضائل ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اور بالخصوص خلافت حقہ وغیرہ ہر دو کے بیان ہو ہوکر مشہور و شائع و درج کتب ہوتے گئے جسکے سبب مومنین حال و گذشتہ کو صورت دریافت کرنی راہ حق کی ہاتھ آئی اور دین خدا بالکلیہ منہدم ہونے نپایا مگر دعوے خلافت کے واسطے قائم کرنے حق خلافت کے ضرور تھا کسیوقت جناب امیر علیہ السلام نے نہ چھوڑا جیسا کتب فریقین مین موجود ہی غرض کہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ

توہم دوم

اگر خلافت خلفاء ثلثہ کی ناحق ہوتی تو جناب امیر علیہ السلام کیون اونسے

بیعت کرتے اور بصورت بیعت چونکہ کوئی فعل آپکا ناحق تصور ہو نہین سکتا
لہذا وہ بیعت حق و قابل بیعت ہے نہ ناحق و قابل انکار و بیعت خوف و
تقیہ شایان غالب علی کل غالب نہین بلکہ تقیہ نوعی از نفاق ہے جو آپ کے
قبیح متصور پس جواب واضح ہو کہ بیعت کرنا جناب امیر علیہ السلام کا خلفائے
ثلثہ سے بروایت صحیحہ اہل تشیع ثابت نہین لیکن جو کچھ شیعہ قبول و تسلیم
کرتے ہین وہ بعد شش ماہ از وفات آن حضرت صلعم یعنے پس از وفات سیدہ
صلوات اللہ علیہا کے کہ اوسوقت لوگ آپکو زیادہ تر ضعیف جاننے لگے تھے اور قدر و
منزلت مین آپکے کمی تصور کرنے لگے تھے بحالت جبر و زور بسیار اور روایات اہلسنت
بھی بالکلیہ اسکے خلاف نہین چنانچہ انکار و تکرار و دعوائے خلافت اور بھی جبر و زور
مثل قصد احراق بیعت وغیرہ روایات اہل سنت مین بھی وارد ہے اور کتب تواریخ
و احادیث مین اونکے موجود و مشہور مگر نسبت ایام بیعت کے روایات اہل سنت
مختلف واقع ہین بعض روایات سے بعد سہ روز اور بعض سے بعد چہل روز
اور بعض سے بعد شش ماہ پس از وفات جناب سیدہ علیہا السلام کے ظاہر ہوتا ہے
اور روضۃ الاحباب مین قول آخر اصح لکھا ہے جو کچھ ہو مگر دعوائے خلافت و انکار
و مکث بیعت بہرحال ثابت ہے لیکن وجوہ بیعت پس اول وجہ شرعی ظاہر ہے کہ
بحالت جبر و زور الخ تین امر سے مفر نہین یا قتال و جہاد کرنا یا بغیر جنگ بطور عبث
جان دینا یا بیعت کرنا گر تردید تو ہم اول مین ثابت ہو چکا کہ جہاد اوسوقت بباعث
عدم موجودگی شرائط جہاد جائز نہ تھا اور ارتکاب ناجائز ناروا اور بطور عبث جان
دینا (عقلاً اور بھی بموجب حکم خدا کہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ

کہ نہ ڈالو اپنی جانون کو ہلاکت مین) ممنوع اور ارتکاب ممنوع ناجائز لہذا بیعت و تبعیت ظاہری جابران حق متصور مجبور کے لیئے نہ واسطے جابر کے اور اسیکو تقیہ کہتے ہین یعنی بحالت خوف جان روا ہے و نادقی وعدم موجودگی شرائط جہاد تبعیت ظاہری جابران کی اختیار کر لینا جیسے کہ آنحضرت صلعم نے بحالت خوف جان و عدم موجودگی حکم جہاد کلمہ لکم دینکم ولی دین خلاف اصول عہد رسالت اپنے بحکم خدا فرمایا و آبعد ازان ہجرت مغلوبانہ یعنے بطور خفیہ اختیار کی پس تقیہ بحالت موجودگی شروط حق ہے کیونکہ حق وہ امر ہے جو مطابق حکم خدا کے ہو اور ناحق وہ امر ہے جو مطابق حکم خدا کے نہو پس تقیہ بمصداق آیہ مذکور مطابق حکم خدا و حق متصور ہے اہل تشیع بیعت کرنے کو جناب امیر علیہ السلام کے ناحق نہین کہتے و سمجھتے ہین بلکہ انکار بیعت و بیعت کرنا دونون حق سمجھتے ہین یعنے جبتک شروط تقیہ موجود نہوئے آپ نے انکار فرمایا پس وہ انکار بسبب رہنے خلافت ناحق کے حق تھا اور جب شروط تقیہ یعنی جبر و زور موجود ہوگئے تو بیعت کرلی - پس یہ بیعت بہ سبب حق ہونے تقیہ کے حق جیسے حرام چیز کا کھانا حرام و ناحق ہے اگر بحالت فاقہ سہ روزہ حلال و حق ہے بلکہ بالعکس حرام و ناحق ہے لیکن یہ علت تا عدم میسر رزق حلال کے جائز رہیگی نہ ہمیشہ کیلیے بصورت مین بیعت ناحق سے شیعون کے یہ مراد ہے کہ جابرین کا جناب امیر علیہ السلام سے بجبر بیعت لینا ناحق ہے نہ آپکا بیعت کرنا پس یہ ہین مطلب اوس حدیث کے کہ پھرتا ہے حق اوس طرف جس طرف علی پھرے علیہ السلام جسپر مولوی عبدالعزیز دہلوی نے اپنے تحفہ اثنا عشریہ مین بہ طمطراق تمام نسبت حقیت خلافت خلفاء بسبب بیعت جناب امیر علیہ السلام استدلال کیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ نقیض و

نقیض

اجتماع اقوال یعنے انکار و اقبال دونون حق نہین ہوسکتے اور یہ ظاہر ہے کہ اہلسنت
کے یہان انکار بیعت و بیعت کرنا دونون ثابت ہے تو جبتک دونون امر حق ثابت
نہ کیئے جائین حقیت قایل کی ثابت نہین ہوسکتی اور نہ اوسکے ذریعہ سے استحقاق
خلافت ناحق کا ثابت ہوسکتا ہے اور تقیہ کو جو بموجب حکم خدا ثابت ہے نفاق قرار
دینا خالی از جہالت نہین کیونکہ نفاق قائم رکھنا کفر کا ہے قلباً اور تقیہ بالعکس قائم
رکھنا ایمان خدا کا ہے قلباً مصرع چہ نسبت خاک را با عالم پاک ✤ اور نفاق
بسبب پوشیدہ رکھنے کفر کے بد نہین ہے کیونکہ اخفا کار بد کا رہا ہے بد نسبت باظہار
اولی متصور عقلاً و نقلاً بلکہ نفاق بسبب بد رہنے اوسکی اصل کے کہ کفر ہی بد ہے
اور چونکہ اصل تقیہ کہ ایمان خدا ہے بد نہین لہذا تقیہ بد نہین ہوسکتا یعنی قائم
رکھنا امر ناحق کا ہر طرح ناحق اور قائم رکھنا امر حق کا ہر طرح حق جس طرح آنحضرت
صلعم نے کلمہ لکم دینکم ولی دین خلافت واجب رسالت اپنے فرما کر ایمان خدا
کو قائم رکھنا چاہا اور بعد ازان بہ ہجرت خفیہ قائم رکھا صرف اسقدر ہے کہ اظہار
کار ہاے نیک نسبت اخفا اوسکے بہتر ہے بخیال اختیار کرنے دوسرون کے سو وہ
بحالت مجبوری عیب نہین ہوسکتا چنانچہ فتوح شام مین لکھا ہے کہ جنگ فارس
مین ہرگاہ کچھ اہل اسلام بادشاہ فارس کے یہان اسیر ہوگئے تو ابو عبیدہ جراح
امیر لشکر اسلام نے خالد بن ولید کو مع ہزار جوان بغرض سبیل رہائی اونکے روانہ کیا
جب یہ لوگ قریب شہر شاہی پہونچے تو ایک دیر کی راہب نے از روے کتب
سابقہ فتح اسلام کی خبر دی کر کہا کہ ہمکو ایک برارت نامہ لکھدو کہ جب تمھاری فتح
ہو تو کوئی ہمسے مزاحمت نکرے چنانچہ خالد بن ولید نے بعوض ہزار صلیب و ہزار

زنار کے لکھدیا اور چونکہ بادشاہ فارس نے کسی شاہ نصرانی سے مدد طلب کی تھی لہذا یہ لوگ بذریعیہ اوس زنار وصلیب کے لشکل نصارا بنکر باظہار مدد نصارا شہر شاہی مین داخل ہوئے جب دربار مین گئے تو لوگون نے کہا کہ حسب دستور بادشاہ کو سجدہ کرو۔ تب یہ لوگ گھبرائے اور آپسمین مشورہ کیا آخر رائے اسی پر قرار پائی کہ خدا فرماتا ہے کہ نہ ڈالو اپنی جانون کو ہلاکت مین اسلیئے سجدہ کرنا اسوقت مین مضائقہ نہین چنانچہ سب نے سجدہ کیا پس اس حال سے ظاہر ہے کہ یہان تقیہ سے بھی زیادہ کیا گیا۔ کیونکہ اوسوقت مسلمانان خود بر سر جہاد تھے اور جملہ شروط و قیود جہاد موجود اور بھی تقیہ شیعیان مین اصلی از اصول دین کا مخفی رکھنا ہوتا ہے زبانی اور یہان کل اصول دین کا اخفا و انکار ثابت نہ صرف زبانی بلکہ صدور فعل ناجائز سجدہ ادیبر طرہ اور بھی ظاہر ہے کہ اسوقت جو مسلمانان ہندوستان تبعیت آئین نصارا کی کر رہے ہین بیرون از تقیہ نہین بلکہ بخوشی اوس آئین کے مطابق مقدمہ دائر کرنا و انصاف چاہنا اور اونکے فیصلجات کو بخوشی اجراے کرنا اور اوس سے نفع یاب ہونا بیش از تقیہ متصور ہے حالانکہ اسوقت دار ہجرت موجود ہے اور اوسوقت کوئی دار ہجرت بھی موجود نتھا دوم مصلحت چون باظہار خدا و رسول اور یہی بعلم امامت ائمہ جناب امیر علیہ السلام کو معلوم تھا کہ ایک وقت وایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ جسمین مخالفان و دشمنان کو آپکے ایسا فروغ و غلبہ حاصل ہوگا کہ محبان و تابعان آپکے نام محبت و تبعیت سے آپکے واجب القتل تصور کیئے جاینگے تو اسصورت مین اگر آپ یہان بوجہ بخوفی و غلبہ اپنے تقیہ نفرماتے تو یہی سنت آپکے تابعان کو واسطے

بھی قائم و مستند ہو کر اون لوگون کو بھی کسی حال مین تقیہ جائز نہوتا تو اون لوگونکی
جان بری کی کوئی صورت قائم نہوتی اور سب کے سب سخت ہلاکت مین پڑتے
کیونکہ اونہین تو کوئی غالب علی کل غالب متصور نہین بلکہ قائم رہنا مذہب حقہ کا
دشوار ہوجاتا اسلیے ضرور تھا کہ جناب امیر علیہ السلام باوجود رہنے غالب علی کل غالب
کے بہ مصلحت قائم کرنے سنت تقیہ اور ظاہر کرنے تاویل کلام الٰہی کے تقیہ فرمائین
جسطرح آنحضرتؐ نے بنا بر قائم کرنے سنت ہجرت خفیہ کے پوشیدہ ہجرت فرمائی
ورنہ ظاہر ہے کہ جو ایک چٹکی خاک سے سبکو اندھا بنائے اوسکو علانیہ نکل آنا کیا
مشکل تھا۔ پس اگر بیعت تقیہ شایان امام نہین تو ہجرت خفیہ بھی شایان پیغمبر نہین
ہوسکتی اور اگر ہجرت خفیہ خلاف شان پیغمبر نہین تو بیعت تقیہ بھی خلاف شان
امام نہین ہوسکتی جیسے ہجرت خفیہ کفار سے روا ویسا ہی بیعت تقیہ منافقین سے جائز
کیونکہ بیعت منافقین نسبت ہجرت بطرف کفار اولی متصور ہے اس صورت مین ہر
اعتراض اہل سنت نسبت تقیہ جناب امیر علیہ السلام بیجا و ناروا متصور۔ + +

توہم سوم

اگر خلافت غصب ہوتی تو جناب امیر علیہ السلام خلفا کے ساتھ اکثر مشورہ مین
کیون شریک رہتے اور اکثر امور مین کیون اونکے معین و مددگار ہوتے اور وقت
محاصرۂ مکان خلیفۂ سوم کیون پانی وغیرہ پہونچانے سے اونکی اعانت کرتے۔
پس جواب ہرگاہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ مامور بامر اللہ تھے تو لوگون
کے قبول نکرنے سے موقوف ہو نہین سکتے اور نہ کسی کے خلیفہ بننے سے معطل
ہان اطاعت کرنے و نہ کرنے کا لوگون کو اختیار تھا پس اس حالت مین جہانتک

ممکن ہو سکے آپکو اپنا کام یعنی راہ خدا کو قائم و ظاہر رکھنا اور جہانتک امکان رہے رفع فتورات وصورت قیام دین مین کوشش و پیروی کرنا ضرور تھا اور ظاہر ہے کہ شراکت آپکی ایسی ہی کامون مین تھی نہ غیر انکی مثلاً بہ تردید و تصفیہ قضایاے خلافت و بجواب سوالات اہم سایلان و بہ تسکین طالبان ثبوت رسالت وغیرہم اور کار خلیفہ اصلا یہی ہے اسصورت مین آپ درحقیقت کار متعلقہ اپنا انجام دیتے تھے جسکے لیئے مامور تھے نہ اون لوگون کے شریک و معین رہتے تھے اور مدد کرنا خلیفہ سوم کے وقت محاصرہ ساتھ پہونچانے پانی وغیرہ کے بہ تقاضاے اخلاق حمیدہ تھا نہ بنظر محبت اور اخلاق ساتھ دوست و دشمن دونون کے ہو سکتا ہے چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہین کہ **مصرع** با دوستان تلطف با دشمنان مدارا + اور جیسے آنحضرت صلعم نے واسطے اولاد حاتم کے چادر مبارک اپنی بچھا دی حالانکہ وہ کافر تھے چنانچہ یہ رباعی اسی امر کی مصداق ہے **رباعی** شربت دیا قاتل کو سخی ایسے تھے + روشن ہی خدا پہ متقی جیسے تھے + جی چاہتا ہی پوچھتے پیغمبر سے یا رو تھین واللہ علیم کیسے تھے +

توہم چہارم

اگر خلافت اجماعی ناحق تھی اور جناب امیر علیہ السلام خلیفہ برحق و مامور خدا تھے تو حین شورۂ خلافتِ سوم کیون خلافت قبول نفرمائی اور بھی بعد خلیفہ سوم وقت رجوع اہل دین کیون اختیار خلافت سے انکار فرماتے تھے اور بغیر رضاے صحابہ کبار قبول و منظور نفرمائی۔ **پس جواب** واضح ہو کہ خلافت ماموری نہ کسی کے قائم کرنے سے قائم ہو سکتی ہے نہ کسی کے برطرف کرنے سے برطرف ہان نفاذ و نفع

خلافتِ ماموری بغیر حصول اجماع کے ممکن نہین سو وہ نفع خود مسلمانون کی ذات کے لیے
ہے نہ ذات خدا و خلیفہ کے لیے اس صورت مین کوئی انکار آپکا بحیثیت خلافت ماموریہ
کے نہ تھا بلکہ بحیثیت خلافت اجماعی مقرر کردۂ مسلمانان کے تھا کہ مسلمانان اسی
حیثیت پر آپکو خلیفہ بنانا چاہتے تھے نہ اعتقاد خلافتِ ماموری کیطرف رجوع کر کے
پس وجہ انکار اول معلوم ہے کہ وقتِ شورۂ خلافت سوم عبد الرحمان بن عوف
امیر شورہ نے آپ سے کہا کہ اگر حکم خدا و سنت رسول و سیرت شیخین پر قائم رہنے کا
اقرار کرو تو ہم شامل تمھارے بیعت کرتے ہین - آپ نے اختیار سیرت شیخین سے
انکار فرمایا نہ خلافت سے اگرچہ جواب جناب امیر علیہ السلام مین اہل سنت مختلف ہین
مگر سوال عبد الرحمان بن عوف مین کسیکو کلام نہین پس مدعاے اہل حق سوال ہی
سے ثابت ہے یعنی ظاہر ہے کہ اگر سیرت شیخین کے کل مطابق حکم خدا و سنت رسول کے
ہوتی - تو قید علحدہ کی ضرورت نہ تھی اور جب قید علحدہ بیشک کیا گیا تو اسی سے
ظاہر ہے کہ کل سیرت شیخین کے مطابق حکم خدا و سنت رسول کے نہ تھی اور خلاف حکم
خدا و سنت رسول بدعت ہے اور اختیار بدعت خلیفہ بر حق سے ممکن نہین اور نہ
تخلف قول و عہد لہذا بیشک انکار آپکا بوجہ اسی قید بیجا کے تھا نہ بوجہ دیگر وجوہ
ورنہ قبل شورۂ و بعد شورہ کسی وقت طلب و دعواے خلافت منصوصی آپ نے نہ چھوڑا
جیسا معائنہ تواریخ اہل سنت سے ظاہر ہوگا اور اگر یہی جواب جناب امیر علیہ السلام
کا فرض کر لیا جاسے کہ حتی الوسع انجام کرینگے جیسا اکثر اہل سنت کہتے ہین تو یہ جواب
کہ جسمین انجام کار او پر اعانت خدا کے رکھا گیا ہے کیا برا تھا کہ جسکے سبب عبد الرحمان
بن عوف نے (باوجود آگاہی از عصمت و صداقت و حقیت قول و فعل جناب امیر علیہ السلام

اونکو واسطے خلافت کے قبول نہین کیا وہذا سن الکفر پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اختیار سیرت شیخین سے انکار فرمایا کمالا یخفے اما وجہ انکار دوم - پس ظاہر ہے کہ خلافت ماموری کے لیے ضرور ہے کہ اطاعت حکم خلیفہ کے مثل اطاعت خدا و رسولؐ بغیر چون وچرا کے لازم کیجاے اور اعتقاد رکھا جاے کہ اوس سے خلاف حق صادر ہو نہین سکتا - مگر اوسوقت لوگ عادی خلافت اجماعی مقرر کردہ اپنے کے ہوگئے تھے خلیفہ کو مثل اپنے سمجھتے تھے اور جو بات خلیفہ کی اچھی معلوم ہوتی تھی اوسمین اطاعت کرتے تھے اور جو اچھی نہین معلوم ہوتی تھی اوسمین اطاعت ضرور نہ جانتے تھے بلکہ خلیفہ اونکی عقل ورا ے پر چلتے تھے اس سبب سے اوسوقت انجام ایسے کار اہم خلافت کا بقاعدہ حق وصواب دشوار متصور تھا لہذا آپ نے اول بنظر اختتام حجت و امتحان قلوب انکار فرمایا اور بعد رجوع ہونے اکابر صحابہ کے کہ صلاح و فساد دونون ایسون سے صورت پذیر ہوسکتا ہے - پس از ضد مسلمانان (جب بحث اوپر اوسکے آئی کہ سواے آپ کے کوئی لیاقت خلافت کی نہین رکھتا) قبول کیا - اگرچہ یہ خلافت بدرجۂ خلافت ماموری کے نہ تھی یعنے کل مسلمانون کا اعتقاد مثل اعتقاد لائق خلیفۂ مور کے نہ تھا - لیکن بوجہ مصالح کثیر قبول فرمائے گئے تھے کہ بعض اونمین سے یہ ہین - اوّل بذریعہ اس خلافت کے بیان کرنے عقائد مذہب حقہ و قائم کرنے راہ صواب کا موقع ملا اور ظاہر کرنے تفسیر وتاویل ضروری اکثر آیات قرانی کا محل حاصل ہوا - دوّم جو کچھ احادیث واخبار

فضائل جناب امیر علیہ السلام وائمہ طاہرین علیہم السلام کے بسبب برخلافی
مسلمانان مخفی رہ گئے تھے یا بہ خلاصگی بیان نہین ہوسے تھے بعد اس خلافت
کے بہ خلاصگی تمام بیان اور مشہور ہو گئے جسکے سبب مخالفین کو اوپر افعال
واقوال آپکے اونگلی رکھنے کی جگہ نرہے اور مومنین کو صورت ودلیل تفریق
راہ حق کی ہاتھ آئے سوم بسبب انحرافی معاویہ جسکے غزل [illegible] اکثر لوگ
معترض ہوتے ہین (بنیاد تفریق مذہب حق کی) جو اصل مقصود خدا [illegible]
قائم ہوگئی خصوص بعد حکم حکمین صلح معاویہ کے کہ اوسوقت علاوہ متابعان
معاویہ کے متابعان جناب امیر علیہ السلام مین تین فرقے ہوگئے بعضون نے
کہا کہ لاحکم الا للہ یعنی سوائے خدا کے کسی کا حکم نہین اور یہ فرقہ خارجی
کہلایا اور یہ فرقہ دونون کو برا کہتا و سمجھتا تھا چنانچہ جناب امیر علیہ السلام نے
ساتھ اس فرقے کے جنگ کی اور بعضون نے حکم حکمین پر [illegible]
ہمنے ان دونون مرد کے کام کو خدا کے سپرد کیا اور یہ فرقہ مرجئیہ [illegible]
جو لوگ جانتے تھے کہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ مامور بامر اللہ ہین نہ کسی
مقرر کرنے سے مقرر اور نہ کسی کے برطرف کرنے سے برطرف ہو سکتے ہین انھون
نے کہا کہ حکمین نسبت تجویز خلافت اجماعی مقرر کردہ مسلمانان کے مقرر ہوئے
نہ نسبت تجویز خلافت منصوصی و ماموری خدا کے پس اگر خلافت اجماعی [illegible]
مسلمانان بموجب حکم حکمین جناب امیر علیہ السلام کو نہین رہی تو خلافت منصوصی
و ماموری خدا کہین جا نہین سکتی ہے۔ لہذا ہر حال مین سوائے جناب امیر
علیہ السلام کے دوسرے کو خلیفہ جاننا روا نہین اور یہی فرقہ شیعہ علی کہلایا

اور بعد ازان ساتھ جناب امیر علیہ السلام کے رہا چہارم مسلمانون سے جو حدیث اجماع کو حسب مطلب اپنے نسبت اجماع خلافت کے تاویل کر کے تمسک کیا تھا وہ اجماع اس خلافت مین بوجہ اجماع معاویہ غلط ہو کر اہل حق کو نسبت تردید خلافت اجماعی کے دلیل مستحکم ہاتھ آئی۔ پنجم اس خلافت سے وہ قول بے ثبوت اکثر اہل خلاف کا کہ خلافت باطنی و خلافت ظاہری دو چیز علیحدہ علیحدہ ہین اور دو جگہ ہونی چاہئین اور جناب امیر علیہ السلام نے خلافت ظاہری کو بسبب رہنے کار ذلیل وادنے و متعلقہ خواہشات دنیا و ناقابل الاختیار خاصان کے خود ترک فرمایا۔ رد ہو گیا کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو جناب امیر علیہ السلام باین جلالت مرتبت ورکھتے صداقت و عصمت اور دینے تین طلاق دنیا کو۔ اسوقت بھی خلافت ظاہری ناقابل الاختیار کو ہرگز اختیار نفرماتے اور جب اختیار فرمایا تو اسی سے ثابت ہو گیا کہ خلافت باطنی و ظاہری دو شئے متضاد نہین اور نہ خلافت ظاہری کار دنیا و ذلیل ہے اور نہ خلاف شان صاحبان باطن و خاصان الٰہی کے ہے اور نہ جناب امیر علیہ السلام نے کسی وقت مین خود ترک فرمایا مگر بعضیان اہل دین جیسا ہر وقت دعوی کرنا جناب امیر علیہ السلام کا نسبت خلافت ظاہری اپنے خود کتب اہل سنت سے ثابت ہے غرض کہ مقصود خدا کسی حال مین فوت نہین ہو سکتا مگر ہم حیران ہین ایمان و انصاف پر اہل خلاف کے کہ یہان تو دنیا کو جناب امیر علیہ السلام سے اسقدر علیحدہ کرتے ہین کہ خلافت ظاہری کو بھی (جو اصلی از اصول و باعث درستی و سلامتی دین ہے) واسطے اونکے گوارا نہین کرتے اور وہان جنگ جناب امیر علیہ السلام و عائشہ وغیرہ مین

جناب وعبداللہ دنیاوی و امور دنیاوی کو باہم جناب امیر علیہ السلام و عائشہ وغیرہ کے روا رکھتے ہین جیسا مولوی عبد العزیز دہلوی نے اپنے تحفہ اثنا عشریہ مین لکھا ہے اور بھی جس کام کو کار دنیا و ذلیل کہتے ہین اوسی کے اختیار کرنے والون کو صاحب دین و جلیل سمجھتے ہین کہ یہ خبط و اختلال ہے یا تعصب وعناد کما لا یخفی بلکہ شایان ایمان و انصاف کے یہ سمجھنا ہے کہ ہرگاہ عصمت و صداقت و حقیت جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ بسیاری آیات و احادیث صحیحہ متفقہ کے ثابت ہے تو ہر قول و فعل جناب امیر علیہ السلام کا مثل قول و فعل خدا و رسول صلعم کے مستند و صحیح و صادق و فعل دین ہے اور جو شخص اوسسے مقابلہ کرے یا اونکے قول و فعل کو رد کرے وہ بیشک برسر ناحق و باطل ہے۔ ششم اس خلافت مین بوجہ جنگ جمل و صفین و نہروان (جسمین اکثر اصحاب جلیل القدر جنگ کرنے مین ساتھ عالم و صادق و معصوم یعنے جناب امیر علیہ السلام کے اور جسکی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جسنے جنگ کی علی سے اوسنے مجھسے جنگ کی اور جسنے عداوت کی علی سے اوسنے مجھسے عداوت کی اور جنگ و عداوت علی کی عین کفر و نفاق ہے اور مین جنگ کرنے والا ہون اوس سے جو علی سے جنگ کرے) شریک تھے) بدی و نفاق دلی و حسب ہوا و ہوس دنیاوی بسیارے اصحاب رسول صلعم تا جو نیک و متبرک سمجھے جا سکتے تھے اور اہل خلاف کے یہان سمجھے جاتے ہین مثل بدی اصحاب حضرت موسیٰ و دیگر انسان کے بخوبی و یقینی طور پر ثابت ہوگیا اور کسی کے قول یا فعل کا اعتماد باقی نہین رہا مگر جسکی نیکبختی از روی قول خدا و رسول صلعم یا بتصدیق معصوم ثابت ہو۔ ہفتم اس خلافت کے

قائم ہونے سے رد و جھوٹھی ہوگئے وہ حدیث جیساکہ روایت کیا خلیفہ اول نے وقت نزاع خلافت کے کہ فرمایا ہے آنحضرت صلعم نے کہ رسالت و امامت دونون ایک خاندان مین جمع نہوگی اور گواہی دی اوسکی نسبت خلیفہ دوم و ابو عبیدہ جراح وغیرہ چار شخصون نے اور جھوٹے اور دروغگو ثابت ہوگئے یہ پانچون اشخاص بہ سبب جھوٹ روایت کرنے اس حدیث کے۔ و باللہ التوفیق۔

توہم پنجم

اگر خلافت ائمہ معصومین علیہم السلام کی منصوص و ماموری خدا تھی تو حضرت امام حسن علیہ السلام ہنے باوجود قائم رہنے اوپر تخت خلافت کے کیون خلع خلافت کرکے معاویہ سے (جو باعتقاد شیعیان فاسق و فاجر بلکہ کافر تھا) صلح فرمائی۔

پس جواب۔ واضح ہو کہ اول وجہ شرعی معلوم ہے کہ بعد جناب امیر علیہ السلام کے جسوقت لوگون نے شامل حضرت امام حسن علیہ السلام کے بیعت کی تو اکثر لوگون نے کہا کہ بیعت کرتا ہون مین اوپر متابعت احکام قرآن اور جہاد با معاویہ کے جسکے جواب مین آپ نے فرمایا کہ اگر جہاد ساتھ معاویہ کی مطابق حکم قرآن کے نہین ہے تو جائز نہین اور اگر مطابق حکم قرآن کے ہے تو قید علیحدہ کی حاجت نہین اس سے معلوم ہوا کہ اعتقاد اون سب کا ساتھ آپ کے مثل اعتقاد لائق خلیفۂ مامور کے نہ تھا۔ کیونکہ خلیفۂ مامور سے کوئی قید جائز نہین بلکہ وہ اکثر لوگ بنظر جنگ و جہاد بطمع ملک و مال شریک ہوے تھے او خدا و خلیفہ برحق کو اونھین لوگون سے کام ہے جو بے لوث دنیا راہ حق اختیار کرین اور عہد جناب امیر علیہ السلام مین بخوبی تفریق اعتقاد حق و مذہب

حقہ کے ہو چکی تھی اسلیے آپ نے بنظر امتحان وتفریق مومنین اصلی کلمہ خلاف مقصود
اونکے ظاہر کیا یعنے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ معاویہ سے صلح کرون تاکہ جو لوگ
اعتقاد نسبت خلافت ماموری کے رکھتے نہونگے وہ علحدہ ہو جاوینگے چنانچہ اس
امتحان پر بہت لوگ خلاف ہو کر معاذ اللہ آپکو بُرا کہنے لگے اور اوپر قتل آپکے
مستعد ہوگئے بلکہ پاے مبارک پر زخم پہونچایا اور لباط مبارک چھین کر لے
گئے اور قدرسے قلیل صحیح الاعتقاد جو باقی رہ گئے اونکو بمقابلہ معاویہ قوت
نہ تھی جو جہاد واجب ہوتا اور جب جہاد واجب نہین رہا تو صلح ضرور وشرعًا
جائز چنانچہ باین وجہ ونیز بنظر چند مصلحت دیگر کے جو بعد ازین ظاہر کیجاینگی
انشاء اللہ تعالے۔ آپ نے معاویہ سے صلح کر کے خلافتِ اجماعی مقرر کردہ
مسلمانان کو خلع فرمایا نہ خلافت ماموری خدا کو کہ وہ ہرگز خلع ہو نہین سکتی اور اگر
قیود جہاد موجود بھی سمجھے جائین تو بھی حسب مصلحتِ وقت صلح کرنے مین کوئی
مضائقہ متصور نہین کیونکہ ہرگاہ آنحضرت صلعم نے باوجود موجود رہنے شرائط جہاد کے
حدیبیہ مین بہ مصلحت وقت کفار سے صلح مغلوبانہ کر لی تو فاسق ومنافق سے کہ ظاہرا
اپنے کو دین اسلام مین ظاہر کرتا تھا صلح غالبانہ کرنے مین کیا مضائقہ تصور
ہو سکتا ہے تو اس صورت مین اس صلح کو ترک جہاد کہنا چاہیے نہ خلع خلافت
پس یہ صلح ہر طرح افضل وبہتر متصور ہے صلح حدیبیہ سے باین وجہ کسی طرح
خلاف شرع تصور ہو نہین سکتی اور نہ اس رو سے معاویہ نیک سمجھا جا سکتا ہے
اور نہ خلافت ماموری مین آپ کے کوئی نقصان لاحق ہو سکتا ہے۔ **دوم**
مصلحت۔ پس پہلے ظاہر ہے کہ مذہب حق قریب بعہد خلافت جناب امیر علیہ السلام

کے تفریق ہوا تھا اور جو لوگ اس مذہب پر راسخ الاعتقاد تھے وہ بہت قلیل
پس اوسوقت اون لوگون کو جہاد مین ضائع کرنا کسی طرح قرین مصلحت و مناسب
نہ تھا۔ کیونکہ اونکے قائم رہنے مین اشتہار اعتقاد حق کا اور ترقی مذہب حقہ
کی متصور تھی اور اونکے ضائع ہوجانے مین بالکلیہ ضائع ہوجانا مذہب حق کا
اور بھی ضائع ہوجانا اون کل اقوال جناب امیر علیہ السلام کا جو بتائید مذہب
حق اونسے ظاہر کئے گئے تھے اور بھی ضائع ہوجانا اون کل فضائل جناب امیر وائمہ
علیہم السلام کا جو بعہد خلافت جناب امیر علیہ السلام اونکے روبرو بخلاصگی بیان
و روایت ہوے تھے اور بھی ضایع ہوجانا اون کل کرامات و معجزات جناب
امیر علیہ السلام کا جو اونکے روبرو ظاہر ہوئے تھے اور بھی ضائع ہوجانا
اون کل مسائل شرعیہ تاویلیہ وغیر تاویلیہ و دیگر اقوال جناب امیر علیہ السلام کا جو اونسے
یا اونکے روبرو بیان فرمائے گئے تھے متصور تھا دوسرے وہ صحیح الاعتقاد لوگ
خلاف اعتقادون و سست اعتقادون مین مخلوط تھے اور بغیر تفریق کر لینے کے
اوس زمانہ شر و فساد و واجب التقیہ مین علانیہ استحکام کیا جانا اونکے
اعتقادون کا مناسب و ممکن نتھا۔ اسلیے ضرور ہوا کہ جہاد موقوف رکھا
جاسے تا معتقدین اعتقاد حق بخوبی تفریق ہوجائین کیونکہ اس حالت
میں بسبب نہین رہنے کوئی علت نفاق کے اس طرف وہی لوگ رجوع لائینگے
جنکو سواے عقبیٰ کے دوسری غرض نہوگی ۔ پس اونسے بیان احکام و وجوہ
حقیت مذہب حق مین کوئی مضائقہ تصور نہوکر بخوبی و بفراغت تمام صورت
استحکام و ترقی و قیام اس مذہب حق قریب الانعقاد کی (جس سے اصل مقصود

خدا ہے) پیدا کی جائیگی جیسا کہ کیے گئے۔

توہم ششم

اگر تقیہ درست و جائز ہے اور جناب امیر علیہ السلام نے مجبوری باعث نہین حاصل رہنے قوت کے بیعت کی۔ توحضرت امام حسین علیہ السلام نے باوجود عدم حصول قوت کے کیون بیعت یزید قبول نکر کے سفت جان دی اور تقیہ لغو فرمایا۔ اگر بسبب فسق و فجور علانیہ یزید کے تھا تو اس صورت مین بیعت جناب امیر علیہ السلام ساتھ خلفا راجماعی غیر فاسق و فاجر لینے خلفاء ثلاثہ کے جائز تو خلافت اونکی نا جائز متصور ہو نہین سکتی۔

الجواب

پس اول وجہ شرعی ظاہر ہے کہ بیعت بہ تقیہ بحالت مجبوری و عدم موجودگی شرائط جہاد کے جائز ہے اور بحالت غیر مجبوری و قبل مجبوری و موجودگی شرائط جہاد کے انکار ضرور۔ لہذا جب حضرت امام حسین علیہ السلام سے ابتداً بخواہش بیعت کی گئی انکار فرمایا اور جب دار الحکومت مدینہ مین بنظر حاصل کرنے بیعت کے طلب فرمائے گئے تو چالیس آدمی اپنے اقران سے کہ اوسوقت آپکے ساتھ تھے اپنے شامل لیکر گئے۔ تا بحالت جبر و زور جہاد جائز ہو اور بعد ازان اسی خیال سے کہ شاید مجبور کیے جائین مدینہ منورہ کو چھوڑ کر مکہ معظمہ مین چلے گئے۔ لیکن وہان کوفیون نے بہ اظہار اعتقاد و محبت راسخ و بوعدۂ مدد و اعانت مستحکم آپکو طلب کرنا اور جہاد

آمادہ کرنا شروع کیا۔ مگر چونکہ بدعہدی و بداعتقادی اونکے ساتھ جناب امیر
علیہ السلام کے وہی ساتھ حضرت امام حسن علیہ السلام کے ظاہر و ثابت
ہو چکی تھی۔ جو حجت قوی تھی اوپر عدم اعتبار اونکے اس سبب سے آپ
برابر انکار فرماتے رہے یہانتک کہ دوازدہ ہزار خطوط اونکے جمع ہو گئے
اور الحاح وزاری اونکی حد کو پہونچی۔ تو بنظر اسکے کہ حجت اونکی حجت خدا پر
غالب ہوئی جاتی تھی آپکو ضرور ہوا کہ قصد جہاد فرمائین اسپر بھی آپ نے
احتیاطاً حضرت مسلم کو روانہ فرمایا۔ کہ لوگون سے بیعت لیکر تعداد و اعتقاد و
اونکے آگاہ کرین تا حال قوت و ضعف کا یقیناً دریافت مین آوے چنانچہ حضرت مسلم نے
جاکر لکھا کہ تیس ہزار یا چالیس ہزار آدمی آمادۂ جہاد بیعت مین آئی اوسوقت آپ آمادۂ جہاد
ہوکر اوسطرف روانہ ہوے۔ اور علاوہ اسکے آپکے شامل بھی بہت مجاہد
موافقت مین تھے۔ لیکن اثنائے راہ مین حال دغا بازی کوفیان آپکو معلوم ہوا
اوسوقت چونکہ قلباً آمادۂ جہاد ہو چکے تھے۔ اسلئے بموجب سنت حدیث
جنگ احد کے کہ نہین کھولتے پیغمبران کمر جہاد پر باندھکر فسخ ارادۂ جہاد
کر نہ سکے اور پھر بھی واپس آنے کی فرصت آپکو دی نہ گئی چنانچہ آپ فرماتے
تھے کہ یا مجھے واپس جانے دو یا یزید کے پاس لیچلو۔ لیکن ان دو باتون
مین سے کوئی بات قبول نہ کی گئی۔ تو چونکہ ہمراہیان سے آپ کے۔
(باوجود روگردان ہو جانے بہت آدمیون کے باستماع حال دغابازی
کوفیان اور دریافت خبر شہادت کے) تو بھی چالیس آدمی سے زیادہ
یعنی بہتتر آدمی آمادۂ جہاد و مشتاق شہادت آپ کے شامل رہ گئے۔

اور علاوہ اسکے خود از قرآن سے آپ کے چالیس آدمی آپکے شامل موجود تھے
کہ جسکے سبب شرائط جہاد بدرجہ اخیر موجود و غیر زائل متصور۔ لہذا آپکو انکار بیعت
وجہاد شرعاً ضرور ہوا۔ پس اس بیان سے ظاہر ہے کہ جناب امام حسین
علیہ السلام نے صرف بہ سبب فسق و فجور علانیہ یزید کے انکار بیعت و
جہاد نہین کیا ورنہ اس صورت مین کل بادشاہان اسلام کے ساتھ
کہ کوئی خالی از معصیت نہ نکلیگا جہاد جائز ہو جاے اور مسئلہ جہاد مین
قید کفار و دار الحرب وغیرہ کی باقی نرہے بلکہ بسبب ہونے خلافت یزید ناحق
وموجود رہنے شرائط جہاد کے باعث عدم جواز تقیہ بنظر قائم کرنے اصول
دین کے انکار بیعت وجہاد فرمایا۔ اسلیئے ظاہر ہے کہ یہ ہلاکت داخل ہلاکت
متصور ہو نہین سکتی۔ کیونکہ ہلاکت وہی ہے جو خلاف حکم خدا وغیر نفع عقبے
جان دی جاے یعنی خلاف جہاد و وہم مصلحت۔ پس واضح ہو کہ چونکہ
افعال آل عبا محتوی کی گئی تھی اوپر مصالح کثیر و قیام دین و تفریق مومنین
و منافقین و دریافت و تصفیۂ راہ حق و یقین کے صرف اسی وجہ سے فضائل
کثیر اسکے از روے آیات متواتر و احادیث متکاثر ظاہر کی گئی اور اظہار
صداقت و عصمت مین انکے بحدے مبالغہ کیا گیا۔ جیسا کل فرقہاے موجودہ
اسپر اجماع رکھتے ہین کسی کو جاے کلام نہین تا ہر قول و فعل انکا مثل
حکم خدا و رسول مستند یقینی ہو کر کسیکو از موافق و مخالف کسی قول و فعل پر
انکے اونگلی رکھنے کی جگہ نہ ملی اور انکار انکے قول و فعل کا گویا انکار آیات خدا
و احادیث رسولؐ تصور ہو کر انکار خدا و رسول پر دال ہو۔ تا بذریعہ جسکے راہ حق

بجوبی قائم وظاہر رصاف ہوکرمحبت خدا صاف صاف بطریق قابل یقین ہرکس وناکس پر تا بقیاست قائم رہی اور آہل ایمان ویقین کو کسی طرح کی مشکل وروقت دریافت وتفریق راہ حق وصواب مین جسطرح کہ یقین کے لیئے کافی ہو پیش نہ آوے چنانچہ اسی سبب سے محبت انکی عین ایمان- اور عداوت انکی عین کفر ونفاق قرار دی گئی اور چونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام خامس وآخر آل عبا تھے لہذا آپکے افعال پر راہ حق کی تفریق وصاف ہونیکا خاتمہ کیا گیا- یعنے راہ حق ویقین اون کل خس وخاشاک شبہات سے جو بسبب افعال واقوال خلافت اہل اسلام کے جو اصحاب رسولؐ ومشترک تعبیر کیئے جاتے تھے لاحق ہو گئے تھے اور اون تمامی گرد وغبار شکوک ست جو بوجہہ تقیہ وصلح ضروری ومصلحت دو امام یعنی جناب امیر وامام حسن علیہم السلام کے ناشی ہو گئے تھے- بجوبی صاف ومنجلی کر دیے گئے- پس جسقدر مصلحتین آپکی شہادت مین رکھی گئی ہین دریافت کرنا اونکا وسعت انسانی سے باہر ہے مگر جو ظاہر واس مقام پر ضروری الاظہار ہین بیان کیجاتی ہین —— واضح ہو کہ چونکہ اکثر واقعات ضروری دین اسلام کے جو بعد رسولؐ صلعم باہم جناب امیر علیہ السلام وخلفاء اہل خلاف کے پیش آئی تھی مثل اصرار جناب امیر علیہ السلام کے بدعوائے خلافت منصوصی اپنے اور انکار بیعت وتبعیت خلفاء اجماعی کے وظلم وجور وجبر وزور وبغض وعداوت اکثر اہل دین کے نسبت خاندان رسالت وجناب امیر علیہ السلام وغیرہ کے- بسبب واقف رہنے صرف بعض خاص اہل دین کے اور

انھین اشتہار ہونے بخاص و عام خلائق کے اکثر اخفار وانکار اونکا کیا گیا اور
تا حال (با وجود وارد رہنے روایات متعدد و متکثر کے) بذریعۂ توہمات باطل
و شکوکات لاطائل کے اخفار وانکار اونکا کیا جاتا ہے جسکے سبب سے طالبان
راہ حق و صواب کو دریافت و تفریق کرنے مین راہ اصلی دین کی البتہ شبہہ
پیش آسکتا ہے اور عوام خلائق کے لئے اختتام حجت خدا مین رخنہ پڑسکتا ہے
باین وجہ یہ واقعہ یعنے واقعۂ کربلا بسبب کثرت اشتہار بخاص و عام خلائق
و مزید تواتر ہر مخالف و موافق کے ایسا یقینی رکھا گیا کہ کوئی واقعہ دین اسلام
مین اس سے زیادہ متواتر و مشتہر و یقینی نہین اور کسیکو از موافقین و
مخالفین نسبت اس واقعہ کے مجال انکار و اخفار و نکتہ چینی نہین تا کہ جو
دعوی اہل ایمان و یقین کا بذریعۂ اس واقعۂ بدیہی و یقینی تر کے ثابت
اور جو توہمات اہل خلاف کے بذریعۂ اس واقعہ ثابت تر کے رد کیجا ئین
کل حتمی و یقینی ہون اور کوئی شک و شبہہ اونکی ثبوت یا انکی تردید مین
باقی نہ رہکر راہ حق و یقین واسطے عام خلائق کے بخوبی قائم و ثابت ہو جاے
اور جو خلاف کرے حجت اوسپر ختم ہو کر جرم و عصیان اوسکا بلا عذر ثابت
ہو سکے۔ چنانچہ اسی سبب سے اول اشتہار اس واقعہ کا زبان معجز بیان
پیغمبر صلعم سے کروایا گیا۔ اور باوجود ثابت رہنے عصمت و صداقت امام حسین
علیہ السلام کے بآیات متعدد و احادیث متکثر علحدہ کرکے نسبت خاص اس
واقعہ کے حقیت امام حسین علیہ السلام کے۔ اور بدی اونکے قاتلین کی ــ
بخوبی و بتشریح و بسیط بتمام و بنام و نشان ظاہر کروائی گئی تا کسیکو حقیت مین

جناب امام حسین علیہ السلام کے اور بدی مین اونکے قاتلین کے جگہہ کلام کرنے
کی باقی نرہے اور اسی سبب سے اصرار جناب امام حسین علیہ السلام کا نسبت
خلافت یا امارت منصوصی اپنے اور انکار اونکا خلافت یا امارت اجماعی یزید سے
تا بدرجۂ شہادتِ مظلومانہ کے پہونچایا گیا تاکہ اب کسیکو کوئی پہلو اس اصرار
و انکار کے اخفار یا انکار کے لیئے مل نہ سکے اور اسی سبب سے تشہیر ہونا ماموران
ثبوت کا شہر بشہر اور لیجانا اونکا دربارِ عام یزید مین بہ آن بیخوفی و بیباکی
قبول و گوارا کیا گیا تاکہ یہ واقعۂ عظیمہ باعث رہنے ایک عجائب و غرائب فعل
کے ہر خاص و عام خلائق و ہر اہل دین و ملت اور ہر ملک و دیار مین مشتہر
ہوکر کسی کو مجال اخفار و انکار کی اس واقعہ عظیمہ کی (جو موثر ہے اوپر اثبات
و ترویدِ یقینیٔ اکثر دعواے حق و توہمات باطل اہل خلاف کے) باقی نرہے اور
وجود پر اس واقعہ کے کل اہل دین کا اجماع ہو جاوے۔ تاکہ جو دلیل بنیاد
پر اس واقعہ یقینی کے قائم کیجاوے دلیلِ اجماعی و یقینی تصور ہو۔ اب چند
دعوے اور چند توہمات جو بذریعہ اس واقعہ یقینی تر کے ثابت و رد ہوسکتے ہیں
لکھے جاتے ہین۔ **اول** یہانتک پہونچکر دلیلِ اجماع (کہ جسپر اہل سنت کو
بڑے تمسک تھا وہی) بالکل رد و غلط ہوگئے۔ کیونکہ حضرت امام حسین
علیہ السلام پر کسی طرحکا اجماع واقع نہوا نہ اہل حل و عقد و نہ غیر اہل حل
و عقد کا بخلاف یزید کے کہ اوسپر اہل حل و عقد و غیر اہل حل و عقد کل جمع تھے
اس صورت مین یا فعل جناب امام حسین علیہ السلام کا ناجائز یا تمسک
اجماع غلط مگر فعل امام بوجہ ثبوت صداقت و عصمت و حقیت اونکے از روے

بسیاری آیات واحادیث صحیحہ متفقہ متواترہ بالاجماع ناجائز تصور ہو نہیں سکتا
لہذا تمسک اجماع بالکلیہ ناجائز وغلط وغیر صحیح دوم یہانتک ہوچکا وہ دلیل
جو نسبت جواز قتال جناب امیر علیہ السلام ساتھ معاویہ کے (بوجہ غلط ہوجانے
دلیل اجماع کے بسبب اجماع مفرط اہل دین بخلافت معاویہ) بذریعہ اس
حدیث ساختہ کے درست کی گئی تھی کہ اذا اختلفا بین فاقتلوا الاخر منہما
یعنی جب بیعت کیجائے ساتھ دو خلیفہ کے تو قتل کرو آخر کو اونمیں سے جیسا
کہ صاحب مناقب تقویہ نے لکھا ہے بالکل رد ہوگئے کیونکہ حضرت امام حسین
علیہ السلام بھی مثل معاویہ صاحب بیعت آخر تھے تو اس حدیث کے روسے
معاذ اللہ واجب القتل وبرسیہ ناحق ہوئے اور قاتلین اونکے برسر حق
حالانکہ از روے بسیاری آیات واحادیث متفق حقیقت آپکی اور کفر قاتلین
کا آپکے ثابت ہے۔ لہذا حدیث ودلیل مذکور بالکل غلط متصور اور جب
حدیث ودلیل غلط ہوگئی تو تردید اجماع بسبب عدم اجماع بخلافت جناب
امیر علیہ السلام جیسا کہ بحث ما قبل مین ظاہر ہوا صحیح وثابت۔ سوم یہانتک
ہوچکا کہ بالکلیہ غلط ہوگیا۔ وہ بیان خلاف عقل بعض اہل خلاف کا اوجہ
بوجہ ظہور افعال نادرست ومخرب دین از خلفاء مابعد یعنے مروانیہ وعباسیہ
کہ بموجب اصول اونکے خلیفہ یا امیر ہوتے گئے تھے۔ بالغرض قائم رکھنے اصول
خلافت ناحق کے کہا جاتا ہے کہ خلافت تا خلع خلافت حضرت امام حسن علیہ السلام
ختم ہوگئی بالکلیہ غلط ہوگیا اور بھی رفع ہوگئی وہ کل شبہات جو بسبب خلع خلافت
وصلح معلقتاً حضرت امام حسن علیہ السلام کے ناشی ہوسکتی تھی کیونکہ اگر خلافت

ختم ہو جاتی اور آگے نہو تی تو حضرت امام حسین علیہ السلام جنکی عصمت وصداقت وحقیت باتفاق ثابت ہے لبطور ناجائز بدعوی خلافت و امامت اپنے و بہ تردید خلافت یا امارت اجماعی یزید باین اصرار ہرگز جہاد نفرماتے۔ پس اس روسے ظاہر ہے کہ بسبب صلح حضرت امام حسن علیہ السلام کے نقص اصول ناقصۂ اہل خلافت دور نہین ہو سکتا اور بیشک ثابت ہوتا ہے کہ صلح حضرت امام حسن علیہ السلام کی مثل صلح حدیبیہ مجبوراً بہ مصلحت وقت واقع ہوئی تھی۔ نہ بخلع خلافت جیسا رد توہم ماقبل مین ظاہر ہوچکا اور بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو حدیث سوثر اختتام خلافت ظاہر کیجاتی ہے وہ بے شک غلط اور ساختہ ہے۔ بلکہ وہ حدیث صحیح ہے کہ نہین زوال پکڑے گا یہ دین روز قیامت تک جبتک رئیس انکے بارہ خلیفہ ہون قبلۂ قریش سے چہارم پہنا تک پہونچکر بخوبی ظاہر وعیان ہوگیا نفاق دلی و افراط ہوا و ہوس دنیا و کل اہل اسلام کا اور بغض اونکا ساتھ خاندان نبوت کے بسبب ظہور انتہاے ظلم وجور کربلا کے کیونکہ ظاہر ہے کہ کوئی رسم دنیا مین ایکبارگی بافراط قائم نہین ہوتی بلکہ رفتہ رفتہ بڑھتی ہے۔ پس یہ ظلم مفرط و زائد از حد و شمار تاان بیخوفی و بیباکی اوپر محبوب ترین رسول و عزیز ترین خدا کے بنیاد اول کو بخوبی ثابت کرتا ہے جیسا شیخ سعدی فرماتے ہین۔ کہ بنیاد ظلم درجہان اندک بود ہر کہ آمد بران مزید کرد۔ تا باین درجہ رسید اور بھی رفع ہوگیا وہ کل شبہہ جو کہا جاتا ہے کہ اصحاب رسول صلعم بد نہین ہو سکتے کیونکہ اس قتال مین اکثر صحابہ و اولاد صحابہ کے جنہون نے

عہد آنحضرت صلعم کا دیکھا تھا اور صحبت آپکی اوٹھائی تھی شامل تھے۔ تو
ظاہر ہے کہ جس طرح یہ لوگ برے ہوگئے اوسیطرح اور لوگون کا بھی برا
ہوجانا امکان ہے۔ عجب نہین اور اس سبب سے کسی اہل اسلام کا اعتماد
و اعتبار باقی نہین رہا۔ مگر جنکا اعتبار از روے قول خدا و رسولؐ ثابت ہو
پنجم یہانتک پہونچکر بخوبی ثابت ہوگئی۔ خصوصیت خلافت و امامت
کی خاندان نبوت مین۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ فوج یزید مین ہجوم کثیر تھا۔ اور
آپ کے جانب موجودگی شرط جہاد بدرجۂ اخیر۔ یعنی صرف بہتر آدمی تھے
جسمین کسی طرح امید فتح وجان بری کی ثابت نہین ہوسکتی اور راہ نجات
کی یہ بیعت یزید کشادہ تھی۔ پس باوجود اسکے باین امر عظیم جہاد فرمایا
کہ با وصف اون سب ظلم ہاے کثیر کے جو معلوم و مشہور ہین معہ کل انصار
و اقربا کے بدرجۂ شہادت کے پہونچے اور ہتک ناموس طاہرہ کا گوارا کیا۔
لیکن بیعت یزید کو قبول نہین فرمایا اور اپنے دعوے سے روگردان نہین
ہوے۔ اس سبب سے کوئی شبہہ لوث دنیا کا اس جہاد مین باقی نہین ہے
نہ نزدیک اہل دین کے و نہ نزدیک غیر اہل دین کے۔ اور بخوبی ثابت ہوتا ہے
کہ یہ جہاد سواے خوشنودی خدا و اثبات حق کے دوسرے امر کے لئے
نہین کیا گیا۔ کیسلیے کہ کوئی شخص ایسی ناامیدی کے حالت مین سبیل و طریقہ
نجات کو چھوڑکر اسقدر جانہاے عزیز تلف نہین کرسکتا مگر واسطے کسی
کام ضروری دین کے۔ کہ وہ بجز اثبات حق خلافت خاندان نبوت کے
دوسرا مفید و معقول نہین ہوسکتا۔ بلکہ اس مقام پر غور کرنے سے علاوہ

حق خلافت حقیت اس دین کے بھی بخوبی ثابت ہوئی جاتی ہے۔ اور بھی اس
قتال سے بخوبی ثابت ہوگیا وہ قول جناب امیر علیہ السلام کا۔ جو فرماتے تھے
کہ اگر چالیس آدمی بھی مجھپر جمع ہوتے تو مین جہاد کرتا۔ ششم یہانتک
ہیونچکر بالکل ناقص ہوگیا اصول خلافت ہاے ناحق کا لیعنے اصول اجماع
بسبب انتہاے بدیِ یزید کے جو بموجب اوسی اصول اجماع کے خلیفہ یا امیر
بنایا گیا تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر یہ اصول محکومہ یا مقررہ یا مقصودہ یا
پسندیدۂ خدا و رسولؐ ہوتا۔ تو اس اصول کے روسے ایسا بدشخص ہرگز
خلیفہ یا امیر نہو سکتا اور جب ایسا بدشخص اس اصول کے روسے خلیفہ یا امیر
ہوا تو اسی سے ثابت ہے کہ یہ اصول ہرگز محکومہ یا مقررہ یا مقصودہ یا پسندیدۂ
خدا و رسول صلعم نہین ہفتم یہانتک پہونچکر بخوبی صاف و ظاہر ہوگئی
راہِ حق واسطے اہل حق و یقین کے اور بخوبی قائم ہوگیا مذہب حقہ اور
اور نہین باقی رہا کوئی شک و شبہہ اور رد و نظری ہوگئین کل بحثین اور
کل دلیلین اثباتِ خلافت ہاے ناحق کے کیونکہ خلافت کی دو ہی صورتین
باجماع اہل اسلام ثابت ہین۔ اجماعی و منصوصی۔ اور ظاہر ہے کہ جناب
امام حسین علیہ السلام کو حسب اصولِ اہل خلاف کے خلافت یا امارت اجماعی
کسی طرح حاصل نہ تھی بلکہ وہ خلافت یا امارت یزید کو بدرجۂ اتم و اکمل حاصل
تھی اس صورت مین اگر صرف خلافتِ اجماعی کو حق تصور کیا جاسے تو دعواے
خلافت یا امامت یا امارت اور بھی جہاد امام حسین علیہ السلام کا بمقابلۂ یزید
کسی طرح حق و جائز قرار نہین پا سکتا۔ حالانکہ حقیت و عصمت امام حسین

علیہ السلام کے باتفاق ثابت ہے لہذا ضرور ہے کہ امام حسین علیہ السلام سے
بدعوائے خلافت یا امارت یا امامت منصوصی جہاد فرمایا ہو اور چونکہ خلافت
یا امارت منصوصی کا درمیان مین قائم ہونا بعد خلافتہائے اجماعی کے بسبب
انقطاع وحی الٰہی ممکن نہین۔ اسلیئے ضرور ہے کہ خلافت یا امارت منصوصے
ابتدا سے قائم ہوا ور جب خلافت یا امارت منصوصی ابتدا سے قائم ہوئی تو
خلافت یا امارت منصوصی جناب امیر علیہ السلام کے کہ جسکا آپ برابر مطالبہ
اور دعوے فرماتے رہے بخوبی ثابت اور خلافت ہاے اجماعی جنکا کوئی ثبوت
یقینی نہین ملتا ہے بے شک ناحق و باطل اور یہی ظاہر ہے کہ اگر اصول
اجماع و خلافت اجماعی حق و درست ہوتی اور جناب امیر علیہ السلام
بخوشی تبعیت اوس خلافت کے اختیار کیئے ہوتے تو جناب امام حسین
علیہ السلام باوجود رکھنے عصمت وصداقت کے خلاف اصول مقررہ الٰہی
و خلاف فعل مستند جناب امیر علیہ السلام کے ہرگز یزید سے جو بموجب
اصول اجماع بخوبی خلیفہ یا امیر ہو چکا تھا۔ باین اصرار قتال و جہاد
نفرماتے۔ اور ہرگاہ باین اصرار جہاد فرمایا تو بسبب ثابت رہنے حقیت
فعل امام حسین علیہ السلام کے بے شک اصول اجماع و خلافت اجماعی
ناحق و باطل ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ واقعات جناب امام حسین علیہ السلام
کے یعنی اصرار اونکا خلافت و امامت پر اپنے و انکار خلافت و بیعت یزید سے
باتفاق یقینی ہے اور واقعات جناب امیر علیہ السلام کے خود کتب اہل خلاف
مین مختلف واقع ہوئے ہین۔ جو مخل یقین متصور اس صورت مین جو واقعات

او سوقت کے۔ اس واقعہ یقینی کے موافق ہون۔ وہی مثبت تصور ہوسکتے ہین نہ وہ جو خلاف اس واقعہ یقینی کے ہون۔ اس روسے بخوبی ثابت ہے کہ بیشک دعوی کرنا جناب امیر علیہ السلام کا نسبت خلافت منصوصی اپنے صحیح ودرست ہے اور بیشک خاموشی اونکی بوجہ عدم موجودگی شرائط جہاد کے تھی اور بیعت اور تبعیت خلافت اجماعی کی نسبت جبر وزور ومجبوری وتقیہ کے جیسا اوپر ظاہر ہوچکا۔ اب اہل سنت کہین گے کہ یزید خلیفہ نہین تھا کیونکہ خلافت فسخ ہوچکی تھی تو اگرچہ تردید اس قول کی اوپر لکھی گئی تاہم اگر حسب قول باطل اونکے تسلیم کرلیا جائے کہ خلافت ختم ہوچکی تھی تو خلافت کے ختم ہوجانے سے حدیث اجماع منسوخ ہوجانی نہین سکتی ہے کیونکہ حدیث اجماع مین قید صرف اجماع خلافت کی نہین ہے بلکہ حدیث مذکور کل امرون کے اجماع کے مصدق ہے تو جیسے خلافت باجماع حق خود تصور ہوئی ویسے ہی امارت بالاجماع بھی حق متصور وتردید ہر حق ناجائز لہذا ہرگاہ حسب دلیل بالا امارت بالاجماع صحیح وحق نہین رہی تو خلافت بالاجماع بھی صحیح وحق نہین رہ سکتی۔ کما لا یخفی۔ ہشتم یہانتک پہونچکر رفع ہوگئی کل شبہات اون کل توہمات کے جنکو اہل خلاف خلاف روایات موجودہ کتب اپنے بنظر اخفاء وانکار از فعل ظالمانہ مقتدایان بنا بر مغالطہ دہی عوام کے ظاہر کیا کرتے ہین کہ اگر خلفاء ثلاثہ جناب امیر علیہ السلام پر کسیطرح کا جبر وزور وظلم وجور کئے ہوتے تو جناب امیر علیہ السلام باوجود رہنے غالب علی کل غالب ورکھنے زور اعجاز یہ کے اون سب جبر وزور وظلم وجور پر کیون صبر کرتے۔

اور ننگ اپنی روا رکھتے کیونکہ ظاہر ہے کہ حسب عقائد شیعہ کل امامین علیہم
السلام تقرب ومراتب وقوت اعجازیہ مین ساوی ہین کوئی فرق انمین نہین
گو بسبب ضرورت وعدم ضرورت کوئی امر کسی سے ظہور مین آیا ہو اور کسی سے
نہ آیا ہو اور باتفاق فریقین ظاہر وثابت ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام
نے اس معرکۂ کربلا مین صبر عظیم فرمایا۔ یعنے بھوکھا رکھا اہل دین نے اور بھوکے
رہے اور پیاسا رکھا اہل دین نے اور پیاسے رہے۔ یہانتک کہ اطفال صغیر سن
بھوک اور پیاس کے مارے تڑپا کیئے اور دیکھتے رہے۔ اور ایک ایک انصار
اور ایک ایک اقران کو آپکے اہل دین نے ساتھ ہزار ہزار آدمیون کے
شہید کیا اور گوارا فرمایا۔ حتی کہ چھ مہینے کے بچے کو بھی نہ چھوڑا اور صبر کیا۔ اور
اگرچہ ننگ ناموس طاہرہ کا پیش نظر تھا باوجود اسکے مع کل انصار و کل
اقران اپنے (کہ ایک ایک محبوب ومعشوق سے بڑھکر عزیز تھا) درجۂ شہادت
مظلومانہ کو پہونچے۔ مگر غیر از انسان کسی کی امداد واعانت قبول نفرمائی اور
صبر کیا۔ اور جسوقت وہ گروہ ناپاک ناموس طاہرہ کو سر برہنہ کرکے شترہاے
برہنہ پر لے چلا اور قریہ بقریہ وشہر بشہر پھرایا اور دربار عام یزید مین لیگیا
تو ایک امام یعنے امام زین العابدین علیہ السلام اونکی شامل تھے اور دیکھتے
رہے۔ نہ آونھون نے کوئی زور اعجازیہ دکھلایا اور نہ خدا نے اون لوگون کا
ہاتھ خشک کیا اور اندھا بنایا۔ پس ہرگاہ ان دو امامان علیہم السلام سے
(باوجود رکھنے قوت اعجازیہ اور رہنے مقرب خدا کے) ایسے واقعہ عظیمہ پر
صبر کرنا یقیناً ثابت ہے تو پھر صبر مین جناب امیر علیہ السلام کے کیا کلام باقی

ہوتا ہے۔ بلکہ اس بیان سے بخوبی ثابت ہے کہ جن امور پر ہم انسانون سے صبر نہین ہوسکتا ہے اوس پر مقربان درگاہ الٰہی (باوجود رکھنے زور قدرتی و اعجازی کے) نظر قائم رکھنے اصول مقررۂ خدا و بر قرار رکھنے مصالح خداوندی کے صبر فرماتے ہین۔ اور زور قدرتی کا دکھلانا برخلاف اصول مقررۂ خدا و قبیح جانتے ہین۔ جس طرح سے خدا خود باوجود رہنے قاہر و قادر کے اوپر شرک و بت پرستی کے کہ اوسکو کوئی فعل اس فعل سے زیادہ تر ناپسند نہین۔ صبر فرماتا ہے اور کسی طرح کی زور قدرتی سے پیش نہین آتا۔ جیسا بحث مسئلہ جبر و اختیار مین معلوم ہوا۔ اور اسی جگہہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ اگر جناب امیر علیہ السلام اوسوقت بہ تشدد پیش آتے تو بسبب کم رہنے احباب و انصار کے اونکی بھی یہی نوبت ہوتی جو جناب امام حسین علیہ السلام کی ہوئی یعنے نوبت بہ جان آتی۔ کیونکہ اہل دین حسنین علیہم السلام کو (بسبب رہنے سبطین و جگر گوشہ رسول صلعم افضل و اعلی سمجھتے تھے جناب امیر علیہ السلام سے۔ تو ہرگاہ ساتھ حسنین علیہم السلام یعنے محبوب ترین اپنے کے اس طرح پیش آئے تو شامل جناب امیر علیہ السلام کے پیش آنا کوئی تعجب کی بات نہ رہی۔ اور اب ہرگز کوئی یہ بات نہین کہہ سکتا کہ اگر جناب امیر علیہ السلام کسی بات مین بہ تشدد پیش آتے تو اہل دین بسبب عظمت و بزرگی اونکے کچھ نہ بولتے باقی رہا مثل جناب امام حسین علیہ السلام کے جان دینا وہ اوسوقت بسبب عدم موجودگی شرائط جہاد کے خلاف شرع اور بھی خلاف اون مصالح کے

ہوتا جو رد تو ہم اول مین ظاہر ہو چکی - نتیجہ ہم یہانتک پہونچکر صورت تفریق مومنین و منافقین یعنے ایمان قلبی و زبانی کی بخوبی قائم ہو گئی - کیونکہ ظاہر ہو چکا کہ عہد پیغمبر صلعم مین لیضرورت چند مومنین و منافقین دونون کو اس دین مین جگہہ دی گئی تھی - اور ظاہر ہے کہ خدا کو غرض اصلی مومنین سے ہے نہ منافقین سے - لہذا پروردگار کو بنا بر عطاے نعمات بقایات اپنے تفریق کر لینا مومنین کو منافقین سے باین صورت کہ مقصود و اصول مقررۂ دین مین بھی کچھ فرق آنے نپائے - (یعنے جسمین صلاح عام بے فوت نہو سکے) ضرور (تاکہ اون منافقین کو دعواے تساوی مومنین سے باقی نرہے جو بموجب تلف حقوق مومنین کا ہو - چنانچہ اسی نظر سے اوس دانائے برحق عادل مطلق نے ملک و مال عطا فرما کر دین و دنیا دونون کو سامنے رکھا اور دین و ایمان اصلی کو ساتھ محبت واجبی اہل بیت علیہم السلام کے جسمین کل اہل دین متفق ہین کوئی مخالف نہین) متعلق کر کے اونکو دعویدار اوس ملک و مال کا قرار دیا یعنے خلیفہ رسول صلعم بنایا تاکہ جنکو ایمان قلبی حاصل ہوگا وہ بخیال وجوب خدا اس محبت کے پابند ہو کر دین اصلی کو حاصل کرینگے اور جنکو ایمان قلبی حاصل نہوگا وہ وجوب خدا کا کچھ خیال نکر کے بے شک ملک و مال کی طرف رجوع لائینگے - پس روگردان ہو جانا اونکا وجوب خدا سے حجت کامل ہوگا اوپر عدم ایمان قلبیہ کے چنانچہ اسی نظر سے پروردگار نے اکثر احکامات دینیہ مین تاویلات باطلہ کا بھی راستہ رکھا ہے - تاکہ ایسا نہو کہ درصورت نہ پانے ایسے تاویلا کے

ایکبارگی دین سے علحدہ ہوجائین جسکے سبب صلاح عام مین بھی فرق آگر مقصود و اصول اصلی دین فوت ہوجائے جیسا بعد آنحضرت صلعم بسیارے اہل دین بذریعہ تاویلات بیہودہ راہ اصلی دین کو چھوڑکر طرف ملک و مال دنیاوی کے متوجہ ہوگئے۔ مگر چونکہ اوسوقت بسبب عدم فہمایش علانیہ جناب امیر علیہ السلام کے مذہب حقہ کی تفریق بخوبی و حتمی طور پر نہین ہوئی تھی۔ اسی سبب سے جناب امیر علیہ السلام نے تبعہد خلافت اپنے غزل معاویہ مین خلاف راے دیگر اصحاب جلدی فرمائی۔ تاکہ دین و دنیا دو طرف قائم ہوکر تفریق مذہب حقہ کی بخوبی ہوجاے۔ جیسے کچھ اوسوقت ہوئی۔ اور بعد حکم حکمین صلح معاویہ کے بخوبی و حتمی طور پر تفریق ہوگئی۔ پس یہ ہین مصالح غزل و صلح معاویہ کے جسمین اکثر لوگ معترض ہوے اور ہوا کرتے ہین مگر چونکہ اظہار محبت بھی بغیر حاصل رہنے محبت قلبی کے امکان۔ لہذا اس تدوین و تفریق کا واقعہ کربلا پر خاتمہ کیا گیا از روے ظہور و عدم ظہور اندوہ و بکا بمصیبت عظیمہ مذکور کے بوجہ آنکہ ظہور اندوہ و بکا بغیر حاصل رہنے محبت قلبیہ کے غیر امکان ہے۔ پس ظاہر ہے کہ ظہور اندوہ و بکا بمصیبت مذکورہ مثبت محبت قلبیہ اہل بیت علیہم السلام متصور اور محبت قلبیہ اہل بیت علیہم السلام کے باعث وجوب کے مثبت ایمان قلبیہ کی۔ جیسا فرمایا پیغمبر خدا صلعم نے کہ محبت اہلبیت نہوگی مگر مومن کو اور عداوت اہل بیت نہوگی مگر منافق کو۔ اور ظاہر ہے کہ محبوب صاحب ایمان کا وہی ہے جو محبوب خدا و رسول

ہو نہ دوسرا۔ اور جو شخص محبوب کرے اوسکو جو یقیناً محبوب خدا و رسول ثابت ہو۔ خصوص بمقابلہ محبوب خدا و رسول کے۔ علی الخصوص بترک وگذاشت محبوب خدا و رسول کے وہ ہرگز مومن متصور نہین ہو سکتا کما لا یخفی ۔ دوسرا سلم یہانتک پہونچکر بخوبی ظاہر و ثابت ہو گئے معنی اوس آیہ کے جو شان مین آنحضرت صلعم کے نازل ہوئی تھی یعنی وما ارسلناک الا رحمۃً للعالمین) بحق مومنین و متدین کے۔ بسبب کثرت صواب گریہ و بکا کے جو مصیبت عظیمہ مذکورہ پر کیا سے اور بھی بسبب بخشایش حضرت کے جیسا اکثر روایات سے ثابت ہے

توہم ہفتم

بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے دیگر ائمہ طاہرین علیہم السلام نے (باوجود حاصل رہنے خلافت و امامت منصوصی و ماموری و کثرت محبان و معتقدان کے۔) کیون ترک جہاد فرما کے خلافت کو ناستقان فاجران پر چھوڑا۔

پس جواب

واضح ہو کہ ظاہر ہو چکا کہ دین کے لئے جہاد و قتال چندان ضرور نہین ایمان درست وہی ہے کہ جو بغیر جہاد و قتال کے یعنی بخوف و طمع کے حاصل ہو تو چونکہ بسبب واقعۂ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے صورت تفریق راہ حق و یقین کے بخوبی ظاہر و قائم ہو کر یہ واقعہ حجت کامل ہو گیا

اور پہلے بعد باری کل دعویداران محبت وغیر دعویداران محبت سکے۔
لہذا آپ لوگ بنا بریں ترک جہاد کرکے تدبیر و کوشش قیام و ترقی
و استحکام راہ حق مین مصروف ہوسے تا کہ احکام ضروریہ و لازمیہ مذہب
حق کے بخوبی بستیں و مرتب ہو جائین۔ اور کوئی شخص جو لوث دنیا
رکھتا ہوا اس مذہب مین شامل نہو سکے کہ اوسوقت کی مصلحت یہی مقصود
ہے کما لا یخفے۔

بحث ہفتم رفع توہمات غیبت مین جناب صاحب العصر والزمان علیہ السلام سکے

اول۔ اگر کہا جاسے کہ حسب اصول مذہب شیعہ ضرور و واجب کیا گیا
ہے کہ کوئی حجت خدا ہر وقت و ہر زمان مین موجود ہو اور کوئی زمانہ حجت
خدا سے خالی نہ رہے۔ مگر اس زمانہ مین وہ اصول صادق نہین آتا ہے
کیونکہ اس زمانہ مین کوئی حجت خدا خلق مین موجود نہین ہے۔

پس جواب

واضح ہو کہ اس زمانہ مین بھی حسب اعتقاد شیعہ دنیا حجت خدا سے خالی
نہین بلکہ صاحب الامر اس زمانہ کے مطابق روایات شیعہ و بعض روایات
اہل سنت جیسا اونکی تواریخ کے دیکھنے سے ظاہر ہوگا پیدا ہو کر موجود
ہین۔ مگر غیبت مین۔ دوم اگر کہا جاسے امام کا غیبت مین رہنا مثل
نہین رہنے کے ہے کہ کوئی فائدہ متصور نہین۔ نہ کسیکو کچھ ہدایت ہوتی ہے

نہ کسی پر حجت خدا ہوتی ہے +

پس جواب

ظاہر ہے کہ اس مادہ مین بموجب عقائد شیعہ جو کچھ خدا کو ضرور ہے اور جو کچھ اوسپر واجب سمجھا گیا ہے وہ لطف ہے پروردگار کا یعنے کسی پیغمبر یا نبی یا امام کو کہ یہی حجت خدا متصور ہین واسطے ہدایت کے بھیجنا و قائم رکھنا بقاعدۂ مناسب و جائز جو واسطے ہدایت و اختتام حجت کے ضرور و کافی ہو۔ نہ خواہ مخواہ اوس لطف کا قبول کروانا بلکہ بندگان مختار پیدا کیئے گئے ہین اسباب پر کہ اوس لطف کو بخوشی اپنے قبول کرین یا رد قبول کرنے مین بھلائی اونکی ہے۔ اور رد کرنے مین برائی اونکی جسکے جاننے کے لیئے عقل عنایت فرمائی گئی ہے مگر ظاہر ہے کہ بحالت رد اگر پروردگار اپنے لطف کو اوٹھالے تو کچھ الزام اوسپر عاید نہین ہو سکتا کیونکہ وہ اپنے کار واجبی سے ادا ہو گیا اگر قصور ہے تو بندگان مختار کا کہ تارک اپنے وجوب کے ہوے یعنی اوس لطف واجب القبول کو رد کیا اور اگر بعد رد بھی فہمایش قبول نہ چھوڑی جاے تو یہ لطف مزید تصور ہوگا نہ واجبی ضروری۔ جب یہ معلوم کیا تو اب جاننا چاہیے کہ اول پروردگار نے پیغمبر آخر الزمان یعنے آنحضرت صلعم کو بھیجا مگر اہل دنیا نے اس لطف کو رد کیا۔ اور اونکو ایذا پہونچائی اور خدا نے صبر کیا مگر بعض نے بعلت و بے علت قبول کیا اور ایمان لائے بعد ازان پروردگار نے امام اول یعنے جناب امیر علیہ السلام کو مامور کیا مگر اہل دین نے اس لطف کو رد کیا

یعنی خلافت اونکی نہین قبول کی اور اونکو ایذا پہونچائی اور خدانے صبر کیا
بعد ازان پروردگار نے امام دوم یعنی حضرت امام حسن کو امور کیا۔ مگر
بسیاری اہل دین نے اس لطف کو رد کیا اور اکثر متابعین و غیر متابعین
نے خلاف کیا اور ایذا پہونچائی اور باوجودیکہ صلح کرکے خلافت ظاہری
وجہاد سے دست بردار ہوگئے اسپر بھی باز نہ رہکر ہزار مکر و زور سے شہید
کیا۔ اور خدا نے صبر فرمایا۔ بعد ازان پروردگار نے امام سوم یعنے حضرت
امام حسین علیہ السلام کو مامور کیا۔ مگر اہل دین نے اس لطف کو بھی رد
کیا یعنے خلافت مین اونکو قبول نہ کیا۔ بلکہ ساتھ ہزار ظلم وجور کے شہید کیا
اور کسی نے دوست و دشمن سے مدد و اعانت نہ کی بلکہ خود وہ لوگ جنہون
نے ساتھ ہزار ہزار اصرار کے واسطے خلافت و جہاد کے طلب کیا تھا۔
اور ساتھ ہزار تپاک کے محبت اپنی ظاہر کی تھی بدعہدی اور دغابازی
کے ساتھ پیش آئے۔ اور خدا نے صبر کیا صبر عظیم بعد ازان پروردگار
نے دیگر اماموں علیہم السلام کو از چہارم تا یازدہم یکے بعد دیگرے مامور
کیا۔ مگر اہل دین نے رد کیا ہر ایک کو۔ اور باوجودیکہ اونھون نے بوجہ
ظاہر ہونے بیوفائی عظیم از جانب ہر موافق و مخالف نسبت حضرت
امام حسین علیہ السلام کے وبے اعتباری ہر دشمن و دوست کے یکقلم
ترک جہاد فرمایا۔ اوپر بھی باز نہ رہکر سبکو بظلم وجور شہید کرتے گئے۔
اور کسی نے مدد نہ کی اور خدا نے صبر کیا۔ پس ظاہر ہے کہ اوتعالی نے
اپنے لطف و صبر کا انتہا کیا۔ بعد ازان پروردگار نے امام آخر دوازدہم

کو ناسود کیا۔ مگر مخالفین اونکے بھی تلاش وجستجو کرنے لگے بنا بر نسبت وفا بود کر دیفی
خاندان امامت کے جیسا اکثر تواریخون سے اہل سنت کے بھی ظاہر ہے پس
اگر بعد انتہا سے رد و ظلم بندگان وانتہاسے لطف وصبر اپنے پروردگار نے
اپنے لطف کو بنظر قائم و برقرار رکھنے حجت کے مخفی کر لیا۔ نہ کہ بالکلیہ اوٹھا لیا
تو خدا پر نسبت انجام کار رواجبی اوسکے کیا الزام عائد ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہم
بندگان کو کوئی عذر وحجت پیش لانے کا کیا منہ باقی ہے۔ سوم اگر کہا جاے
کہ یہ رد وتردید اس زمانے کے لوگون سے واقع نہین ہوئی تو پھر اس
زمانہ کی لوگون کی کیا خطا ہے کہ جسکے سبب اس لطف سے محروم رکھے
جاتے ہین۔

پس جواب

واضح ہو کہ لطف ظاہری اپنے کا اوٹھا لینا نوعے از عتاب پروردگار متصور
اور ظاہر ہے کہ جس طرح لطف وصبر پروردگار کا عظیم ہے اوسی طرح
قہر وعتاب بھی اوسکا عظیم اور جس طرح انعام واکرام اوسکا عام ہے
اوسیطرح غصہ وغضب بھی اوسکا عام۔ چنانچہ عادتاً وتجربتاً بھی
دیکھا جاتا ہے کہ جیسے ایک حضرت آدم علی بنینا وعلیہ السلام کی تقصیر
پر کل اولاد اونکی اس محنت ومشقت دنیاوی مین مبتلا کی گئی۔ اور
جس طرح ایک گروہ حضرت نوح کے ظلم پر کل عالم غرق طوفان قہر
کر دیا گیا علیٰ ہذا۔ تو ہرگاہ عادت پروردگار مثل لطف واکرام عام
نسبت قہر وعتاب عام کے ثابت ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہر فعل اوسکا

مستند تر ہے چون وچرا کا مقام نہین - تو اس صورت مین اس غیبت
عام مین بھی کچھ بارے کلام نہین - اور اگر کلام باقی بھی ہے تو عدل وظلم
مین ایسے عتاب کے تو اسکے لیئے اسیقدر معلوم کرنا کافی ہے کہ گو وجوہ
عدل ہمارے عقول ناقص سے قائم ہو سکین یا نہ - مگر فعل خدا بیرون
از عدل متصور نہین - کسیلیئے کہ ظلم اوس سے ناممکن الوقوع - اور علاوہ
اسکے ہو سکتا ہے کہ خطاے آبا واجداد کے ثمرہ مین اولاد بھی شریک
کیجاے - بسبب دستور ناقص اصرار و تمسک دین آبائی کے - اور بھی
ہو سکتا ہے کہ علم پروردگار مین اسوقت کے لوگ بھی قابل اظہار اوس
لطف کے نہون - اور اس صورت مین کسی کو از قائلین عدل وعلم
خدا - جاے کلام نہین - بلکہ حال حسرت مال پر اپنے گریہ وزاری کا مقام
ہے - اور بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ زمانہ مابعد کے افعال ظالمین متقدمین
کو بد نہ سمجھین اور اوس سے تبرا نہ کرین وہ شریک اونکے قصور ہون -
اور جو لوگ اونکے افعال کو بد سمجھین اور اوس سے تبرا کرین اونکے
نسبت پروردگار کوئی اور لطف فرمائے یعنے بخشایش جو حاصل لطف
واکرام کا ہے - اور بھی ہو سکتا ہے کہ پروردگار کل گناہان اہل غیبت کی
جو لطف واجبی پروردگار سے محروم رہے اور جنپر حجت خدا ختم ہوئی ہے
اون سب پر اور اون سب کے پیرو انپر بار کرے جو اس غیبت کے
باعث ہوئے از اول تا آخر تا بخوبی چکھین مزا اپنے ظلم کثیر - اور پروردگار
عالم کے قہر عظیم کا کہ اس صورت مین صورت اظہار صفت رحمانی وغفاری

وصفت قہاری وجباری دونون کی بوجہ اتم واکمل قائم ہوئی جاتی ہے
جو خلق خلائق کا اصل مقصود ہے اور کوئی ظلم بھی متصور نہین ہوتا کما لایخفی
اور بھی مطلب اوس آیہ کے بخوبی ظاہر ہوگئے جاتے ہین۔ جو شان
مین آنحضرت صلعم کے نازل ہوئے تھے یعنی آیہ وما ارسلناک الارحمۃ
للعالمین۔ بہ سبب قائم فرمانے صورت آسایش وبخشایش اسقدر
اہل غیبت کی۔ بنزول قہر وعتاب اوپر قلیل باغشان غیبت کے پس یہ
غیبت قہر عظیم متصور ہے نسبت اونکے جو باعث اس غیبت کے ہوے
اور نسبت اونکے پیروان اصلی کے آزر رحمت عظیم متصور ہے واسطے دیگر
خلائق کے۔ اس صورت مین یہ غیبت عتاب خاص قرار پاتی ہے اوپر
باغشان غیبت کے نہ عتاب عام۔ الغرض اہل دین کو کہ یہان پر اصل
غرض وبحث اوسنے ہے بسبب ظاہر وصاف رکھے جانے راہ حق کے کچھ
جاے عذر وحجت باقی نہین ہے باقی رہے غیر دین امام غیبت تو انکے
نسبت علمانے ہمارے رضوان اللہ علیہم جو کچھ راے قائم کی ہے کافی ہے
یہ رسالہ اوسکی شرح کی گنجایش نہین رکھتا۔ لیکن ہم اسقدر لکھ سکتے
ہین کہ چونکہ وحدانیت پروردگار صریحًا وبدیہًا عقلی ہے اسلیے مشرکان
کسی حالت مین معاف ومعذور رہ نہین سکتے باقی رہے موحدان سو
اونکو بوجہ نہین پہونچنے وحی خاص کے نظر اغذ احکام الٰہی کے متابعت
دین پیغمبری از پیغمبران ضرورہ۔ ولہذا ازان تجسس وتلاش دین پیغمبر زمان
کی لازم جو بدلائل مرجح اوسوقت بھی ممکن ہے۔ پس وہ اگر حتی الوسع بایمان

والنصاف تجسس وتلاش کرین اور نہ پائین تو شاید معاف ومعذور رہین
واللہ اعلم بالصواب

بحث ہشتم ثبوت حقیت مذہب حقہ امامیہ مین

علاوہ دلائل مندرجہ بحث ہاے ماقبل کے ظاہر ہے کہ چونکہ بعہد رسالت آنحضرت صلعم کے بوجہ نافذ رہنے حکم جہاد مصلحتاً وضرورتاً خوف وطمع دونون علتین نفاق کی جمع ہو گئی تھین جسکے سبب سے مومن ومنافق وسست اعتقاد تینون قسم کے لوگون کا جمع ہونا آپ کے دین مین ممکن متصور جیسا بحث تشخیصات مین ظاہر ہوا۔ تو اس سبب سے ظاہر ہے کہ بعد وفات آن حضرت صلعم کے بحالت اختیار وبیخوفی علت طمع کی طرف رجوع کرنا اور بغلبہ حرص وہواے دنیاوی حکم خدا ورسول کو سہل وآسان سمجھنا اور بقدر حصول مقصود اپنے اوس سے روگردان ہو جانا ایسے لوگون سے کچھ جاے عجب نہین چنانچہ خود آنحضرت صلعم نے بقرب زمانہ وفات ساتھہ دیگر نصایح کے فرمایا تھا کہ نہین خوف کرتا ہون مین تم لوگون سے ساتھہ شرک کے مگر خوف کرتا ہون مین ساتھہ طمع وہوا وحرص دنیاوی کے یعنی ساتھہ نفاق کے۔ جیسا کہ مدارج النبوت وغیرہ کتب اہل سنت مین بہ تفصیل درج ہے۔ پس جس بات کا خوف آن حضرت صلعم کو ہو ممکن نہین کہ وہ بات اونمین موجود نہو اور اونسے وقوع مین نہ آوے۔ کیونکہ یہ خوف آپکا بے سبب

و بغیر سمجھے بوجھے ہو نہین سکتا۔ اور بھی ظاہر ہے کہ لاکھون احادیث
جھوٹی جو روایت ہو گئین جو باتفاق نقل کفر ہے اور اسقدر اختلافات
کثیر جو دین مین پڑ گئے کہ تہتّر فرقے ہو گئے۔ اور اسقدر خرابی و تباہی
بے شمار جو دین مین لاحق ہو گئین کہ خلاف تاکیدات محبت باخود
کشت و خون عظیم آپس مین واقع ہوتا رہا (نہ صرف عہد جناب امیر
علیہ السلام مین۔ بلکہ ہر زمانہ مین تا عہد خلفاء عباسیہ کے) خالی از
سبب و علت و غیر از بدخیالی و بدطینتی اہل دین کے نہین ہو سکتا۔
کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ سب اختلاف و خرابیان مقصودِ خدا و باختیار راہ
مجوزہ و مقررۂ خدا و بہ قیام و تمسک طریق مقصودہ و محکومۂ خدا کے
ممکن نہین بلکہ ضرور ہے کہ پروردگار نے ان سب اختلافات و خرابی
ہائے غیر مقصود و غیر محمود کے انسداد و دفعیہ کا کوئی راستہ رکھا ہو
نہ کہ کشتی دین کو اس طوفانِ بلا مین چھوڑا ہو۔ مگر بسبب نہین اختیار
کرنے اہل دین کے اوس راہ کو اور چھوڑ دینے ساحل امن و امان
کو یہ سب اختلافات و خرابیان پیش آئین اور واقع ہوئین۔ ایسی
صورت مین حسب بنیاد مذہب اہل سنت افعال پر ایسے لوگون کے
اعتبار کرنا اور اوسکو مستند جاننا صریح بے عقلی اور نادانی ہے۔ اور
ظاہر ہے کہ وہ راہ مقررہ و مقصودۂ خدا و دافع اختلافات و خرابیہا
بجز اہلبیت و باب علم رسول ہمدرد اون لوگون کے ہو نہین سکتی جو کہ ہمیشہ
ساتھ قرآن کے ہین۔ اور کبھی قرآن سے جدا ہو نہین سکتے۔ اور جو

سفینۂ نوح ہین طوفان کفر و نفاق مین واسطے تمسک کرنے والون کے۔ اور وہ کہ تمسک جنکا باعث ہدایت اور موجب نجات از ضلالت ہے اور وہ کہ پھرتا ہی حق ساتھ اونکے جسطرف پھرین۔ اور وہ کہ پاک و طاہر ہین کل رجس سے لائق و پاک و طاہر ہونیکے۔ اور وہ کہ محبت جنکی عین ایمان ہے اور عداوت جنکی عین نفاق ہے۔ یعنی راہ اہلبیت رسول صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین کے۔ پس ظاہر ہے کہ اگر کل اہل دین ایک ایسے صادق و معصوم عالم علم لدنی۔ حافظ شرع الٰہی کے۔ اطاعت و فرمانبرداری بصدق دل اختیار کرتے تو کوئی اختلاف و خرابی لاحق ہونے نہ سکتی اور نہ کوئی مشقت و دشواری بہ تصحیح و تصدیق تفسیرات و احادیث کے پیش آتی۔ لہذا بجز اس راہ کے کوئی راہ حق متصور نہین ہو سکتی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کے بطرف صاحبان اصول خلافت مختار شیعہ کے) یعنے جناب ائمہ معصومین علیہم السلام کیطرف) کوئی علت نفاق کی باقی نہوئی نہ خوف۔ نہ طمع۔ یعنے نہ زور شمشیر جہاد نہ ملک و مال۔ تو اس صورت مین ظاہر ہے کہ کوئی شخص بعبث طرف عقائد مذہب شیعہ کے رجوع لانے اور توجہ کرنے نہین سکتا۔ مگر وہ کہ جسکو حقیت اس مذہب کی بخوبی تحقیق و یقین ہو۔ اور عقبیٰ سے بوجہ اتم ڈرتا اور دنیا کو محض ہیچ سمجھتا ہو بخلاف خلفاء اصول مختار اہل سنت کے کہ بطرف اونکے خوف و طمع دونون علتین برابر موجود رہین۔ اور ہر خلیفہ تا زمانہ خلفاء بنی عباس بنظر حفظ خلافت اپنے پاس اوس اصول کا کرتا رہا۔ لہذا ممکن ہے کہ لوگ کیا عالم

وجہ جاہل طرف عقائد اہل سنت کے بخوف۔ خصوص لطمع کہ عالمگیر ہے
راہ حق سے آنکھیں چھپا چھپا۔ اور تاویلات خلاف دل مین ٹھہرا ٹھہرا
رجوع لائے اور متوجہ ہوئے ہون۔ بحکم آنکہ النّاس علیٰ دین ملوکھم
اور بھی ظاہر ہے کہ مذہب اہل سنت مین بسبب جاری رہنے پیری
ومریدی کے آج تک وہ طمع واعزاز واسطے عالمون کے) جو اصل
اصول مذہب ہین) قائم وموجود ہے۔ جسکے سبب وہ لوگ باوجود سمجھنے
حقیت مذہب حقہ کے ترک پر اپنے مذہب کے قادر نہین ہو سکتے۔
اور لفکر وخیال قائم رکھنے اپنے مذہب کے تاویلات بیہودہ اونکے
سامنے آسکتے ہین۔ جیساکسی شاعر نے کہا ہے کہ مصرع ع بدوزد طمع
دیدۂ ہوشمند + پس ظاہر ہے کہ ایمان وطریق ایسے لوگون کا ہرگز
لائق اعتبار ہو نہین سکتا۔ اور نہ تبعیت اونکی ایمان وطریق کے
قابل تسلیم وقبول ہے۔ مگر ایمان وطریق اون لوگون کا جو اوس
زمانہ شور وفساد مین علت ہائے نفاق سے روگردان ہوکر (یعنے اوس
خوف کو جو ہر وقت محمول لقتل تھا قبول کرکے اور اوس طمع سے جسمین
خلائق گرفتار تھی درست بردار ہوکر) اوسطرف رجوع لائے۔ کہ
جس طرف سوائے غصے کے نہ خوف تھا نہ طمع تو البتہ بغیر تحقیق بے
انتہا۔ اور بلا خوف آخرت وعقبیٰ کے ہو نہین سکتا اور بیشک ایمان
اونکا قابل اعتبار وتبعیت ہے۔ جیسا بحث اول مبحث تشخیصات مین
بھی معلوم ہوا۔ اب اہلسنت کہین گے کہ ہم بھی ائمہ معصومین علیہم

السلام کے معتقد ہین اونسے منحرف نہین مگر یہ قول بے عمل اونکا ہرگز
قابل قبول نہین ہوسکتا۔ کیونکہ غرض اعتقاد سے اونکے طریق وحکم
پر چلنا ہے۔نہ زبانی کہنا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر چہار مجتہدان اونکے عین
عہدِ امامان علیہم السلام مین۔ علحدہ اجتہاد کرتے گئے اور نہ حاصل
کرنا اجازتِ اجتہاد کا ظاہر ہے اور نہ تصدیق کروانا اپنے اجتہاد کا
ثابت بلکہ کتب اہل سنت سی ظاہر ہے کہ اکثر اجتہاد اونکے۔ خلاف
اقوال امامان علیہم السلام کے ہین۔ اس صورت مین اہل سنت اپنے
کو ہرگز معتقدین امامان علیہم السلام مین قرار دے نہین سکتے اور علاوہ
اسکے ظاہر ہے کہ ہفتاد و دو فرقہ ہاے دین اسلام مین از روے
اختلافاتِ اصل اصول کے دو مذہب ہین اہلسنت و اہل التشیع۔ اور
باقی انہین دو مذہبون کی شاخین اور اختلافِ اصولی ان دو مذہبون
مین یہی ہے کہ اہل سنت خلافت کو اصول دین سے شمار نہین کرتے
اور نہ خلیفہ کو منصوص و مامور بامر اللہ جانتے ہین۔ بلکہ کہتے ہین کہ امر
خلافت مسلمانون کی راے پر چھوڑا گیا تھا۔ اور اہل التشیع خلافت و
امامت کو اصلی از اصول دین سمجھتے ہین۔ اور خلیفہ کو منصوص و مامور
بامر اللہ جانتے ہین۔ اور نصب خلیفہ باجماع خلاف حکم خدا تصور کرتے ہین
پس ان دو اعتقاد متضاد مین ضرور ہے کہ کوئی ایک ہی راست ہو۔ نہ
دونون راست۔ نہ دونون ناراست۔ اس صورت مین اگر بالفرض بروز
قیامت اعتقاد اہل سنت کا حق وراست ٹھہرا۔ تو بھی واسطے شیعون کے

کوئی قباحت وہرج لازم نہین آتا۔ کیونکہ شیعہ منکر اصول دین اہل سنت
کے نہین و نہ بموجب اصول اونکے منکر امر خدا کے پیش ازین نیست کہ اپنے
امثالون کی آراے وافعال کو اجتہاد آ بیجا جانکر پسند و قبول نہین
کرتے۔ اور ظاہر ہے کہ جو چیز عام کی راے پر چھوڑی جاتی ہے اوسمین
ہر شخص کو کلام کرنے کا ایک حق حاصل ہوتا ہے۔ لہذا کلام اہل تشیع
خلاف حق نہین۔ اور نہ بذریعہ اوسکے کفر و نفاق اونپر عائد ہو سکتا ہے
بلکہ بوجہ حاصل رہنے حق اجتہاد کے باموز غیر اصول کوئی خطا بھی اون پر
لازم نہین آتی ہے اور اگر کاش بروز قیامت مذہب اہل تشیع راست
و درست ٹھہرا۔ تو اہل سنت کا کیا حال ہوگا۔ کیونکہ اہل سنت بموجب
مذہب شیعہ منکر اونکے اصول دین کے ہین۔ اور بھی منکر امر خدا کے
اور منکر اصول دین وامر خدا کا بیشک کافر و منافق متصور اور واگذاشت
اصول دین مین۔ اجتہاد کو بھی دخل نہین اور نہ عذر تقلید مقبول ہے۔
اس صورت مین ثابت ہے کہ مذہب امامیہ ہر حال مین بمقابلہ مذہب
اہل سنت بہتر و خوب و قابل تسلیم و تبعیت ہے۔ وباللہ التوفیق

بحث نہم تردید ایمان وثبوت نفاق مذہب خلاف مین

واضح ہو کہ جو اہل مذہب از مذہب اسلام معتقد و قائل امامت جناب
امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کے نہین ہین۔ ایمان اونکا اوپر کسی اصل کے
اصول دین سے درست ہو نہین سکتا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ایمان اصلی موقوف

ہے اوپر اقرار و تصدیق اصول دین اور اونکے متعلقات کے۔ اور
تصدیق کامل و قلبی بغیر ثبوت یقینی کے محال۔ اور زبردستی تصدیق
کر لینا کسی امر کو بغیر حصول ثبوت یقینی کے تصدیق کامل ہو نہین سکتی
بلکہ ناجائز متصور۔ کیونکہ ایسی تصدیق عادی کر سکتی ہے قلب و ذہن کو
اوپر تصدیق باطلات کے۔ اور ایسے ہی تصدیق کے عادی ہونے سے
ظن و یقین و حق و باطل مین تمیز باقی نہین رہتی۔ اور یقین کے لیئے
ثبوت عقلی بدیہی و حتمی۔ یا بیان صادق و معصوم یقینی و بدرجہ آخر اتفاق
و اجماع امت درکار ہے جیسا کلام اول مین مقدمہ کے ظاہر ہو چکا۔ جیسے
تصدیق وجود خدائے دانا و قادر و مختار کے لیئے معائنہ مخلوقات و مصنوعات
الہی و اعجاز پیغمبران کا اور تصدیق رسالت و صفات لازمی پیغمبران کے
لیئے (جسمین صدق و عصمت و علم و عدل داخل ہین) معائنہ اونکے معجزات
عجائب و غرائب کا اور تصدیق معاد و دیگر متعلقات ایمان کے لیئے
بیان پیغمبران صادق و معصوم یقینی کا اور تصدیق لقول و اخبار دینی کے لیئے
(بصورت نہ ہونے کسی صادق و معصوم یقینی کے) اجماع امت کا جب
یہ معلوم کیا تو اب جاننا چاہیئے کہ تحصیل ایمان کی دو صورتین متصور ہین
تقلیدی و تفہیمی۔ مگر ایمان تقلیدی بغیر تقلید صادق و معصوم یقینی کے
تصدیق کے لیئے کافی ہو نہین سکتا اور نہ مقلد بصورت اختیار تقلید نا تمیز
معاف و معذور ہو سکتا ہے کیونکہ مقلد کے لیئے اتنا دیکھ لینا بہر نوع
ضرور و لازم ہے کہ جسکی تقلید کرنا چاہتا ہے اوسکی تقلید جائز ہے یا نہین

پس چونکہ اصولِ دین متعلق با یمان ہین اور ایمان متعلق بہ تصدیق اور تصدیق متعلق بہ یقین۔ لہذا اصول مین اوسی کی تقلید جائز متصور ہے کہ جسکا بیان حتماً قابل یقین ہو۔ تو چونکہ ظاہر ہے کہ غیر از صادق و معصوم یقینی کے کسی کا بیان حتماً قابلِ یقین ہو نہین سکتا۔ لہذا اصول مین غیر از صادق و معصوم یقینی کے دوسرے کی تقلید کسی طرح جائز متصور نہین۔ اس صورت مین ظاہر ہے کہ تصدیقِ قول و فعلِ عام صحابہ (جنکی صدق و عصمت بالاتفاق امت ثابت نہین) اصول مین کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ بلکہ بسبب موجود رہنے علتِ نفاق و دشوار ہو تشخیص صلاح و تقویٰ اصلی کے حسبِ بیان بحث تشخیصات و ثابت رہنے غیر صالح اور (مثل غیر صالحی اصحاب دیگر پیغمبران کے بطور قابلِ یقین یعنے بسبب شرکت اکثر صحابہ و اولاد صحابہ بجنگ جمل و صفین و نہروان و بواقعہ عظیمہ کربلا و غیرہ کے جو یقیناً اکثر فعل بالاتفاق امت فعل کفر و نفاق ہے اور بذریعہ بسیاری احادیث صحیحہ متفقہ ثابت جیسا بحث چہارم و ششم مین مبحث ہذا کے ظاہر ہوا) تقلید اصولی اونکی یقیناً و حتماً نا جائز و غیر قابل اعتماد بلکہ فروع مین بھی بغیر تحقیقات ضرور درکار۔ باقی رہا پیش کرنا حدیث اصحابی کالنجوم کا تو (علاوہ تردید اوسکی علمائے شیعہ) چونکہ حدیث مذکور متفق نہین و نہ مذہب اہلسنت مین متواتر۔ بلکہ محتمل باغراض راویان اول و منافی بیان یقینی ماقبل اور بھی بجوم مین سعد و سہل دونون داخل۔ اور بھی معنی لفظ اصحاب غیر فیصل جیسا کہ بحث ششم مبحث تشخیصات مین ظاہر ہو چکا۔ لہذا واسطے قائم کرنے اصول ایمان کے ایسی حدیث پر عمل کرنا ہرگز جائز متصور ہو نہین سکتا۔ اس صورت مین بخوبی

ظاہر و ثابت ہے کہ تقلیدِ عام صحابہ اصول مین بنا برِ تصدیق یقینی کسی طرح
کافی نہین۔ تو اسیطرح تقلید اصولی امام اربعۂ اہل سنت بھی (کہ تحقیقات
اونکی مبنی اوپر ایسے ہی بیان و عقل نامعتبر اپنی تھی۔ چنانچہ نامعتبری اونکی
راے کی اونکی آپس کی کثرت اختلاف ہی سے ظاہر ہے۔) یادہ تر غیر کافی
بجز تقلید جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کے جنکا صدق و عصمت و اعجاز
و کرامت باتفاق امت ثابت ہے۔ اور اون لوگون کے جو اوس زمانہ شر
و فساد مین طرف سے علامت نفاق کے روگردان ہو کر طرف علامت ایمان کے
رجوع لائے تھے جیسا بحث ماقبل مین بھی معلوم ہوا۔ تو چونکہ بنیاد جملہ
مذاہب خلاف کے اوپر انہین تقلیدات ناجائز غیر قابل یقین کے ہے
لہذا بخوبی ثابت ہوا کہ ایمان تقلیدی کل مذاہب خلاف کا ناجائز و ناثابت
چنانچہ اسی نظر سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ حق ساتھ علی کے ہے
اور علی ساتھ حق کے اگر دیکھو تم کل خلق کو ایک راستہ پر اور علی کو
دوسرے رستہ پر تو تباؤ تم ساتھ علی علیہ السلام کے۔ باقی رہا ایمان
تقلیدی تو اوسکے لیے ثبوت عقلی یقینی لازم ہے اور بنا بر یقین اخبار متواتر
اسیواسطے ثبوت مذکور کے بیان صادق و معصوم یقینی کا باجماع امت
ضرور ہے۔ تو چونکہ مباحثات ماقبل مین ثابت ہو چکا کہ ماسوی مذاہب
خدا کے لیے سوائے ظہور معجزات باجتماع صفات کے کوئی دوسرا ثبوت
حقی و قابل یقین نہین۔ اس صورت مین اگر غور کیا جاوے تو اسوقت باتفاق
و اجماع جمیع امت ثابت ہے کہ جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام معجزات

رکھتے تھے و بجمیع صفات حسنہ و بالعموم و بصفات علم و عدل و صدق و عصمت بالخصوص موصوف تھے اور کوئی دوسرا دعویدار خلافت اوسوقت ایسا نہ تھا کہ جسمین ان سب صفات ضروری کا اجتماع قابل یقین ثابت ہو۔ تو اس صورت مین ظاہر ہے کہ رد کرنا ایسے ثبوت حتمی و یقینی کا نسبت تصدیق امامت اونکی اور تصدیق کرلینا اون لوگون کے خلافت و امامت کو۔ جنکے لیئے کوئی ثبوت یقینی (بجز تقلید رسمی) اون اصحاب کے جنکے صفات اوپر ظاہر ہوچکے موجود نہین۔ گویا قلب و ذہن کو اپنے یقینیات کی طرف سے پھیر کر ظنیات کی طرف رجوع کرنا ہے اور بصورت رجوع ہوجانے قلب و ذہن کے بطرف ظنیات ضرور ہے کہ اعادت و نظیر اوسکے یقینیات متعلقہ ہر ایک اصول کے اونکی نظرون مین معدوم و کالعدم ہوکر ظنیات اونکے مقام پر قائم و قبول ہوجائین۔ تو چونکہ تصدیق ظنی تصدیق کامل نہین ہوسکتی بلکہ تصدیق فرضی یا تسلیمی یا تعصبی متصور ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تصدیق فرضی یا تسلیمی یا تعصبی بنا بر حصول ایمان اصلی کے غیر کافی۔ لہذا بیشک ایمان ایسے لوگون کا جو تصدیق امامت جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کا نہین کرتے ہین۔ نسبت کسی اصل کے اصول دین سے درست نہین ہوسکتا۔ یعنے ظاہر ہے کہ ہرگاہ بنا بر تصدیق ماموری پیغمبران منجانب خدا کے سواے ظہور معجزات و اجتماع صفات اونکے کوئی دوسرا ثبوت نہین اور وجود ایسے ثبوت کا جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام مین بذریعۂ آیات وافرہ و احادیث متکاثرہ باتفاق و اجتماع جمیع امت ثابت تو اس صورت مین

ظاہر ہے کہ بصورت رد کرنے اس ثبوت کے یا انکار کرنے اس ثبوت سے
نسبت امامت جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کے ضرور ہے کہ اون
رد وانکار کرنے والون کے نزدیک یہ ثبوت واسطے ماموری امام منجانب
خدا کے کافی متصور نہو۔ لہذا ضرور ہے کہ نزدیک اونکے یہی ثبوت بنا بر
ماموری پیغمبر زیادہ تر کافی نہو تو چونکہ بہ ثبوت ماموری پیغمبر ہر شخص کے
پاس وحی نہین آئی و نہ کوئی دوسرا ثبوت موجود۔ بلکہ نسبت تصدیق امامت
کے بعض آیات و احادیث کنائی و ایمائی مددبھی دے سکتی ہین اور نسبت
تصدیق رسالت کے کوئی دوسرا مددگار بھی نہین۔ اسصورت مین ضرور ہے
کہ جو لوگ اس ثبوت کو نسبت تصدیق امامت جناب امیر و ائمہ معصومین
علیہم السلام کے رد کرین یا اوس سے منکر ہون وہ تصدیق رسالت مین
آنحضرت صلعم کے بھی بسبب رد ہو جانے ثبوت کافی کے اور نہین موجود رہنے
کسی دوسرے ثبوت کے باطناً مذبذب و متزلزل ہون۔ تو ضرور ہے کہ جو کچھ
رسول صلعم لائے یا اونھون نے بیان فرمایا اون سب کی تصدیق مین مذبذب
و متزلزل ہون۔ اور جب اون سب کی تصدیق مین مذبذب و متزلزل ہوئے
تو ظاہر ہے کہ ایمان اونکا کسی اصل کی نسبت اصول دین سے کامل نہین رہا
اور اگر تصدیق رسالت مین آنحضرت صلعم کے مذبذب و متزلزل نہین تو
چونکہ تصدیق رسالت کے لیے سوائے ثبوت مذکورہ بالا کے کوئی دوسرا
ثبوت نہین۔ لہذا ضرور ہے کہ اوس ثبوت کو نسبت ماموری رسول منجانب
خدا کے کافی سمجھتے ہون۔ تو ضرور ہے کہ اوسی ثبوت کو نسبت ماموری امام

نجانب خدا کے زیادہ تر کافی سمجھتے ہون مگر باغراض و تعصب تصدیق نکرتے ہون - تو اس صورت مین بھی ظاہر ہے کہ تصدیق نکرنا امر مقررہ خدا و رسول کا باغراض و تعصب بسبب ثبوتِ انکار امر خدا و رسول کے کل اصول کے ایمان کو باطل کرتا ہے - چنانچہ پوشیدہ نہین کہ اسی سبب سے مذاہب خلاف مین زور و مکاری بذریعہ پیری و مریدی و فقیری وغیرہ کے کسقدر بکثرت پھیلی ہوئی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ کوئی کامل الایمان ایسے زور و مکاری ہرگز روا نہین رکھ سکتا - اگرچہ ہم اسکا کوئی ثبوت یقینی نہین دے سکتے مگر وہ لوگ اپنے دل مین ایماناً غور کرکے سمجھ سکتے ہین اور دوسرے لوگ اونکے اقوال و افعال و احوال کے طرف نگاہ کرکے پوچھ سکتے ہین - اور یہی ظاہر ہے کہ ہرگاہ پروردگار بجمیع صفات کمال موصوف ہے - تو ضرور ہے کہ کوئی فعل یا ترک فعل اوسکا منافی صفتی از صفات نہو - مگر مباحثات ثبوتِ خلافت مین ثابت ہوچکا کہ بنظر قائم رہنے ثبوت یقینی رسالت کے (کہ اختیار دین و ایمان موقوف اوپر اوسکے ہے) اور بنا بر تصفیۂ اختلافات و دریافتِ احکام و اخبار صحیحہ دین کے بعد از پیغمبر قائم رہنا کسی ایسے خلیفہ کا ضرور ہے کہ جو معجزات پیغمبر رکھتا ہو - اور جملہ صفات پیغمبر مین بالعموم اور علم و عدل و صدق و عصمت مین بالخصوص موصوف ہو - تو ظاہر ہے کہ بصورت نرکھے جانے ایسے خلیفہ کے ترک لازم و نفی اکثر صفات کا اوپر خدا کے لازم آتا ہے اور اکثر تکلیفات شرعی تکلیف زائد و ظلم تصور ہوتی ہے - جو خدا سے محال و غیر امکان جیسا غور کرنے سے ظاہر ہوگا

تو اس صورت مین (اپنے بصورت عدم تسلیم موجودگی خلیفۂ موصوف) ان دو صورتون سے چارہ نہین یا ترک لازم ونفئ صفات بنا بر محال سمجھکر کل دین کو فریبی و جھوٹا تصور کیا جاوے یا خدا کے لیئے لزوم صفات ضرور بنانا چاہے پس بصورت اول ایمان اہل دین بالکل ناپید اور غیر دینون کا اوس دنیا کو اختیار کرنا یا بجہل و تقلید ناجائز تصور ہو یا بہ نفاق - یا محال اور بصورت ثانی - علاوہ اسکے کہ یہ امر سراسر خلاف عقل وخلاف دین ہے اور قائل اوسکا صریحًا بیرون از دین تاہم ظاہر ہے کہ چونکہ تشخیص وتعیین ذات معبود کا بسبب ظاہر رہنے بدیہیات مین اور بھی ثبوت رسالت پیغمبران و معاد وغیرہ کا منحصر و موقوف ومتعلق ہے ساتھ تشخیص وتعیین صفات لازمی اوسکے جیسا بحث اول و دوم وسوم مین ظاہر ہوچکا - تو جب صفات اوسکے لئے لازم نرہے تو تشخیص وتعیین ذات وثبوت رسالت ومعاد وغیرہ کی بالکلیہ محال ہوکر بنیاد دین بالکل منہدم ووجود ایمان بالکل معدوم و کالعدم ہوگیا - جیسا بحث سوم بحث اول وبحث دوم مین معلوم ہوچکا - اس صورت مین بخوبی ثابت ہوا کہ جو مذہب والا معتقد وقائل امامت جناب ائمہ معصوم علیہم السلام کا نہین اوسکو کسی اصل کی نسبت اصول دین سے ایمان کامل حاصل ہو نہین سکتا - اور جب ایمان کامل حاصل نہین ہوا تو اظہار ایمان خالی از نفاق نہین چنانچہ اسی نظر سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو مرا اور نہین پہچانا اپنے امام زمان کو بس مرا وہ اوپر موت جاہلیت کے اور اسی نظر سے او تعالےٰ نے محبت اہل بیت علیہم السلام کی واجب فرمائی ہے

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ محبت اہل بیت کی عین ایمان ہے اور عداوت اہل بیت کی عین کفر و نفاق۔ اور فرمایا ہے کہ مثل اہلبیت میرے کے مثل ہے کشتی نوح کے جو سوار ہوا اوسنے نجات پائی اور جسنے مخالفت کیا وہ ہلاک ہوا و باللہ التوفیق۔

بحث دہم بہ ثبوت غیر جوازی اعتقاد و بہ تجویز حقیقت اولیاے معتقدہ اہل سنت

واضح ہو کہ اہل سنت نے تمسک کیا ہے وجود مین اولیاؤن کے اور انکی نسبت سلسلہ ہاے کثیر ظاہر کرتے ہین کہ ہر سلسلہ بواسطہ اماما ن یا بیواسطہ اماما ن علیہم السلام کے جناب امیر علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔ اور بعد از ان آن حضرت صلعم پر اور بھی اونکے نسبت انواع کشف و کرامات درج کتب کرتے گئے ہین کہ جنکے سبب اپنے مذہب پر فخر کرتے ہین فخر عظیم پس واضح ہو کہ بصورت صدق وجود انکے بھی اعتقاد نسبت انکے بموجب دین متین و شرع مبین جائز و روا نہین ہو سکتا اور معتقدین انکے بیشک عاصی و خاطی متصور ہین کیونکہ تعین انکا اور انکے سلسلون کا نہ از روے کلام خدا ظاہر۔ نہ از روے قول رسول ثابت جو کچھ تحریر و تقریر اہل سنت سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ راز دار دین خدا ہین از جانب رسول بواسطگی ائمہ معصومین علیہم السلام کے یعنی کچھ راز دین انکے درمیان رکہا گیا ہے تا مطابق اوسکے عامل ہو وین۔ اور بعضے

ہو نہین سکتا - مثلاً ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ پیغمبر برحق و توریت کتاب اللہ
راست ہے لیکن بندگان اسوقت مامور ہین اوپر ماننے دین آنحضرت صلعم
اور تعمیل احکام قرآن کے تو اگر خلاف ماموری دین حضرت موسیٰ کو مانین
اور احکام توریت پر عمل کرین - تو باوجود حق ہونے اوسکے یہ عمل داخل
خطا ہوگا نہ داخل ثواب باقی رہا اعتقاد بذریعہ کشف و کرامات کے - سو
اسکے لیئے دعوی ضرور ہے و تصدیق حسب دعوی نہ بغیر دعوی و خلاف دعوے
حالانکہ تحریر و تقریر اہل سنت سی دعوے کرنا انکا ظاہر و ثابت نہین ہوتا ہے
بلکہ ظاہر یہہ ہوتا ہے کہ اکثر انہین سی مخفی رکھتے ہین اپنے کو نظر انسان سے اور
جو پوشیدہ نہین رہتے وہ متنفر رہتے ہین دنیا و اہل دنیا سے - اور اکثر چھپاتے
ہین اپنے ولایت کو بخوف ہجوم اہل دنیا کے یہان تک کہ بذریعہ ارتکاب امور
ناجائز و خلافِ شرع و بہ تمثل غیر پرہیزگاران - اور جو کچھ دعوی بھی بعضونکا
ثابت ہوتا ہے تو دعواے خدائی نہ دعوے ولایت مثل دعوے اناالحق و من خدایم
وغیرہ کے - تو گو اس دعوی کے اندر کوئی معنی پوشیدہ ہون مگر ظاہر امحض
خلاف دین و یقین و خلاف شرع مبین متصور کسی طرح اہل دین کو ماننا جائز
و روا نہین - اسصورت مین بخوبی ثابت ہوا کہ بصورت راست و حق ہونے
انکے بھی کسی طرح اعتقاد انکا اہل دین کو جائز نہین ہے بلکہ سراسر عصیان و خطا
ہے - لیکن یہ شبہہ کہ بصورتِ صدق وجود انکے جیسا کثرت روایات مندرجہ کتبہاے
کثیر اہل سنت سے قیاس ہو سکتا ہے رہنا انکا بمذہبِ غیر قوت اوس مذہب کے
ثابت کرتا ہے - پس واضح ہو کہ (علاوہ اسکے کہ روایات غیر مذہب کو راست جاننا

جایز نہین وعلاوہ اسکے کہ بصورت ثبوت قطعیہ یقینیہ نسبت حقیت مذہب حقہ
اور نہین ثابت رہنے نسبت حقیت انکے کوئی دلیل یقینی یہ قیاس وخیال بشر از
وہم وقابل اعتبار ومحل یقین نہین ہو سکتا) عجب نہین بلکہ ضرور ہے کہ بصورت
صدق وجود انکے یہ لوگ حقیقتاً مذہب حقہ مین ہون نہ مذہب خلاف مین مگر
بسبب رہنے زمانہ تقیہ کے مصلحتاً (کہ عنقریب ظاہر ہوتی ہے) بہ تقیہ مذاہب
غیر مین ظاہر ہون۔ کیونکہ ہرگاہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ رازدار دین ہین یعنے
کچھ راز دین درمیان انکے رکھا گیا ہے تو ضرور ہے کہ وہ راز ایسا ہو کہ اوسکے
اخفا ہی مین کوئی نفع دین متصور ہو۔ اور بصورت اظہار مرتب ہوتا اوس نفع
مقصودہ کا ممکن نہو۔ ورنہ اگر ایسا نہوتا تو ظاہر کہا جاتا نہ مخفی۔ لہذا بنا بر دریافت
حقیقت انکی ان دو امرون کی تجویز کافی ہے۔ **اول** یہ کہ کون ایسا امر ضروری
متعلق اس دین کے قرار پا سکتا ہے کہ جسکے لیئے ایسے راز دار مخصوص ضرور درکار
ہون اور بغیر ذریعہ راز و بغیر ایسے رازدارون کے انجام اوسکا مشکل ومحال ہو
دوسرے یہ کہ ان لوگون سے کون ایسے امر ضروری متعلق دین کا انجام ہونا
ظاہر وثابت ہوتا ہے جسکے لیئے مخصوص بطور راز کہا جانا ضرور متصور ہو اور جسکا
انجام بصورت اظہار ناممکن ودشوار ہو۔ لہذا ان بصورت مطابقت ان دونون
تجویزون کے حقیقت انکی بخوبی قیاس مین آ جا سکتی ہے۔ پس واضح ہو کہ بغور و
تجویز منصفانہ کوئی امر متعلق اس دین کے ایسا قرار نہین پا سکتا ہے کہ جسکے
لیئے راز مذکور ضرور متصور ہو اور بغیر راز انجام اوسکا محال ہو۔ بجز اسکے کہ خدا
ورسول جانتے تھے کہ اہل دین بہوا وہوس دنیاوی راہ حق سے انحراف اختیار

کرکے مخالفت خلیفہ برحق یعنے جناب امیر علیہ السلام کی اختیار کرینگے جسکے سبب
عداوت آپکی یہانتک شائع ہوگی۔ کہ لوگ معاذ اللہ سب آپ کے جائز سمجھنے لگے
بلکہ علانیہ ممبرون پر کیا کرینگے۔ پس انحراف راہ حق و مخالفت خلیفہ برحق ہر شخص
کو واسطے اپنے مضر ہے نہ مضر واسطے خدا و رسول و خلیفہ کے۔ باقی رہی اختتام
حجت تو اوسکے لیئے اظہار صفات ظاہراً اور تشہیر فضائل علانیاً ضرور و کافی۔
ورد و کد ارباب شرع والدین وانی۔ کوئی ضرورت راز پوشیدہ کی۔ اور کوئی حیلہ
ستر خفی کی نہین اور نہ واسطے دوسرے امور دینی کے کہ کل محتاج بشرع ظاہری
ہین۔ نہ محتاج بہ راز مخفی۔ مگر سب ناروا کہ باعث کسر شان والا نشان جناب
امیر علیہ السلام متصور اور بھی باعث کراہت عظیم خدا و رسول و مومنان ظاہر ہے
لہذا خدا کو ضرور تھا کہ حکمت محکمہ اپنے سے کوئی تدبیر ایسی قائم کرے کہ جس سے
دفعیہ اس امر نالائق و ناپسندیدہ کا صورت پذیر ہو۔ اور مومنان اس امر
نامعقول و نامقبول کے ظلم و عذاب سے۔ (کہ واسطے اونکے کوئی ظلم اس ظلم سے
افزون تر۔ اور کوئی عذاب اس عذاب سے عظیم تر نہین) نجات پائین۔ اور بھی
باعث دفع کراہت خدا و رسول کا ہو۔ مگر ظاہر ہے کہ بوجہ جنگ معاویہ یہ مذہب
نالائق۔ غالب تر کل مذاہب اسلام سے قائم ہوگیا تھا۔ اس صورت مین دفعیہ
اس امر ناملائم کا رد و کد ارباب ظاہر سے کسی طرح ممکن نہ تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے
کہ ہم مذہب خود رد و کد نہین کر سکتے۔ باقی رہی خلاف مذہب تو رد و کد خلاف
مذہبان خلاف مذہبون کو کب مقبول و اثر پذیر ہو سکتا ہے بلکہ باعث ہوتا ہے
ازدیاد نفسانیت کا۔ اور اگر اثر پذیر ہو بھی تو بعض کو نہ کل کو۔ اور علاوہ اسکے

بسبب غلبۂ مذہب نالائق مذکور کے خلاف مذہبان ضعیف کو کب رد و کد مرحی
کے مجال تھی۔ باقی رہا خوف امرا۔ تو امرا اوسوقت کہ خود اوسی مذہب نالائق
مین گرفتار تھے اور جو خلاف تھے خوف اونکا زبان مجمع عام کو بند کر سکتا تھا
نہ دل کو اور زبان مجمع خاص کو پس دفعیہ اس امر کا بوجہ احسن و اکمل سوائے
اس صورت کے ممکن تصور ہو نہین سکتا کہ ایسے ہم مذہبان جنکو گروہ گروہ خدا
رسیدہ و بزرگ اور امر اسے زیادہ تر واجب الاطاعت سمجھین بطور مناسب
ہدایت کرین۔ لہذا ضرور متصور کہ خدا و رسولؐ بواسطہ ائمہ طاہرین علیہم السلام
کچھ لوگ معتمد و بزرگ بذریعۂ راز کے مقرر و معین فرما دین کہ بہ تقیہ اپنے کو
مذہب مذکور یا قریب مذہب مذکور مین ظاہر کر کے تدبیر مناسب بنا بر دفعیۂ
امر نا ملائم مذکور کے عمل مین لائین اور یہی ضرور متصور کہ اون لوگون کو بنا بر اظہار
بزرگی اونکے اور بنا بر رجوع ہونے اور واجب الاطاعت سمجھنے اہل دنیا کے
کشف و کرامات متعلقہ اغراض و نفع دنیاوی کے عطا فرمائے جائین۔ پس
ظاہر ہے کہ اگر راز دار اس دین مین ضرور ہین تو واسطے اسی کام کے نہ واسطے
دوسرے کام کے۔ اور یہی بطرف افعال اونکے نگاہ و خیال کرنے سے دیکھا
جاتا ہے کہ سراپا ہدایت اونکے اوپر ترک عداوت و سبّ جناب امیر کے
محتوی تھے اور سوای اسکے کوئی ہدایت ظاہری اونکی ایسی نہ تھی جو علماے
شرع سے ممکن نہو اور ہدایت باطنی و مخفی معتمدان کی طرف اہل مذہب اپنے
متصور۔ اس صورت مین بصورت صدق سوائے اسکے کوئی کام ضروری اس
دین مین لائق راز کے قائم ہو نہین سکتا کہ اخفا جسکا بخوف افشاے راز

موافق و مخالف دونون سے ضرور ہے اور یہی ظاہر ہے کہ اوسوقت برا کہنے والے
جناب امیر علیہ السلام کے بہت اور بکثرت تھے اور یہ مذہب غالب تھا کل مذاہب
پر تو جب تک کوئی تدبیر کامل و کوئی کوشش بلیغ نہین ہوئی تو رفیعہ اس امر
نا ملائم کا صورت پذیر نہین ہوا۔ کہ اب اسوقت ایک متنفس بھی اونمین باقی نہین ہے
خلاف اسکے کہ برا کہنے والے دو سرون کے اوسوقت قلیل تھے مگر روز بروز ترقی
پاتے گئے۔ یہانتک کہ اسوقت لاکھو در لاکھو آدمی قائم و موجود ہین۔ اسصورت
مین لبصورت صدق ضرور ہے کہ وہ لوگ مذہب حقہ رکھتے ہون اور باین مصلحت
تقیہ اوپر غیر مذہب کے ظاہر ہون۔ چنانچہ ثابت ہے کہ اوسوقت تقیہ مذہب
حقہ کا مذہب صوفیہ مین تھا۔ کہ اکثر قصہ ہاے مندرجہ تواریخ مثل قصہ شاہ طاہر
مندرجہ تاریخ فرشتہ دال ہین۔ اس مدعا پر اور یہی واسطہ ہونا صرف جناب امیر
و ائمہ معصومین علیہم السلام کا زیادہ تر ثابت کرتا ہے اس۔ عا کو اور بھی اقوال
خاص اکثرون کے نسبت اعتقاد با ئمہ معصومین علیہم السلام صریحاً خواہ معنیاً
مطابق مذہب حقہ پائے جاتے ہین جیسا مناقبات وغیرہ سے اکثرون کے ظاہر
ہوتا ہے۔ اور بھی اصول مذہب صوفیہ کا بخوبی اصول مذہب حقہ کا موید ہے
جس سے اونکا باطناً مذہب حقہ مین رہنا ثابت ہو سکتا ہے مگر اوس بیان ضرور غیر
کے یہ رسالہ گنجائش نہین رکھتا۔ لیکن چونکہ کوئی انمین سے بزبان خود مذہب حقہ
رکھنے کے مقر نہ تھے اور نہ کبھی مقر ہوے اور نہ اقرار صریح اونکا ثابت لھذا اہل حق
و یقین کو ہم مذہب اپنے سمجھنا ضرور نہین چنانچہ اسی سبب سے اون لوگون نے
علانیہ دعوی ولایت کا نہین کیا۔ اور جو دعوی کیا وہ خلاف شرع ساتھ کسی معنی

مرادی کے تا اہل حق کو اتباع اونکا ضرور نہو۔ اور کوئی شبہہ پیدا نکر سکین بلکہ
بُرا جانکر تنفر کرین اور اگرچہ بصورت صدق اونھون نے اپنا کار متعلقہ و مقررہ
راز انجام کیا مگر بسبب نہین رہنے خبر صریح از کلام خدا و رسولؐ جن لوگون نے
اتباع اونکا باعتقاد ولایت اختیار کیا بیشک خلاف شرع کے عامل اور خطا و عصیان
کے مرتکب ہوے۔ جیسے آیندہ لوگ اتباع دجّال سے کہ وہ بڑی بڑی قدرتین
رکھتا ہوگا اور دکھلائے گا صرف بہ سبب تصدیق دعوی خدائی کے کہ سراسر
خلاف عقل بدیہہ و ثبوت یقینی کے ہے گنہگارون اور کافرون مین داخل ہونگے
اور ایسے لوگ شاید اوسکو بھی ولی سمجھہ لین تو تعجب نہین ہے بلکہ اسی حالت مین
او نیز ایک حجت خدا کی یہ قائم ہوتی ہے کہ ہرگاہ غیر مستحقان و غیر معینان غیر موصوف
کو صرف بذریعہ کشف و کرامات غیر دعوی و خلاف دعوی کے مقرب خدا جانکر
امرا و اہل اسلام سے زیادہ تر واجب الاطاعت سمجھا۔ تو مشخصان و معینان
صاحب کشف و کرامات با دعوی و موصوف بصفات یقینی سے امیر و امام بنانے
اور امیر و امام سمجھنے کے لئے کیا امر مانع ہوا۔ اب جاننا چاہیئے کہ اس بیان
سے یہ غرض ہماری نہین ہے کہ بصورت صدق کل لوگ جو اہل سنت کے یہان
مشہور ہو لے رہین۔ ولی صادق ہین بلکہ ممکن ہے بصورت صدق بھی بہت اونمین
علی فریبی ہون کیونکہ غیر دعواے امام مین فریب کو بہت گنجایش و دخل ہے

واللہ عالم بالصواب **بیت**

رموز مملکت خویش خسروان دانند — متا بعان ولی را چہ کار با تحقیق

خاتمہ بیان مین اون امورات کے جنکا بیان کرنا خاتمہ مین

مناسب تصور ہوا اور اوسمین تین کلام ہین

کلام اول مختصراً ثبوت معاد مین

چونکہ اصول خمسہ دین سے تین اصول کے معرفت مین کچھ نہ کچھ دخل عقل ہرحال مین ضرور ہے یعنی معرفت خدا و معرفت رسول و معرفت امام۔ لہذا ان تینون اصول سے جن امور کی معرفت محض عقل سے متعلق ہے۔ طریق معرفت و ثبوت اونکا ضرور جانکر بقدر مناسب و ضرورت و گنجایش اس رسالہ کے صراحتاً لکھا گیا۔ باقی رہے دو اصول یعنے عدل و معاد پس چونکہ دریافت و تیقن ان دو اصول کا ارشاد پیغمبر و امام سے بخوبی ممکن۔ لہذا صراحت انکی ضرور تصور نہوئی۔ لیکن چونکہ عدل خدا عقلاً بھی ساتھ ثبوت صفات مجموعی و اجمالی اوسکے بحث سوم مبحث اول مین و نیز بذیل مبحث دوم بخوبی ثابت ہوا۔ مگر ثبوت عقلی معاد کسی مقام سے پیدا نہین۔ اور اس زمانہ غیبت مین کہ کوئی معصوم موجود نہین ہے استمداد عقل بقدر و بجاے مناسب ضرور متصور۔ خصوص معرفت اصول دین مین کہ صرف تقلید غیر معصوم اسمین ناروا۔ لہذا مختصراً ثبوت عقلی معاد اس مقام پر لکھا جاتا ہے تا پانچون اصول پورے ہوجائین۔ پس واضح ہو کہ بحث سوم مبحث دوم مین ثابت ہوچکا۔ کہ پروردگار کو بہ لحاظ ضرورت اصلاح انسان کے ضرور ہے کہ کوئی شرع مناسب صلاح قائم کرکے حسب مناسب و بطریق احسن اجراے و رواج دین مین کوشش فرماے تا اجتماع صفات ذاتی مین اوسکے نقص لازم نہ آئے جیسا بارسال پیغمبران وغیرہ کے کوشش فرمائے مگر ظاہر ہے کہ بسبب مختاری انسان حسب اصول

خلقت جیسا بحث مسئلہ جبر و اختیار مین ظاہر ہوا قبول کرنا اور نہین قبول کرنا دین کا اور قائم رہنا اور نہین قائم رہنا اوپر احکام شرع کے دونون انسان سے ممکن۔ اسلیے بنا بر ترغیب قبول کرنے دین اور قائم رہنے اوپر احکام شرع مبین کے تعین ثواب اور بنا بر تہدید نہین قبول کرنے دین اور نہین قائم رہنے اوپر احکام شرع متین کے تقرر عقاب دونون ضرور ورنہ اختیار قیود دین وقیام باحکام شرع (کہ اصلاح موقوف اوپر اوسکے ہے) بسبب ہونے خلاف طبع انسانی کے غیر امکان۔ اور چونکہ دنیا مین عطا ہونا ثواب قدرتی ظاہر کا برطبق ہر عمل صالح کے بسبب رجوع ہوجانے قلبون کے بطرف طمع دنیاوی۔ وفسخ ہوجانے نیت خالص کے خلاف تہذیب ہے تو خلاف صلاح متصور اور تسلط کیا جانا عذاب قدرتی علانیہ کا برطبق ہر فعل مذموم کے بوجہ ثبوت نوعی از جبر خلاف اصول خلقت انسانی ہے تو خلاف مقصود متصور۔ اور بھی عطاے ثواب تام وتسلط عذاب عام دنیا مین خلاف اصول خلقت دنیا متصور ہوتا ہے۔ کیونکہ راحت ورنج کا توام رہنا اصول خلقت دنیا سے معلوم ہوتا ہے جیسا بحث دوم مبحث دوم مین ظاہر ہوا اور بھی صریحًا وبدیہًا ظاہر ہے اور بھی لتعین ثواب تام وتقرر عذاب تام کا دنیا مین اون سب قدر تہاے کاملہ قادر مطلق کے اظہار کا مانع ہوتا ہے جو متعلق الاظہار اخروی متصور ہین اور اون سب صفت ہاے وافرۂ ممدوح برحق کے اثبات کا مانع ہوتا ہے جو متعلق الاثبات عقبی متصور ہین جیسا عنقریب ظاہر ہوتا ہے انشاء اللہ تعالے۔ لہذا ضرور ہوا کہ او تعالے ایک روز معین بعد اختتام خلقت جملہ خلائق مقرر فرماکر اوس روز کل بندگان کو زندہ کرے۔ اور

بعدل و انصاف اور حساب و کتاب اونکا فرمائے اور حسب عمل نیک ثواب دے۔ اور حسب فعل بد عقاب کرے۔ اور اسیکو معاد کہتے ہین۔ پس ظاہر ہے کہ معاد حسب وجوہات بالا واسطے دین کے ضرور و لابد ہے چنانچہ کوئی اہل ملت و مذہب وجود معاد مین مختلف نہین۔ مگر طریق معاد مین کہ تشریح اوسکی لائق گنجایش اس رسالہ کے نہین۔ لیکن امامیہ اثنا عشریہ معاد جسمانی کے قائل ہین۔ اور بہشت و دوزخ کو حق جانتے ہین۔ کیونکہ بتمہید بحث مسئلہ جبر و اختیار مین ظاہر و ثابت ہوچکا کہ پروردگار عالم جملہ قدرتون اور اوسکے جملہ مخلوقون پر قادر ہے اور بجمیع صفات کمال کے موصوف و اظہار ہر قدرت و اثبات ہر صفت کا باعث مذمومی عدم و ترک محامد کے اوسکو ضرور اور ظاہر ہے کہ مقام اوپر دو قسم کے ہو سکتے ہین۔ فانی۔ و باقی۔ اور پھر اوپر تین قسم کے ہو سکتے ہین۔ ایک وہ کہ جسمین راحت و رنج دونون شامل ہون اور دوسرا وہ کہ جسمین صرف راحت ہو رنج نہو۔ اور تیسرا وہ کہ جسمین صرف رنج ہو راحت نہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ راحت و رنج توام (کہ جنکے واقعات کا ہمیشہ تغیر و تبدل و عدم قیام ضرور ہے) مناسب مقام فانی کے ہے۔ اور صرف راحت یا صرف رنج قائم مناسب مقام باقی کے۔ پس مقام فانی جسمین راحت و رنج توام ہین یہی دنیا ہے جیسا صریحا و بدیہتا ظاہر ہے تو دو مقام باقی بھی (یعنی ایک وہ کہ جسمین صرف رنج ہو راحت نہو اور دوسرا وہ کہ جسمین صرف راحت ہو رنج نہو) بنا بر اظہار جمیع قدرت کے خلق ہونا ضرور۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تینون قسم کے

مقامات (باعث رہنے ضدین ونقیضین کے) شامل جمع ہو نہین سکتے۔ لہذا دو مقامات آخر الذکر (کہ اقوال دینی مین بہشت و دوزخ لتعبیر اونسے ہے) اور اونکے اندر کی کل قدرت وصنعت ہاے ضروری (کہ اظہار جنکا دنیا مین خلافِ اصول خلقت دنیا متصور ہے) متعلق الاظہار اُخری ہین۔ اور چونکہ بسیارسے صفات ہاے الٰہی۔ (مثل قدرت تام و عدل وعفو ورحم وعطا وکبر وقہر تمام وغیرہم سواے حلم وصبر کے) اس دنیا مین عملاً بدرجہ اتم واکمل ظاہر وثابت نہین ہوسے ہین اور نہ لسبب ہونے خلافت اصولِ خلقتِ دنیا کے۔ دنیا مین عملاً ظاہر وثابت ہونا اونکا مناسب لہذا یہ سب صفات متعلق الاثبات عقبیٰ متصور ہین۔ پس اس دلیل سے وجود بہشت ودوزخ بالجسم بخوبی ثابت ہے اور جب وجودِ بہشت دوزخ بالجسم ثابت ہوا تو معاد جسمانی بھی بہمہ نوع ثابت چنانچہ اوتعالےٰ فرماتا ہے اولیس الذی خلق السموات والارض بقادر علیٰ ان یخلق مثلھم بلیٰ وھو الخلاق العلیم انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون فسبحان الذی بیدہ ملکوت کلّ شئ والیہ ترجعون اور بھی فرماتا ہے کہ واذا الوحوش حشرت امام فخر رازی بہ تفسیر اسکے لکھتے ہین کہ حق تعالےٰ بروز قیامت مگس تک کو زندہ فرمائیگا۔ مگر امامیۂ اثنا عشریہ رؤیت خدا کی قائل نہین ہین۔ بلکہ رویت خدا کو بسبب نہین ہونے جسم خدا کے ناممکن سمجھتے ہین اور کلمہ لن ترانی سے جو بجواب سوالِ ارنی حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ السلام کے کلام شریف مین واقع ہوا ہے عدم امکانی رویت پر استدلال کرتے ہین کما ھو الحق۔ باقی رہا

بازگشت خاک شدگان۔ پس ظاہر ہے کہ جو قادر کتم عدم سے عرصۂ وجود
وظہور مین لایا اوسکے نزدیک خاک موجود سے اوٹھانا کیا دشوار ہوگا۔
اور کیا دشوار تصور ہو سکتا ہے اس سے زیادہ تشریح کی یہ رسالہ گنجایش
نہین رکھتا۔ وباللہ التوفیق۔

کلام دوم عملاً اظہار تسہیل معرفت امور واجب المعرفت دین مین

واضح ہو کہ کلام سوم مین مقدمہ کے عقلاً ثابت کیا گیا ہے کہ ثبوت وطریق
معرفت امور واجب المعرفت دین کا سہل وآسان رکھا گیا ہوگا نہ دشوار
ومشکل۔ لہذا اب عملاً یہی دکھلایا جاتا ہے کہ پروردگار عالم نے ثبوت و
طریق معرفت امورات دین کا کسقدر بدیہی وسہل وآسان رکھا ہے۔ کہ
کوئی عقل اوسکے فہم مین عاجز نہ نہین سکتی۔ مگر ابعصیان۔ اور کسی مقام پر
قیاسات عقلی کو کہ کلمہ وکلام غیر فیصل وناتمام اوس سے متعلق ہے دخل
نہین دیا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اصول خمسہ دین سے جن اصول کی معرفت
مین کچھ نہ کچھ دخل عقل ضرور ہے وہ اصول ثلثہ ہین یعنی معرفت خدا ومعرفت
رسول ومعرفت امام۔ پس ثبوت وطریق معرفت انکا جو معرفت کے لئے کافی ہو
سہل وآسان تر رکھا گیا ہے بلا مفہومات عقلی سے اور ایک دوسرے سے
یعنی اول معرفت خدا مین معرفت وجود خدا متعلق ہے فہم وعقل سے۔ پس
ثبوت اوسکا خود بدیہی وسہل وآسان رکھا گیا ہے کیونکہ معائنہ اوسکی صنعت
عجیبہ اور قدرت ہائے غریبہ کا کافی تر ہے واسطے معرفت وجود اوسکی جیسا بعضے

ثبوتِ وجود خدا مین ظاہر ہوا۔ دوم معرفتِ رسول مین صداقت رسالت ضروری الدخل عقل ہے۔ پس ثبوت اوسکا بدیہی و سہل و آسان تر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ ظاہر ہونا اونھین قدرتہاے پروردگار کا جنکے روسے اوسکی وجود کے قائل ہو چکے ہین پیش نظر بذریعہ پیغمبر کے۔ یعنی ظہور معجزات باہرہ وافی تر ہے واسطے صداقت رسالت کے جیسا بحث ثبوت رسالت مین ظاہر ہوا سوم معرفت امام مین صداقت امامت بصورت نہین ثابت سمجھا جانے از قول خدا و رسول یا بحالت اختلاف اہل دین کے ضروری الدخل عقل ہے پس ثبوت اوسکا بدیہی تر از بدیہی تر لینے سہل تر از سہل تر و آسان تر از آسان تر رکھا گیا ہے۔ یعنی وجود اونھین معجزات کا امام مین جنکے روسے پیغمبر کے قائل ہو چکے ہین بس و مکتفی ہے واسطے صداقت امامت کے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حین معرفت پیغمبر بنسبت معجزات اوسکے یہ غور ضرور ہے کہ یہ بنا بر ثبوتِ تقرب خدا کے کافی ہین یا نہین۔ اور بوقت معرفتِ امام بنسبت معجزات اوسکے وہ غور بھی باقی نہین رہتا کیونکہ غور مذکور حین معرفتِ پیغمبر فیصل و طے ہو چکا اور علاوہ اسکے اقوال خدا و رسول (جسقدر تائید امامت اوسکے صریحاً و بدیہاً یا معنیاً و کنایتاً ثابت سمجھے جاوین) مزید ہین اوپر اس ثبوت کے۔ اور بھی دریافت صفات ضروریۂ پیغمبر مین حین تصدیق رسالت یہ نظر درکار ہوتی ہے کہ صفات موجودۂ پیغمبر فی الحقیقت اصلی ہین یا مصنوعی۔ اور دریافت صفات امام مین یہ نظر بھی درکار نہین۔ کیونکہ صفات اوسکے قابل یقین و غیر قابل انکار لینے بہ تصدیق خدا و رسول بخوبی ثابت جیسا بحث ہاے ثبوت خلافت و صفات مین ظاہر ہوا بلکہ

اسعدی

اس صورت مین اہل دین کے لیے کوئی احتیاج معائنہ اعجاز کی بھی باقی نہین رہتی۔ کیونکہ ظاہر ہوتا گیا کہ معجزہ صرف تقرب خدا کو صاحب اعجاز کے ثابت کرتا ہے اور اثبات تقرب صدق وصفات کو اور اثبات صدق وصفات صدق دعوی کو۔ پس ہرگاہ صدق وصفات بہ بیان صادق خدا ورسول صلعم ثابت ہین تو دعوے خلافت بھی ہر نوع ثابت ۔ گو بیان اعجاز مثبت دشتیبان معنی آیات واحادیث صفاتیہ صاحب اعجاز موصوف کے ہوسکتے ہین۔ جیسا اوپر ظاہر ہوتا گیا۔ باقی رہے دو اصول یعنے عدل خدا ومعاد یہ بھی دور از عقل نہین بلکہ موجودگی صفت عدل خدا مین بصورت یقین وجود خدا قریب تر ہے جملہ مفہومات عقلی سے کہ ساتھ یقین صفات مجموعی اوسکے خود بخود یقین اوسکا ہو جاتا ہے اور خلاف اسکے ہرگز قلب قبول نہین کرتا جیسا بحث سوم مبحث اول مین ظاہر ہوا۔ اور ضرورت معاد بصورت یقین رسالت نزدیک تر ہے جملہ ممیزات تمیزی سے کہ ساتھ یقین تکلیفات شرعیہ کے خود بخود معلوم ہو جاتی ہے جیسا کلام اول مین خاتمہ کے ظاہر ہوا۔ اور علاوہ اسکے یہ دونون اصول مع دیگر امورات متعلقہ ہر یک اصول وجملہ فروعات اور جو کچھ علاوہ انکے ضرور تصور ہون کل اظہار خدا وارشاد واستفسار پیغمبران سے (کہ معتمد تر ہوتے ہین عقل انسانی سے بسبب رہنے دانا وعالم وصادق ومعلوم تر از جملہ خلائق وعقل خلائق کے۔ جیسا بحث چہارم مبحث رسالت مین ثابت ہوا) بخوبی وباوجہ احسن معلوم ومتیقن ہوسکتے ہین۔ حاجت تکلیف عقول ناقص کی نہین ہے۔ بلکہ ناجائز وناروا۔ اور بعد پیغمبر حاسب امورات مع جملہ تفسیرات

وتاویلات کلام الٰہی ومع جمیع اخبارات وارشادات صحیحہ پیغمبر کے جیسا کہ یقین و اعتماد کو کافی ہو ارشاد و استفسار امام یعنے نائبان پیغمبر سے بخوبی دریافت ہو سکتے ہین کیونکہ امام بھی مثل پیغمبر دانا و عالم تر ہوتا ہے جملہ شرائع وغیر شرائع سے اور صادق و معصوم تر ہوتا ہے جملہ خلائق سے۔ تو اس صورت مین ظاہر ہے کہ اگر کل اہل دین بعد از پیغمبر ایک ایسے امام کے تابع و مطیع رہین تو کوئی اختلاف نامقصود و کوئی شبہہ نامحمود امورات دینی مین لاحق ہونے و پیش آنے نہین سکتا۔ جملہ اختلافات اجتہادی اوس امام دانا و عالم تک پہونچکر قابل یقین فیصل و جملہ شبہات صحت و عدم صحت اخبارات اوس امام صادق و معصوم تک پہونچکر قابل یقین تصحیح ہو جا سکتے ہین۔ پس یہی ہے راہ سہل و طریق آسان و خالی از اختلاف و کلمہ کلام غیر فیصل و ناتمام و بیرون از تردد و اضطراب ہر خاص و عام یعنی جسپر کسی عقل کو چلنا دشوار نہین اور جسکے کسی مقام پر جانے تردد و اضطرار نہین یعنے جسمین ہر امور اصولی و فروعی قابل المعرفت پر ہر خاص و عام کو یقین حاصل کرنا بطریق سہل و آسان ممکن ہے۔ اور جسمین ہر شخص پر حجت خدا بطور لائق و مناسب ختم و تمام ہے اور جس راہ مین بطریق سہل و آسان یقین ہر امر دین کا ممکن ہو وہی راہ حق و صراط مستقیم و راہ مقصودہ و مقررۂ خدا متصور ہے نہ دوسرے۔ ورنہ اکثر امور مین بہت لوگون پر تکلیف مالا یطاق متصور ہوگی۔ جو ظلم ہے اور خدا سے ناممکن الوقوع پس ہرگاہ ثابت ہوا کہ بنظر اختیار راہ حق و یقین اطاعت ایسے امام کی مثل اطاعت پیغمبر کے

کل اہل دین بلکہ خلائق کو ضرور متصور ہے تو بعد حکومت و امارت پیغمبر کے
حکومت و امارت امام موصوف کی لازم و واجب اور جس طرح بحالت موجودگی
پیغمبر کے سلطنت کل پادشاہان کے و حکومت کل حاکمان دنیا کی خلاف
مقصود خدا متصور ہوتی ہے گو وہ مقبول خلائق ہون یا نہ اوسیطرح بحالت
موجودگی ایسے امام کے حکومت کل حاکمان و امارت کل امرا کی جو مطیع
مامور کردہ اوسکے نہون ناجائز و خلاف مقصود خدا ظاہر ہوتی ہے۔
ورنہ قائم رہنا اوس راہ حق و یقین کا بطریقہ ضروری سہل و آسان
وحسب مقصود خدا کے مشکل۔ جیسا بطرف بجربہ بھی نگاہ کرنے سے ظاہر
و آشکارا ہے۔ یہ رسالہ اس تشریح مطول کی گنجائش نہین رکھتا اسصورت
مین یہ قول بے ثبوت بھی اکثر اہل خلاف کا کہ خلافت باطنی ایک کو
ہو اور خلافت ظاہری دوسرے کو خلاف عقل و نقل و ناجائز و باطل
متصور ہے۔ اب اس بیان سے عملاً بھی بخوبی ظاہر ہوگیا کہ پروردگار عالم
نے ثبوت و طریقہ معرفت یقینی امورات دین کا کسقدر سہل و آسان رکھا
ہے کہ کوئی عقل اوسکی فہم مین اور کوئی شخص اوسکے دریافت مین جسطرح کہ
یقین کے لئے کافی ہو عاجز رہ نہین سکتا۔ مگر بعصیان۔ اور بھی اس طریقہ
سے ظاہر ہے کہ راہ دین کے کسی مقام پر کلمہ و کلام غیر فیصل و ناتمام کو جگہہ
نہین دی گئی۔ پس اسصورت مین اگر لوگ بے راہ جاکر لینے راہ یقین کو
چھوڑکر اور راہ حق کو طریق یقینی سہل و آسان مین نہ ڈھونڈھ کر اپنے کو
کلمہ و کلام غیر فیصل و ناتمام لینے نظریات و قیاسیات و وہمیات مین مبتلا

و سرگردان کرین - تو بسبب مختاری خلقت اونکو اختیار ہے - خدا پر کوئی الزام
نہین و حجت خدا ہر طرح ختم و تمام متصور ہے - اور ممکن نہین کہ پروردگار عالم
فہم اپنے امور دین کی کہ جسمین ہر خاص و عام یکسان مکلف ہین اوپر کلمہ و
کلام کے کہ غیر فیصل و نا تمام رہنا اوسکی خاصیت سے ہے - منحصر کرے اور حجت
اپنی بذریعۂ کلمہ و کلام کے کہ عین علت از دیاد حجت و تکرار ہے ختم کرنا چاہیے
ہان ہر زمانۂ شر و فساد کہ بسبب خطا و عصیان بندگان سلطنت عالمان معصومین
اصلی کے قائم ہونے نہ پائے - بخصوص اس زمانہ غیبت مین کہ ظاہراً کوئی معصوم
موجود نہین ہے استمداد عقل بیش از ضرور ضرور ہو گیا ہے یعنی اول فہم و
معرفت اصول دین مین جو ہر مکلف و مقلد پر ضرور ہے کہ وہ خود بدلائل یقینی
ثابت ہے - جیسا ظاہر ہوا - دوم دریافت و تفریق تفاسیر و دیگر اخبارات
دینیہ و اخذ احکام فروعیہ مین جسکے لئے مجتہدان دین ضرور ہوے ہین اگرچہ
اس دریافت و تفریق و اخذ پر جو لقاعدۂ جائز ثابت ہون اعتقاد و یقین
کامل نہین ہو سکتا مگر بحالت اضطراب کافی متصور ہو جب قولہ تعالےٰ کہ نہین
تکلیف دی کسی کو اللہ نے مگر بقدر وسعت اوسکے اور ممکن ہے کہ وبال اخذ
خلاف مومنین کا اونپر عائد ہو جو باعث غیبت امام کے ہوے - اب جاننا چاہئے
کہ اکثر مغروران عقل پیروان عقل فلاسفہ بسبب غرور عقل حقیقت و ماہیت
عقول ناقصۂ انسانی کے دریافت نکرکے چاہتے ہین کہ امور سریع الفہم کو زیادہ
تر دشوار کر کے سمجھین - مثلاً چاہتے ہین کہ پیغمبرون کو بنظر وقعت اقوال افعال احکام اونکے
پہچانین اور بغیر نظر عقلی انقیاد اقوال و احکام پیغمبر کا عیب و بیوقوفی سمجھتے ہین

اور کہتے ہین کہ کیا ہم بیوقوف ہین کہ جاہلون کی طرح بے سمجھے بوجھے قبول کر لین
مگر چونکہ معرفت پیغمبران کا یہ راستہ نہین ہے کیونکہ تعقل ہر امر لطور حق عقول ناقصہ
انسانی سے مشکل ۔ لہذا بہ سبب بیراہہ روی عاجز رہ کر عقل کو اپنے ناقص
نہین سمجھتے ہین بلکہ انکار رسالت کر بیٹھتے ہین ۔ اور لسبب انکار رسالت انکار
خدا بھی اونکو ضرور ہوجاتا ہے اور لسبب ناگواری عجز عقل معتمد الیہ اپنے شبہات
کثیر مین مبتلا ہوکر ایسے اندھے بن جاتے ہین کہ یہ سب بدیہات اونکی نظرون مین
معدوم وکالعدم معلوم ہونے لگتے ہین ۔ آخر کار پیروی فلاسفہ اختیار کرکے انکو
ناحق دریافت کنندۂ حقائق اشیاء و امور کہنے و سمجھنے لگتے ہین ۔ حالانکہ یہ
نہین سمجھتے کہ حاصل دریافت حقائق اشیاء و امور کا معرفت خالق جل وعلا ہے
جب وہ حاصل نہوئی تو پھر دریافت سے اوسکے کیا فائدہ متصور ہے ۔ جیسا
دریافت ہوا و نہوا دونون برابر ہے پس نادانی اونکی صریح ظاہر ہے کیونکہ
اسمین کسی قائل وجود خدا کو کلام نہین ہوسکتا کہ پروردگار عالم (جسنے خود
انسان اور اوسکی عقل کو اور ایسے عالم عجیب و غریب کو بقدرت کاملہ اپنے
پیدا کیا ہے ۔ جسکی ماہیت کی سمجھنے مین عقل دنگ و عقلا عاجز ہین) وہ ضرور
بیش از بیش دانا و عالم ہوگا اپنے مخلوق ادنی وضعیف یعنی انسان سے
پس ظاہر ہے کہ جو امور لائق تعقل اوس عقل و دانائی افزون کے ہونگے
ہونگے وہ عقل کمتر انسانی کے سمجھ مین کیونکر آسکتے ہین ۔ مگر شرح و بیان پیغمبران
سے یعنی جن کو اوسنے عقل بیش از خلائق عطا فرماکر خود تعلیم فرمایا ہو اور جنہان تک
تعلیم فرمایا ہو ورنہ خود اظہار و بیان سے اوسکی اور وہ بیان کرنے و منع کرنے مین

مختار ہے۔ کسیکو جبر اوسپر پہونچتا نہین اور بھی ظاہر ہے کہ اگر وجوہ ہر امور و اشیاء کے بیان کیجائین تو اہل دین تمام عمر اوس مین اولجھے رہ جائین تو بھی فراغت نپائین۔ تعلیم و تعمیل احکام دین کے کہ اصل مقصود اوس سے ہے بالکلیہ بالاے طاق رہ جاے۔ اور بھی ظاہر ہے کہ وجوہات عقلی صرف واسطے دریافت حقائق امور کے ضرور ہوتی ہین۔ تو ہرگاہ حقائق امور بیان سے ایسے عالم صادق کے جو مستمد تر ہے عقل سے معلوم ہوگئی تو پھر معلوم کرنا وجوہات عقلی کا بیفائدہ و عبث و غیر ضرور اور بھی ممکن کہ بہت امور ایسے ہون کہ جنکی حقیقت کا اظہار کرنا واسطے دین کے مصلحت نہو اور جو اظہار کیا گیا حسب مصلحت کسی معنے مرادی مین مثل اقوال متشابہ وغیرہ کے تو اونکا دریافت کرنا عقل انسانی سے کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔ بلکہ ایسے اقوال مین جو ظاہراً خلاف عقائد واثقہ و منضبطہ یا متشابہ یا محتمل المعنی یا خلاف بدیہیہ و تجربہ پائی جائین اونمین سکوت لازم ہے یا یہ سمجھنا کہ حسب مصلحت دین کسی معنی دقیق یا کسی معنی مرادی مین فرمائے گئے ہونگے۔ کیونکہ کل اقوال دینی خالی از کنایہ و تاویل نہین ہین چنانچہ اسی لیے عقائد علیحدہ کیے گئے ہین۔ اور بھی ممکن ہے کہ بہت امور ایسے ہون کہ بعبورت شرح و بیان بھی قابل تعقل عقول ناقصۂ انسانی کے نہون۔ اسصورت مین شرح و بیان اونکا انسان سے صریح بیفائدہ متصور اگر اس حالت مین کہا جاے کہ جن امور کو خدا صرف آپ ہی سمجھ سکتا ہے اونکا اظہار عبث ہے اور فعل عبث خدا پر قبیح ہے۔ تو جواب اوسکا یہ ہے کہ معلوم ہے کہ خلق کرنا پروردگار کا اسقدر مخلوقات گوناگون کو۔ اور ظاہر کرنا ان سب قدرتہاے رنگارنگ کا

صرف بہ نظر اظہار قدرت و دانائی اور وحدت اپنی ہے نہ دوسری غرض سے
تو اس صورت مین اگر کل امورات و مخلوقات و صناعات و قدرتون کو اپنی
مطابق تعقل عقل انسانی رکھتا تو عقل اوسکی مطابق عقل و دانائی انسان کے
تصور ہوتی نہ زیادہ اسصورت مین ضرور تصور کہ پروردگار عالم بنا بر اظہار کمال
عقل و دانائی و قدرت و وحدت اپنے۔ ایسے امور و مخلوق و قدرتون کو ظاہر کرے
جسکے تعقل مین عقل انسانی عاجز و دنگ ہوکر کمال عقل و دانائی و قدرت
و وحدت کی اوسکے قائل و مقر ہو۔ اس صورت مین ظاہر ہے کہ کل امور خدا و
رسول کے منافع و مصالح اور کل اقوال دینی کے معنی و مقصود اصلی کو عقل سے
دریافت کرنے کی خواہش کرنا اور معرفت امور دینیہ کو جنکی معرفت کا طریق سہل و
آسان تر رکھا گیا ہے۔ از روے مشکلات کے چاہنا صریح خلاف عقل و بیراہ روی
ہے اور یہ وہی مثل ہوئی جاتی ہے کہ جیسے کوئی چیز کسی کے نزدیک روشنی مین
گر جاے اور وہ دور جا کر تاریکی مین ڈھونڈھے۔ ظاہر ہے کہ ہر چند تمام عمر
ڈھونڈھتا رہے ہرگز نہ پائے۔ و باللہ التوفیق۔

کلام سوم خلاصہ کتاب مین

واضح ہو کہ جملہ امور عقل سے ادراک ہوتے ہین اور جتنے امور عقل سے
ادراک ہوتے ہین۔ یا ظنی و قیاسی ہین۔ یا یقینی۔ ظنی و قیاسی کا اعتبار نہین
ممکن ہے کہ مطابق اوس ظن و قیاس کے ہو یا نہ۔ مگر یقینی بہر حال قابل اعتبار
ہین۔ پس امور دینی کا یقینی ہونا ضرور ہے ورنہ راہ خلاف اختیار کرنا ممکن ہے

عجب نہین۔ اور ظاہر ہے کہ راہ خلاف راہ حق وراہ خدا ہو نہین سکتی۔
اس صورت مین ضرور ہے کہ پروردگار عالم نے کوئی ایسی راہ رکھی ہو کہ
جسمین کل امور دین پر چہ اصولی وچہ فروعی ہر شخص کو یقین حاصل کرنا ممکن ہو
اور بھی بسبب یکسان مکلف کرنے عام الشان کے ضرور ہے کہ وہ راہ یقین
سہل و آسان ہو یعنے جسمین ہر شخص چہ عالم و چہ جاہل جملہ امور اصولی و فروعی
دین پر باسانی یقین حاصل کرسکے ورنہ اکثر امور مین اکثر لوگون پر تکلیف ما لا یطاق متصور
ہوگی۔ جو صریحًا ظلم ہی اور خدا سے غیر ممکن الوقوع۔ پس ہرگاہ ثابت ہوا کہ واسطے دین کے راہ یقین
سہل و آسان کا ہونا ضروری ہی تو ہر شخص کو لازم ہے کہ دین کو اوسی راہ یقین سہل گذار مین تلاش کرے
کہ وہی راہ حق وراہ خدا متصور ہے نہ راہ غیر یقین و دشوار و مشکل گذار۔ جب
یہ معلوم کیا تو اب جاننا چاہیئے کہ اول دین مین پہچاننا خدا کا ضرور ہے تو
وجود ایک واجب الوجود غیر متشخص۔ صاحب ارادہ دانا و قادر و مختار و
موصوف بجملہ صفات کا۔ خود بدیہات یعنی معاینہ اشیاء و اوضاع و احوال
عالم سے ثابت ہے۔ اور تشخیص یقینی اوسکی ذات کی ماہیت و حقیقت کی محال
و دشوار و قیاسی و غیر قابل اعتبار یعنے کوئی تشخیص ماہیت ذات خدا حد یقین
کو پہونچ نہین سکتی ہے جیسا مبحث اول مین بدلائل بدیہی و یقینی ظاہر و ثابت
ہوا۔ اس صورت مین ہر شخص کو لازم ہے کہ جسقدر یقینًا ظاہر و ثابت ہے
اوسیقدر پر اعتقاد کرے اور ایمان لائے۔ یعنی ایک واجب الوجود غیر متشخص
صاحب ارادہ دانا و قادر و مختار و موصوف بجملہ صفات کو خالق عالم و خدا جانے
کہ اسیقدر یقینًا ثابت ہے نہ اس سے زائد اور یہ مذہب پیغمبرون کا ہے۔ پس

مذہب پیغمبران حق متصور جملہ مذاہب خلاف سے دوم بعد یقین وجود خدا دریافت
کرنا تفصیل صفات ثبوتیہ وسلبیہ الٰہی واحکام تکلیفی کا اوسکے ضرور ہے۔ تو
تفصیل صفات واحکام کو یقیناً دریافت کرنے کے لیے سواے بیان مقرب
صادق اوسکے کوئی دوسرا راستہ نہین۔ کیونکہ سواے اس صورت کے
کوئی دریافت امور مذکور کے حد یقین تک پہونچ نہین سکتی۔ یعنی اسکے لیئے
کسی پیغمبر کا مبعوث ہونا ضرور ہے۔ جیسا بحث دوم مین ظاہر وثابت ہوا
اور اثبات یقینی تقرب وصدق پیغمبر کے لئے سواے ظہور معجزات باجتماع
صفات کوئی دوسرا ثبوت قابل یقین نہین جیسا بحث سوم مین ظاہر وثابت
ہوا۔ اس صورت مین صاحب اعجاز دعویدار پیغمبری کا یقینی پیغمبر متصور اور
احکام اوسکا یقینی احکام خدانہ دوسرا۔ اور یہ مذہب بیرون ہر پیغمبران یعنے
اہل ملت کا ہے۔ پس مذہب اہل ملت حق متصور جملہ مذاہب خلاف سے
سوم۔ ہرگاہ ضرورت وحقیت پیغمبران ثابت ہوے تو اب جاننا چاہیے
کہ چونکہ ہر سلسلہ جاری شدہ کے لیے آخر ایک انتہا یقیناً لازم متصور ہوتی
ہے۔ لہذا سلسلہ پیغمبری جاری شدہ کے لیے بھی یقیناً ایک انتہا ضرور ہے
مگر کوئی فرقہ از فرقہاے اہل ملت اپنے پیغمبر کے خاتمیت کا قابل نہین
ورنہ باعتقاد ویقین جائز منتظر۔ سواے فرقہ مسلمانان کے کہ وہ اپنے پیغمبر
صاحب اعجاز کے (کہ جسکا ایک معجزہ قرآن اب تک قائم وموجود ہے)
خاتمیت کے قایل ہین۔ اور بھی اسقدر مدت دراز تک خلاف عقل وخلاف
تجربہ سابق کے کسی پیغمبر کا مبعوث نہونا۔ اس دعوی خاتمیت کا مصدق ہی

لہذا مذہب مسلمانان حق منصور جملہ مذاہب خلاف سے - چہارم بعد از فوت
پیغمبر غیر دینون کو معرفت پیغمبر کے اور اہل دین کو دریافت کرنا احکام مبتنیہ
پیغمبر کا ضرور ہے - تو ظاہر ہے کہ بعد پیغمبر معرفت یقینی پیغمبر کے لیئے سواے
قائم رہنے کسی صاحب اعجاز و موصوف بصفات پیغمبر کے کوئی دوسری
صورت نہین - اور واسطے دریافت کرنے احکام مبتنیہ پیغمبر کے جسطرح کہ یقین کے
لیئے کافی ہو سواے بیان کسی مقرب پیغمبر عالم و صادق و معصوم کے کوئی
دوسری سبیل نہین - کیونکہ ظاہر ہے کہ سواے اس صورت کسے کوئی
معرفت و کوئی دریافت حد یقین تک پہونچ نہین سکتے - یعنی بعد پیغمبر واسطے
حصول معرفت پیغمبر و دریافت احکام مبتنیہ پیغمبر کے جس طرح کہ یقین سکے لیئے
کافی ہو - کسی جانشین پیغمبر صاحب اعجاز موصوف بصفات یعنی عالم
و صادق و معصوم کا ہونا ضرور ہے اور اثبات یقینی تقرب و صفات جانشینیا
کے لیے وہی اعجاز اور بھی نصوص خدا و رسولؐ (جو باظہار علم و صدق و
عصمت اوسکے صادر ہون) کافی تر - اور سواے اسکے کوئی دوسرا
ثبوت قابل یقین نہین - جیسا بحث پنجم مین ظاہر و ثابت ہو چکا اسصورت
مین ظاہر ہے کہ صاحب اعجاز و صاحب نصوص صدق و عصمت و علم یقینی
جانشین پیغمبر متصور - اور احکام اوسکا یقینی احکام پیغمبر نہ کوئی دوسرا
اور یہ مذہب فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کا پس مذہب فرقہ امامیہ اثنا عشریہ
حق متصور جملہ مذاہب خلاف سے - پنجم چونکہ اس زمانہ غیبت مین نبی
خدا و عصیان بندگان خطاکار و عصیان شعار - نہ از طرف خدا کوئی عالم صاحب اعجاز

صادق و معصوم موجود نہین ہے اس سبب سے اسوقت کوئی صورت احکام فروعی غیر متعلقہ پر یقین کامل حاصل کرنے کی باقی نہین ہے مگر اصول کہ وہ خود بدلائل یقینی قائم و ثابت ہین جیسا ظاہر ہوا اور ظاہر ہے کہ مسدود ہوجانا اوس راہ یقین یعنے خدا کا بخطاے بندگان مختار خطاکار کے واقع ہوا ہے نہ بمرضی و ترک خدا۔ تو اس صورت مین ہم بندگان کو خطایاے متقدمین اولین پر اپنے انفعال لازم ہے نہ تمرد کیونکہ بصورت تمرد شرکت اون خطاکارون کے ظاہر و ثابت اور انفعال ہمارا یہی متصور ہے کہ معرفت و دریافت امور دین کے حتی الوسع قریب بدرجہ یقین پہونچا کر معمل ہون۔ اور سواے اسکے داخل تمرد متصور۔ پس اس زمانۂ غیبت مین ہمکو یہی لازم ہے کہ اصول یقینی پر کہ وہ خود بدلائل یقینی قائم و ثابت رکھے گئے ہین قائم ہوکر اون احکام کے معمل ہون جو بظن غالب قریب بدرجۂ یقین کے صحیح و ثابت سمجھے جاوین اور وہ دریافت و اجتہاد ہے عالمان متقیان ظاہری کا۔ کیونکہ بصورت نہین رہنے علم کے اجتہاد اپنا بھی اجتہاد عالم متقی تک پہونچ نہین سکتا۔ تا باجتہاد دیگر بے علمان غیر متقی چہ رسد پس چونکہ اسوقت سواے متابعت مجتہدان متقی کوئی دریافت احکامی قریب بدرجۂ یقین نہین پہونچ سکتی ہے۔ لہذا اسوقت متابعت مجتہدان احکام فروعی مین ضرور متصور نہ اصول مین کہ وہ خود بدلائل یقینی ظاہر و ثابت ہین۔ الغرض یہ مذہب ہے اصولیون کا فرقہ امامیہ اثنا عشریہ سے۔ لہذا مذہب اصولیان حق متصور جملہ مذاہب خلاف سے۔ اب اس بیان سے بخوبی ظاہر

و ثابت ہو گیا کہ پروردگار عالم نے راہ یقینی دین کو کیسا صاف و سہل گذار رکھا ہے۔ کہ کوئی عقل کسی امر دین کی یقین حاصل کرنے مین عاجز رہ نہین سکتے اور سواے اس راہ مقررۂ مقصودہ خدا کے کوئی دوسری راہ ایسی نکل نہین سکتی کہ جسمین کل امور دین پر یقین حاصل کرنا بطریقۂ سہل و آسان ممکن ہو۔ اور جو کچھ اسوقت دشواری و مشکل پیش آ گئی ہے وہ ظاہر ہے کہ بکردار بندگان مختار خطا کار کے ہے نہ طرف سے خدا کے۔ پس کردۂ خویش آمدہ پیش۔ و باللہ التوفیق

تمام شد بفضلہ تعالی

دستخط خاص جناب مولانا السید ابو الحسن صاحب قبلہ خلف جناب مولانا علی محمد صاحب بن سلطان العلماء

باسمہ سبحانہ - کتاب مرآۃ التحقیق اوائل سے مقامات مختلف نظر قاصر سے گذری ما شاء اللہ مطالب رشیقہ اور مقاصد انیقہ بہ تعبیرات عام فہم و تقریرات مزیلہ شک و وہم اس کتاب مین مندرج ہین - نفع اللہ بہ طالبی الیقین و اجزل اجر مصنفہ یوم الدین و کتب الفقیر الی اللہ ابو الحسن عفا اللہ عنہ ذنوبہ +

کتاب مرآۃ التحقیق مختلف مقامون سے نحیف نے بھی دیکھی زہے رشاقت معانی و وثاقت مبانی ما شاء اللہ تحقیقات رائقہ و تقریرات فائقہ بہت عام فہم عبارت مین اسمین مندرج ہوے ہین حق سبحانہ تعالے برادران ایمانی و اخلائے روحانی کو اسی سے نفعیاب کرے اور اجر جزیل و ثواب جمیل اسکے مصنف کو دے وہو الموفق - حررہ بیمناہ خادم الشریعہ علی محمد بن سلطان العلماء -

تاریخ تصنیف کتاب از جناب نواب علی قاسم خان صاحب خلف جناب محمد علی خان صاحب

جناب مصنف کہ در نیل وجود ... نباشد عدیلش کسی در انام ... عقیل و ذکی شاعر خوش خیال

سخی و کریم است و عالی مقام ... بتسلیم عقائد کتابے نوشت ... پسندیدۂ خاطر خاص و عام

الٰہی فاعطہ خیر الجزاء ... بحق النبی علیہ السلام ... بتفضلے سن طبع ہاتف بگفت

رسالہ نوشتہ بعلم کلام

۱۲۹۰ ف

فہرست ابواب کتاب مرآۃ التحقیق جو مشتمل ہے اوپر ایک مقدمہ اور پانچ مباحث اور ایک خاتمہ کے

صفحہ	تفصیل ابواب مع مضمون
۲۹	بحث اول مسئلہ جبر اختیار مین ۔
۴۲	بحث دوم مسئلہ قضا و قدر مین ۔
۴۸	بحث سوم اثبات وجود پیغمبری مین اور جو کچھ اوس سے متعلق ہی
۵۲	بحث چہارم بہ ثبوت اس بات کے کہ پیغمبرون کے لیئے کوئی نشان پیغمبری کا واضح و مستحکم ہونا ضرور ہے ۔
۵۳	مبحث سوم معرفت مین پیغمبرون کے اور جو کچھ اوس سے متعلق ہے اور اوسمین پانچ بحثین ہین ۔
؍؍	بحث اول معرفت مین عام پیغمبرون کے ۔
۵۷	بحث دوم صفات ضروریۂ پیغمبران مین ۔
۵۸	بحث سوم حقیقت اعجاز مین ۔
۶۱	بحث چہارم عقیدت و سلوک لازمی اہل دین نسبت بہ پیغمبران ۔
۶۹	بحث پنجم بہ ثبوت رسالت خاص آنحضرت صلعم ۔
۷۴	مبحث چہارم تشخیصات ضروری مین جو بعد از پیغمبر بنابر تفریق راہ حق و صواب درکار ہین اور اسمین سات بحثین ہین ۔
؍؍	بحث اول تشخیص ایمان و نفاق مین ۔
۷۸	بحث دوم تشخیص اعمال صالحہ مین ۔
۸۴	بحث سوم تشخیص افعال مذمومہ مین ۔

تفصیل ابواب مع مضمون	صفحہ
بحث چہارم تشخیص افعال متشابہ اعمال مین -	۸۲
بحث پنجم تشخیص صالحین ومتقین وفاسقین ومنافقین مین -	۸۵
بحث ششم تشخیص صحابی وغیر صحابی مین وبذیل آن تشخیص محب وغیر محب -	۸۶
بحث ہفتم بہ تفریق گواہی خدا ورسول مؤثر تشخیص صالحین وغیرہ -	۸۷
مبحث پنجم بہ ثبوت خلافت وامامت اور جو کچھ اوس سے متعلق ہے اور اسمین دس بحثین ہین -	۹۱
بحث اول بہ ثبوت خلافت عام وصفات ضروری خلیفہ وامام -	״
بحث دوم تمہید مین خلافت خاص آنحضرت صلعم کے -	۱۰۸
بحث سوم بہ ثبوت خلافت وامامت بلافصل جناب امیر علیہ السلام کے -	۱۱۴
بحث چہارم باثبات نصوص تائیدی خلافت وامامت وباظہار آیات واحادیث فضائل جناب امیر علیہ السلام از کتب صحیحہ ومعتبرہ اہل سنت اور اسمین ایک تمہید اور پانچ کلام ہین -	۱۲۶
تمہید -	״
کلام اول اثبات معجزات جناب امیرؑ مین -	۱۲۹
کلام دوم ذکر آیات واحادیث دالہ خلافت آنحضرتؑ -	۱۳۱
کلام سوم اون آیات واحادیث مین جو بتصدیق علم ودانش جناب امیرؑ واقع ہوئی ہین -	۱۵۹

صفحہ	تفصیل ابواب مع مضمون
۱۶۲	کلام چہارم اون آیات واحادیث مین جو بتصدیق صدق وعصمت آنحضرت علیہ السلام ہین۔
۱۶۴	کلام پنجم اون آیات واحادیث مین جو باظہار اخلاق عام وفضائل مالا کلام جناب امیر علیہ السلام کے واقع ہوئی ہین۔
۱۸۶	بحث پنجم رد خلافت غیر از ائمہ معصومین علیہم السلام مین۔
۲۰۰	بحث ششم برفع لبعض توہمات معترضہ اہل خلاف لنسبت بخلافت حقہ۔
۲۳۶	بحث ہفتم رفع توہمات غیبت مین جناب صاحب العصر والزمان علیہ السلام کے۔
۲۴۲	بحث ہشتم ثبوت حقیت مذہب حقہ امامیہ مین۔
۲۴۷	بحث نہم تردید ایمان وثبوت نفاق مذاہب خلاف مین۔
۲۹۳	بحث دہم بہ ثبوت غیر جوازی اعتقاد وبہ تجویز حقیقت اولیاے معتقدۂ اہل سنت۔
۲۶۲	خاتمہ بیان مین اون امورات کے جنکا بیان کرنا خاتمہ مین مناسب تصور ہوا اور اوسمین تین کلام ہین۔
۲۶۳	کلام اول مختصراً ثبوت معاد مین۔
۲۶۷	کلام دوم علاً اظہار تسہیل معرفت امور واجب المعرفت دین مین
۲۷۵	کلام سوم خلاصۂ کتاب مین۔

فہرست کتب موجودہ مطبع جعفری

حق الیقین اخوند ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ در اصول خمسہ بدلائل و براہین عقلیہ مطبوعہ	سے/
صراط النجاۃ در ترجمہ حدیث اعرابی از جناب اخوند مجلسی مشتمل بر دلائل توحید وغیرہ	۸ر
سفینۃ النجاۃ ۔ در ادعیہ ۔	عہ/
جلد دوم ابواب الجنان مطبوعہ حال معہ محصول ۔	عما/
احتجاج طبرسی علیہ الرحمہ ۔	صہ/
ذخیرۃ المعاد در فتاوای حجۃ الاسلام جناب زین العابدین دام ظلہ ۔	للعہ/
زینۃ العباد عملیہ جناب شیخ زین العابدین دام ظلہ ۔	عہ/
معراج المومنین کتاب طہارت و صلوۃ عملیہ جناب مفتی صاحب قبلہ مدظلہ مجلد چرمی ۔	عما/
صحیفۃ علویہ چھاپہ جلی ۔	صہ/
خطاب فاصل از جناب مفتی سید محمد عباس صاحب قبلہ بجواب مثنوی دمغ الباطل ۔	عہ/ ۸ر
کتاب صاہل و باغم در نظم عربی در نصائح بطور کلیلہ دمنہ بر کاغذ عمدہ ۔	۶ر
شرائع الاسلام چھاپہ لکھنؤ محشی ۔	صہ/ ۸ر
ترجمہ جلد ہفتدہم بحار الانوار در ذکر قصص سابقہ و مواعظ و نصائح ۔	للعہ
جامع عباسی لبت بابی معہ رسالہ ترجمہ الصلوۃ وغیرہ برحاشیہ معہ محصول ۔	صہ/ ۴ر
دیوان مجنون عامری عربی مجلد ۔	۸ر
دیوان عربی جناب مفتی سید محمد عباس صاحب قبلہ دام ظلہ موسوم بہ رطب العرب ۔	عہ/ ۸ر
مقامات بدیع الزمان ہمدانی در فن ادب ۔	۸ر

فہرست کتب قلمی معہ … موجودہ مطبع جعفری

تفسیر منہج الصادقین از سورۂ یوسف … تا سورۂ شعرا۔ عـہ

مصباح سید ابن طاؤس خوش… خط با جدول کمیاب۔ عـہ

صحیفۂ ثانیہ از شیخ حر عاملی۔ للعہ

مفتاح الفلاح للشیخ … بہائی قلمی۔ سے

…ینۃ النجاۃ … از ادعیہ قلمی خوشخط خوش تقطیع۔ سے

… لا یحضرہ الفقیہ خوشخط النسخ بخط ملا محمد امین خونساری نسخۂ صحیح کردہ ملا رضا ابن کمال الدین … امین دکانی بالنسخۂ شیخ بہائی بر کاغذ ولایتی محررہ صد سال تقریباً۔ عـہ

…وامع صاحبقرانی خوشخط با جدول النسخۂ صحیحہ از مقدمات تا آخر مباحث صلوٰۃ مجلد ضخیم پاکیزہ۔ عـہ

…یب الاحکام از شیخ ابوجعفر طوسی از اول تا کتاب الزکوٰۃ از جملہ کتب اربعہ امامیہ محشی بحواشی اکابر علما مثل آخوند ملا باقر مجلسی و ملا محسن و صاحب مدارک و محقق شیخ علی و شیخ بہائی و ملا احمد اردبیلی و غیرہم بخط النسخ۔ عـہ

کمال الدین و تمام النعمۃ لابن بابویہ القمی در احوال غیبت جناب صاحب العصر النسخۂ صحیحہ پاکیزہ محشی۔ وعـہ

ہدایۃ الامۃ فی احکام الائمۃ للشیخ حر عاملی از مقدمات تا کتاب الطہارت در دو مجلد۔ عـہ

نصوص الائمۃ لابن بابویہ القمی خط عرب۔

ابواب الجنان از ملا رفیع واعظ جلد اول قلمی۔ مہر

کتاب مسائل علی بن جعفر عن اخیہ موسی الکاظم علیہ السلام خیلی کمیاب و نادر الغایت معتبر و مستند۔ للعہ

کشف الحجب والاستار عن اسامی الکتب والاسفار در اسامی کتب شیعہ بطور کشف الظنون۔ عـہ

اشتہار

کتاب ہذا مسمی بہ مرآۃ التحقیق چونکہ تحقیقات اور اثبات مین امور متعلقہ اصول دین مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے ہی بدانست اپنے حتی الوسع اسمین کوئی بات خلاف تہذیب نہین لکھی گئی مگر اور مذہب والون کو دیکھنے نہ دیکھنے کا اختیار ہی جس شخص کو کتاب ہذا یا دیگر کتب کی خریداری منظور ہو راقم سے طلب فرمائے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲		ائمۂ ہدا	ائمۂ ہدا
۳	۲	کہ اسکا	کہ نام اسکا
ایضاً	۱۹	دوم	دوم سامعہ
۵	۵	مقہومات	مفہومات
۱۳	۱	علم	حلم
۱۷	۸	بلکہ مجبول	بلکہ عقل مجبول
ایضاً	۱۷	فہومہ	مفہومہ
۱۹	۹	اوسپر	روشن پر
۱	۴	شخص	تشخیص
ایضاً	۱۴	بے عقل	بے عقلی
۲۴	۱۱	قابل	قائل
۲۶	۵	ثبت	مثبت
ایضاً	۶	ملنی	مبنی
۲۸	۱۰	قبیح وہ	قبیح نہین وہ
ایضاً	۱۴	پس	+
ایضاً	۱۲	معذور	مجبور
ایضاً	۱۵	یقیناً	مغنیاً
۲۹ و ۷۱	۱۴	اسمین	اوسمین
۳۱	۱۰	عباد	عباد کو
ایضاً	۱۱	شاید	ساتھ
۴۰	۴	کرتے ہین	کرتے
ایضاً	۹	اسی	اوسی
۴۱	۱۵	دین گو	دین کو
	۱۱	اسوقت	اُسوقت

کشف ۱

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۲۸			
	۹	حداعلیٰ	
	۱۳	اورنہ	ورنہ
	۱۸	حسب ثبوت	ثبوت
	۱۱	...	لطف ہین
	۸	ہوتے ہین	ہوئی چونکہ نحیث ہے
	۱۵	بنابرصفات	بنابرتمیز صفات
	۱۴	رہینگے	رہی کی
	۳	یقینی برک	یقینی تر
	۱۶	بر	پر
	۲	اسوقت	اُسوقت
	۱۲	تبدیل	تبدل
	۱۶	نیک	پر
	۱۸	سید	قید
	۱۶	این سے	دین سے
	۱۱	سرط	بنہ ٹہرا
	۷	شرس	قرار
	۹	مصاحبت	مصاحبہ
	۱۰	رنیت	بہ نیت
	۱۶	اعتقادکرلے	اعتقادکرنے
	۱۲	یافرق	تافرق
	۷	دانائی مطلق	دانائے مطلق
	۹	ہویانہ	ہویانہ
	۱	اعتبار رپر	اخبار پر
	۱۷	کیا ... ت بناہے	کیسا باعث
	۱	...	...